عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول

سورۃ الجن ۲۶-۲۷

نجدیوں وھابیوں اہل حدیثوں دیوبندیوں مودودیوں کے۔۔ہمارے آقا و مولا محمد مصطفے کے علم غیب عطائی پر اعتراضات کا مکمل رد

مسئلہ علم غیب

مؤلف

حضرت علامہ نشتر

ایم اے (عربی) پنجاب

ساؤتھ ویلز

کارڈف یو۔کے

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مسئلہ

علم غیب

مؤلف : علامہ ابوالحمود نشتر۔ ایم اے

کارڈف، ساؤتھ ویلز، یو کے

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب : مسئلہ علم غیب
تصنیف : علامہ ابوالمحمود نشتر، ایم اے (عربی)
صفحات : 544
سالِ اشاعت: 2010ء
تعداد : 1100
کمپوزنگ : محمد حسین فون: 0321-9414815
ناشر : صاحبزادہ طارق محمود (سلّمہٗ)
بی۔ایس۔سی، ایم۔بی۔اے، پی جی سی ای
یو۔کے، کارڈف، ساؤتھ ویلز۔ یو کے
قیمت : =/405 روپے

ملنے کے پتے

ا۔ مکتبہ امام احمد رضا، مدینہ مسجد، کارڈف، یو کے
فون: 029-20497506
۲۔ احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمپنی چوک راولپنڈی
فون: 051-5558320
۳۔ فرید بک سٹال، 38۔ اُردو بازار، لاہور۔ پاکستان
۴۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، داتا گنج بخش، لاہور۔
۵۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، بغدادی مسجد، گلبرگ اے، فیصل آباد۔
۶۔ دارالشمس: الرضا اکیڈیمی، کلراں عباس پور، پونچھ، آزاد کشمیر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	تقدیم	35
	باب اوّل: مسئلہ علم غیب	39
2	الٓمّٓ۔ البقرہ: حروف مقاطعات اور اقوال علماء کرام	39
3	علامہ بیضاوی اور حروفِ مقطعات قاضی ثناءاللہ صاحب کی تحقیق	40
4	رئیس الائمہ امام بغوی کا ارشاد	43
5	علامہ آلوسی اور حروف مقطعات	43
6	تفسیر ابن کثیر کے چند اہم نکات	44
7	تفسیر طبری کے نکات (علامہ محمد بن جریر الطبری)	46
8	علامہ اسماعیل حقی اور حروف مقطعات کی تخصیص	46
9	حروف اور اسرارِ ربانی: خواجہ عبدالرحمٰن بُسطامیؒ	48
10	علامہ کافیجی، علامہ جلال الدین وغیرھما کی تحقیق	48
11	حروف مقطعات اسرار الٰہیہ ہیں ”صاحب اُلمنار“ کی تحقیق	50
12	صاحب نُور الانوار اور حروفِ مقطعات۔ اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان یہ اسرار اور بھید (کوڈ ورڈز) ہیں	51

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
13	متشابہ کا حکم	51
14	اہل علم کی ابتلاء و آزمائش	52
	مولانا علامہ بحر العلومؒ اور علم رسول اللہ ﷺ	
15	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق علماء راسخین حروفِ مقطعات کا مفہوم جانتے ہیں	53
16	صاحب قوۃ الاخیار شرح نور الانوار کی تائید	54
17	علامہ کاظمی صاحب کی تصریحات	55
	آیات قرآنیہ	57
18	آیت نمبر۲: اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ...... (البقرہ 2:3)	57
19	**غیب کی تعریف**	57
20	علامہ قرطبی اور غیب سے مراد کیا ہے؟ اور ابن عطیہ کی تحقیق	58
21	غیب کی تشریح بزبان علامہ بغوی صاحب تفسیر بغوی ''المسمّٰی معالم التنزیل''	59
22	تفسیر جلالین میں غیب کی تعریف	60
23	علامہ بیضاوی اور غیب کی تعریف	60
24	آیت نمبر۳: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ...... (البقرہ 2:31) کی تشریح، تفسیر بیضاوی، نکتۂ خاص	61
25	تفسیر جلالین...... اور تعلیم آدم علیہ السلام	62
26	صاحب تفسیر روح البیان کا تبصرہ قاضی صاحب اور اسماء الٰہیہ کی تعلیم	63

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
27	اسماء الٰہیہ اور حضور سرور انبیاء کی دُعاء	64
28	تعلیم آدم اسماء کل شیء علامہ بغویؒ کی تشریح	65
29	حضرت کو تمام زبانوں کا علم سکھایا گیا	65
30	علامہ شوکانی کے نزدیک آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء سکھا دیئے گئے۔ ابنِ عطیہ کی رائے	66
31	علامہ ابن کثیر کے نزدیک تمام اشیاء موجودہ کے نام معلوم تھے	67
32	مجاہد امام سدّی، حضرت عبد الرحمٰن بن زید اور علامہ بن کثیر کی تحقیق	68
33	صاحب تفسیر کشاف منافع دین و دُنیا کی ہر چیز کی تعلیم دی گئی۔ محمد رشید رضا کے نزدیک بلاتعیین ہر چیز کی تعلیم حضرت آدم کو حاصل تھی	69
34	حضرت امام فخر الدین رازی اور دُنیا بھر کی زبانیں علامہ آلوسی کے نزدیک عالم عُلویّہ سُفلیہ جوہریہ، عرضیہ کا علم حضرت آدم کو حاصل تھا	70
35	اسماء ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ کا علم	71
36	اہل اللہ و عرفاء پر الہام کے ذریعہ سب کچھ واضح و ظاہر ہو جاتا ہے	72
37	بعض عارفین خدائی صفات سے موصوف ہوتے ہیں، آلوسی	72
38	آیت نمبر۴: وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ ...... (آل عمران 3:7) کی تاویل کو علماء راسخین جانتے ہیں	72

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
39	متشابہ آیات کا علم اور علماء راسخین علامہ قرطبی اور آیات محکمات و متشابہات کی تشریح ایک علمی نکتہ	73
40	متشابہات اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ	75
41	ابن عطیہ اندلسی۔ حضرت ابن عباسؓ بھی متشابہات کی تاویل جانتے تھے۔ علامہ جملؒ کی تشریح، راسخ فی العلم کون ہے؟	76
42	حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات، غیب کی خبریں بتانا بچوں کو ذخیرہ کردہ خوراک اور کل کے متعلق معلومات دیتے۔ لوگوں کا خنزیر کی شکل اختیار کر جانا	77
43	من وسلویٰ کا نزول، بنی اسرائیل کا خیانت کرنا اور ذخیرہ اندوزی کے نتائج......	79
44	خلاصہ آیت مبارکہ، واحد متکلم کے صیغے (کہ یہ کام میں کرتا ہوں) پانچ مرتبہ استعمال ہوئے	80
45	علمی برتری، کمالات علمیہ	82
46	آیت نمبر۵: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ...... (آل عمران 3:79)	83
47	تفسیر کبیر، علامہ رازی کی تشریح	84
48	نص قرآن سے اطلاع علی الغیب ثابت ہے مطلقاً اس کا انکار کفر ہے	85
49	قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور صاحب مدارک کی تصریحات	86

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
50	انبیاء دلوں کے اخلاص و نفاق کو جانتے ہیں (باذن اللہ) منافقین کا استھزاء، اگر آپ ﷺ سچے ہیں تو ہمیں یہ بتائیے کہ آپ پر کون کون لوگ ایمان لائیں گے	87
51	علامہ سیوطیؒ اور صاحب جمل کی تحقیقات	90
52	علامہ شوکانی، علامہ قرطبی اور مسئلہ علم غیب	91
53	صاحب کشاف اور علامہ خازن کی تصریحات	92
54	امام سدّی کی روایت، منافقین کا ہنسی اڑانا	94
55	مَابَالُ اَقْوَامٍ، اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے علم کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں؟	95-96
56	علامہ بیضاوی، صاحب روح المعانی اور اہل کشف کی تحقیق ''جتنا چاہا دیا''، یہ ''جتنا اور اتنا'' باعث فتنہ ہے	97
57	حضور علیہ السلام کے علم مَاكَانَ وَ مَايَكُوْنُ کی، اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے قطرہ سے بھی کم ہے لیکن علوم خلائق کے مقابلے میں بحر زخار ہے	98
58	ملا علی قاری لفظ شہید بمعنی ''حاضر''	98
59	آیت نمبر۷: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ الْآيَةَ (النساء 4:41)	98
60	قیامت کے دن حضور کی سرکاری گواہی ہوگی	99-100
61	شہید بمعنی حاضر، ناصر، حامی وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (علامہ قاضی بیضاویؒ)	101

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
62	حضور علیہ السلام پر امت کے تمام اعمال صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں	102
63	علامہ ابن الحاج: لَافَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَ حَیَاتِہٖ امت کے حالات: دلوں کے اسرار اور خیالات سے بھی آپ ﷺ واقف ہیں	103
64	امام غزالیؒ اور مسئلہ حاضر و ناظر	103
65	شاہ عبدالعزیزؒ: حضور نور نبوت سے ساری مخلوقات کو ملاحظہ فرماتے ہیں	103
66	آیت نمبر۸: وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ...... (النساء 6:113) جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا	104
67	مفسرین کرام کی تشریحات	105
68	علامہ بغویؒ اور صاحب مدارکؒ کے نزدیک حضور دلوں کے رازوں اور بھیدوں اور منافقین کے مکر و حیل سے واقف تھے	107
69	امام رازی، امورِ دین، احوال اُمم سابقہ، مکائد شیاطین کو جانتے تھے، علم کا درجہ و شرف تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے	108
70	حضرت قفال کی شاندار تحقیق ساری دنیا کے مال و اسباب کو قلیل کہا گیا ہے وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا	108

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
71	حضرت فاروق اعظم کا ادب و احترام	108
72	وَعَلَّمَکَ مِنْ خَفِیَّاتِ الْاُمُوْرِ وَ ضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ (خازن)	108
73	حضور پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم ہے	109
74	آیت نمبر۹ کی تشریح لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ	113
75	شان نزول۔ حدیث بخاری۔ سلونی سلونی۔ مجھ سے سوال کرو...... من ابی؟ حضور عمر رضی اللہ عنہ کا اُمت پر شفقت فرمانا	114
76	بے مقصد سوال کی ممانعت، لاتقولوا راعنا کثرتِ سوال کی ممانعت، ایک صحابی کا حج کے متعلق سوال	115-117
77	آیت نمبر10: لَاعِلْمَ لَنَا اِنَّکَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ الآیۃ کی شاندار توجیح	118-119
78	ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روز محشر وہی فرمائیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام نے عرض فرمایا	120
79	قابلِ توجہ نقطہ: مسئلہ ھذا کی تفصیلات اور خلاصہ جو احقر نے تفاسیر سے اخذ کیا ہے	123
80	آیت نمبر۱۱: قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ (سورۃ انعام: ۶:۵۰) خزائن علم تو اللہ کے پاس ہیں۔ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔	124

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
81	تشریحات آیت بالا مفسرین کرام (وسکالرز آف اسلام)	126-133
82	آیت نمبر۱۲: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ (سورۃ انعام: ۶:۵۹) تشریح وتفصیل واقوال مفسرین کرام	134-135
83	مدّعا ومقصد	136
84	مولانا احمد رضا خانؒ کی توجیح اور حافظ صلاح یوسف کی تائید	137-138
85	لفظ ''نبی'' کی مختصر سی تشریح	138
86	آیت نمبر۱۳: وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (سورۃ انعام۷۵:۶)	138
87	تشریحات علماء مفسرین کرام	140
88	فرشتہ کی طاقت، ملک الموت کا تصرف فرشتوں کے فرائض اور قبضِ ارواح کا علم	144
89	حضور کے روضۂ مبارک پر متعین فرشتہ اُمّت مُسلمہ کے درودو سلام کو سن کر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے	147
90	آیت نمبر۱۴: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا۔ (سورۃ الاعراف ۷:۱۸۷)	149
91	قیامت کے بارے میں علماء کی تصریحات	149
92	زمین وآسمان کس طرح بھاری ہیں	152

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
93	قیامت کے برپا ہونے کا علم عند اللہ ہے اور صاحب مدارک، روح البیان کی توضیح	153
94	قیامت اچانک آئے گی۔ اس راز کو پوچھیدہ رکھنے کا مقصد؟	154
95	کیا حضور کو قیامت کا علم ہے؟ وقوعِ قیامت کا علم اللہ اپنے محبوبوں کو دے سکتا ہے (شرح المقاصد)	156
96	بعض علماء کے نزدیک باعلام اللہ بعض مشائخ کو بھی وقوعِ قیامت کا علم حاصل ہے (روح البیان)	157
97	آیت نمبر۱۵: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (سورۃ اعراف ۷:۱۸۸)	158
98	تفسیر ابن کثیر کی علمی وضاحت، اِلَّا بِمَا اَطْلَعَ اللّٰهُ	159
	حافظ ابن کثیرؒ اور امام رازیؒ	159
99	علامہ خازن کا بہترین جواب اور تفسیر روح المعانی میں مسلک اہل سنت وجماعت کی توضیح	162
100	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمیہ کی کوئی انتہا نہیں ہمارے حضور کو علم الاولین والآخرین دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)	164
101	صاحب معارف القرآن کا عقیدہ اور مولانا شاہ احمد رضا قادری کا ایمان افروز تبصرہ (خالص الاعتقاد)	165
102	امام احمد رضا اور مولوی محمد منظور نعمانی صاحب کا تائیدی اور اتمام حجت کے طور پر پیش کرنا	166

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
103	فاضل بریلوی کے معتقدات میں مسئلہ علم غیب پر تحقیقی مقالہ / درحدیث دیگراں	168
104	عقیدہ اہل سنت اور الدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ اور علم "مَاكَانَ وَمَايَكُوْن"	172
105	صدرالافاضل کی تحقیق	172
106	قرآنی آیت ۱۶: اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اَلْاٰيَةَ (سورۃ یونس۰:۱۰)	173
107	شانِ نزول۔ تفسیر ابن کثیر میں حافظ صاحب کا اسلام کی وسعت اور اقالیم روم اور فارس تک اسلام کے پھیلنے پر شاندار تبصرہ	174
108	آیت نمبر۱۷: وَمَا يَعْزُبُ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ...... وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۃ یونس۶۱:۱۰)	176
109	کتاب مبین یعنی "خدائی کمپیوٹر" میں ہر چیز موجود ہے	177
110	رَطْبٌ وَيَابِسٌ کا علم "ہر چیز کا علم اللہ ہی کے پاس ہے"	177
111	فوائد مظاہر قدرت وفطرت	178
112	آیت نمبر۱۸: وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (الایۃ) (سورۃ ھود۳۱:۱۱)	180
113	حضور علیہ السلام نے ذاتی خزانوں اور علم غیب کی نفی فرمائی ہے اور بشریت کا اعتراف اور فرشتہ ہونے کی تردید	180

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
114	حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو جواب اور اس کی تفصیل	181
115	صدرالافاضل کا تبصرہ، خلاصہا ورلُب لباب	183
116	ذاتی تصرف، خزائن اللہ کی ملکیت اور ذاتی علم غیب کا دعویٰ نہیں۔ علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین کرام کی تصریحات	184
117	آیت نمبر۱۹: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (الایۃ) (سورۃ ھود۴۹:۱۱)	185
118	علامہ آلوسی بغدادی اور امام فخرالدین رازی نے علم غیب کی دو قسمیں قرار دی ہیں	186
119	علامہ شامی کی تشریح	187
120	امم سابقہ اور مشکلات انبیاء کرام	189
121	انباء الرسول کا مقصد کیا تھا	190
122	آیت نمبر۲۰: وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ یوسف۵۸:۱۲)	190
123	انبیاء کے علمی مراتب	190
124	حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر جمیل	191
	حضرت یوسف علیہ السلام، علم الرؤیاء کے ماہر تھے	
125	حضرت یوسف علیہ مجمع المحاسن تھے	194
126	حضرت یعقوب علیہ السلام کی غیبی خبر بھیڑیے کا قصہ / اور برادران یوسف علیہ السلام	194

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
127	حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا، درحقیقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں تھا، لیکن یہ امتحانِ عظیم تھا	197
128	حضرت یعقوب علیہ السلام کیوں روئے عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کا آئینہ دار تھا	199
129	اقوال مفسرین کرام	200
130	یعقوب علیہ السلام کی آزمائش ختم رقافلہ کی روانگی	203
131	حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتا	205
132	حضرت یعقوب علیہ السلام کی قوت شامہ	206
133	خدا کی قدرت کا نظارہ، بصیرت و بصارت کی مبارک ساعت اور علمیّت کا اظہار	207
134	آیت نمبر۲۱: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ...... (الآية) سورۃ النحل ۱۶:۸۹)	209
135	وباشد رسول شما بر شما گواہ، زیرا کہ او مطلع است بنورِ نبوت...... شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	210
136	شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور مسئلہ شہود حضور امام غزالی اور مسئلہ خطاب، خواجہ سہروردی قدس اسرارھم	211
137	عارف باللہ علامہ نورالدین حلبی	212
138	خواجہ بہاءالدین نقشبندی اور زمین ردنیا کی مثال	213
139	معنی تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ	214

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
140	مَا حَصَلَ مِنَ الْكَلَامِ	216
141	آیت نمبر۲۲: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ......(الآية)	216
142	مسئلہ روح، علم قلیل کی حقیقت	218
	امام احمد رضا کی تحقیق انیق۔ قلت و کثرت کی اصلیت اور مفسرین کی تصریحات	219
143	علم روح کے متعلق مفسرین کرام کی آراء و تحقیق علامہ ابن کثیر کے خیالات	220
144	صاحب تفسیر مظہری کی مسئلہ روح کے بارے میں تحقیق	223
145	فائدہ جلیلہ اور تفسیر ابن جریر	225
146	علامہ ابن حجر اور علم روح رعلامہ عینی کی رائے	227
147	قلت و کثرت، ایک اصول و پرنسپل	228
148	کیا روح کا علم پیغمبرِ خدا کو تھا یا نہیں	228
149	امام فخر الدین رازی اور علم روح	229
150	صاحب روح المعانی کا موقف اور ملا علی قاریؒ	231
151	آیت نمبر۲۳: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ (سورۃ النحل ۱۶:۷۷)	234
152	تفسیر ابن کثیر، مظہری کی تنقیح کے مطابق انبیاء کرام و مرسلین غیب پر مُطّلع ہیں، علم غیبِ مُطلق اللہ کا خاصہ ہے۔	235
153	اصحاب کہف اور ان کی تعداد، اقوال مفسرین کرام	236

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
154	آیت نمبر ۲۴: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (سورۃ النور ۱۱:۲۴)	237
155	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی اور اس کا پس منظر	237
	بعض لوگوں کا اعتراض کہ اگر حضور کو علم غیب ہوتا تو اس قدر پریشان کیوں ہوئے	239
156	آیت نمبر ۲۵: يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ...... (الاية) (سورۃ الاحزاب ۶۳:۳۳)	241
	قیامت کا قیام اَسْرَارِ الٰهِيَّه میں سے ہے	242
157	حاشیہ تفسیر نور العرفان، حاشیہ صاوی "روح اخفی الامور" میں سے ہے	242
158	ای لم یطلع علیه احد (جَلَالَيْن)	242
	علامہ صاویؒ کی توضیح : فَلَمْ يَخْرُجْ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى اِطَّلَعَهُ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُغَيَّبَاتِ	
159	قرآنی آیت ـ ۲۶: وَلَآ اَصْغَرَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○ (سورۃ السباء ۳:۳۴)	244
160	قیامت دفعۃً آئے گی، ہر چیز کا علم لوحِ محفوظ میں ہے، کفار، موت، آخرت۔	245

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
161	علوم خمسہ کا ذکر	245
162	قرآنی آیت ۲۷: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ...... (سورۃ لقمان 31:34)	246
163	تفسیر خازن، مظہری "علوم خمسہ" کوئی ملک مقرب یا نبی مصطفیٰ (بے تعلیم الٰہی) نہیں جانتا	247
164	صاحب مدارک، علامہ آلوسی کی تشریحات	248
165	کیا علوم خمسہ کو اللہ کے محبوب انبیاء عظام و اولیاءِ کرام بھی جانتے ہیں؟	249
166	شرح المناویؒ اور علامہ آلوسیؒ مسئلہ علم غیب پر دلائل	250
167	علم ذاتی و استقلالی کی توضیح	251
168	غیبِ ذاتی، اللہ تعالیٰ کی ذات سے مختص ہے۔	252
169	علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ کے سات دلائل اور ان کی تشریحات......	252

علوم خمسہ بمطابق آیاتِ قرآنیہ

170	علوم خمسہ اور علم الساعۃ	258
171	علامہ ابن کثیرؒ سورۃ لقمان کی مندرجہ ذیل آیت کے تحت فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ...... (لقمان 31:34)	259
172	حضور علیہ السلام پر بطور معجزہ اور صحتِ نبوت کے طور مغیبات کو ظاہر فرمایا ہے۔ علامہ آلوسیؒ	260

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
173	مفاتیح الغیب میں پانچ چیزوں کا ذکر	261
174	علمِ قیامت اور علامہ آلوسی۔ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کی تشریح	262
175	اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ اور امام فخر الدین رازی علامہ آلوسی اور علومِ خمسہ کی مزید تشریح	263
176	علوم خمسہ اور شارح بخاری علامہ عسقلانیؒ	264
177	خواص ملائکہ علیہم السلام کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ نہ تھا، صاحب مواہبِ اللّدُنیہ	265
178	علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اور علوم خمسہ	266
179	الشیخ المناوی اور الشیخ احمد ملاجیون رحمۃ اللہ علیہما اور علوم خمسہ کی تشریح	267
180	اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین اولیاء کرام کو عُلُومِ خمسہ پر مطلع فرماتا ہے (بیضاوی، مدارک) علم روح اور علامہ ابن الحجر الھیتمی الشافعی)	268
181	اللہ ہی عالم الغیب ہے اور دلوں کے اسرار سے واقف	269
182	آیت نمبر۲۹: اِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ الْغَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... (سورۃ فاطر 38:35)	269
183	اللہ کے ہاں ہر رطب ویابس کا ریکارڈ موجود ہے	270
184	آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کس چیز کا نام ہے؟	272
185	آیت نمبر۳۰: مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْكِتٰبُ الاٰیۃ (سورۃ الشوریٰ 41:52)	272

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
186	مفتی بغداد، تفسیر روح المعانی کی تحقیق	275
	تمام انبیاء اپنی بعثت سے پہلے مؤمن تھے	
187	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے	276
188	انبیاء کرام کی عصمت کا مسئلہ	276
189	انبیاء کرام قبل نبوت معصوم ہوتے ہیں (خازن، جمل، شوکانی)	279
190	آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت موحِّد تھے	280
191	ناموس الٰہی کا ظہور اور اطمینانِ قلب غار حرا کی خلوتِ گزینی، رُؤیاء صادقہ	281
192	میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟	282
193	آیت نمبر۳۱: وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ الاٰیۃ (سورۃ الاحقاف 56:9)	282
194	نکتۂ علمی، آیتِ بالا منسوخ ہے	283
195	علامہ سیّد آلوسیؒ کی تحقیق نفیس	285
196	حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی آیتِ بالا کے متعلق تحقیق	287
197	لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ علامہ قرطبیؒ	290
198	غزوہ حدیبیہ سے چار سال قبل، حضور کو غفرانِ ذنب کا علم تھا (روح المعانی)	291

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
199	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور علامہ بغویؒ کی تحقیق	292
200	حضور علیہ السلام کا ہجرت سے متعلق خواب رصحابہ کی مسرت مشرکین، منافقین اور یہود کی کجروی۔ (رازی) بخاری شریف اور حدیث درایت	295
201	علامہ کرمانیؒ اور درایت تفصیلیہ	296
202	ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی توجیہ	297
203	علامہ ابن کثیرؒ کے نزدیک نفی ''بے تعلیم الٰہی'' کے ہے ہمارے اعمال، عالم برزخ میں، ہمارے، آباء واجداد بھی ملاحظہ فرماتے ہیں	298
204	ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اور علمِ غیب عطائی	299
205	درایۃ اور علم کا فرق رلغات کی روشنی میں	300
206	فتح مُبین کی بشارتِ عظمیٰ	303
207	آیت۔۳۲: اِنَّا فَتَحْنَالَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا اْلاٰيَة (سورۃ الفتح ۱،۲،۳:۴۸)	303
208	اِنَّا فَتَحْنَا کا شانِ نزول، تفصیلی پس منظر	304
209	اللہ کا نبی وحی سے بولتا ہے آیت۔۳۳: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (سورۃ النجم ۳،۴،۵:۵۳)	306
210	فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى کی مختصر تشریح	307
211	لَيْلَةُ الْمِعْرَاج، رُؤيةِ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى	309

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
212	اُمّ المؤمن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اور دیدارِ خداوندی مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَءٰى رَبَّهٗ ...... کا مفہوم	310
213	ایک اعتراض: اور اس کا جواب، امام نوویؒ	310
214	رُؤیتِ عینی بروایت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما	312
215	لاتدرکہ الابصار کی تشریح رادراک بمعنی احاطہ	314
216	رسول اللہ نے رب تعالیٰ کو اپنے سَر کی آنکھوں سے دیکھا ہے	315
217	وحی کی صورتیں رادراک، رؤیت کی تفصیل	316
218	دیدارِ الٰہی، وجوہ یومئذ ناضرۃ، اکابرینِ امت کا عقیدہ	317
219	موسیٰ علیہ السلام کا دیدار ایزدِ متعال کی درخواست	317
220	فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں لَوْدَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَاَحْتَرَقْتُ	320
221	سیّد قطب اور دیار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت۔۳۴: الرحمن علم القرآن، خلق الانسان علمه البيان (سورۃ رحمن ۱، ۲، ۳، ۵۵) تعلیم مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنَ	321
222	سورۃِ رحمٰن عروس القرآن ہے	322
223	حضرت آدم علیہ السلام سات لاکھ زبانوں کو جانتے تھے	323
224	انسان سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد بیان مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنَ ہیں	324
225	تفسیر قرطبی: عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تشریح	325

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
226	آیت۔۳۵: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا...... (سورۃ الممتحنۃ ۶۰:۱)	326
227	حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ...... غیب کی خبر روضۂ خاخ پر ایک خاتون کی گرفتاری، فاروقِ اعظم کی غیرتِ دینیہ، شرکاءِ اہلِ بدر کی فضیلت	329
228	عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسولوں پر اپنا غیب ظاہر فرماتا ہے آیت۔۳۶: عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا...... (سورۃ الجن ۲۶۔۲۷: ۷۲)	333
229	علم غیب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بیضاوی)	334
230	مفسرین کرام اور آیتِ ھذا کی تشریح علم غیب پر اولیاء اللہ کو بھی اطلاع دی جاتی ہے	335
231	حافظ عمادُ الدین الدمشقی اور مسئلہ علم غیب علامہ الشیخ سلیمان الجمل کی وضاحت	337
232	تفسیر فتح القدیر، علامہ شوکانی کا علمِ غیب پر تبصرہ	338
233	حضور کی نبوت اور آدم علیہ السلام کی ابتداء تخلیق	339
234	انبیاء کی عصمت، کتبِ علم کلام وعقائد......	340
235	علامہ قسطلانی اور علمِ غیب	340
236	آیت۔۳۷: اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ...... (سورۂ علق ۴، ۹۶:۵)	342
237	قلم کی برکات، یہ اللہ کی نعمت ہے، دین و دنیاء کے علوم و فنون کی تخلیقات و معلومات قلم ہی کی مرہون منت ہیں	343

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
238	قلم کی خصوصیات/قلم کی تین اقسام، انسان سے کیا مراد ہے؟ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا الخ ودیگر تفصیلات	344
	باب دوم: **احادیث مبارکہ، مسئلہ علم غیب**	351
239	تصریحات محدثین کرام رحمھم اللہ وتعالیٰ	351
240	غزوۂ بدر، صنادید قریش اور اُن کی قتل گاہوں کی نشاندہی۔ غیبی خبر (کل کیا ہوگا)	352
241	سماعِ موتیٰ کا مسئلہ	354
242	جنت کی بشارت/خلفاء کی شہادت کی اطلاع	355
243	اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَانِ الْکِتَابَانِ/ ھٰذَا کِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ اسماء اھل جنت اور دوزخ والوں کے نام	355
244	حدیث۔۴: فیما یختصم ملاء الاعلی، فیضانِ یدِ قدرت پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود	361
245	ملا علی قاریؒ کی وضاحت، ابراہیم علیہ السلام وَ فَتْحِ اَبْوَابِ الْغُیُوْب، اَرْض وَ سَمَاء کی کائنات کا ملاحظہ فرمایا	362
246	پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین بود...... حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں، (شیخ محققؒ)	363
247	اربابِ سلوک کی منازل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین و وصول الی اللہ، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی رفعتِ نگاہ، حقائق وصفات کا ملاحظہ فرمانا	364

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
248	علامہ طیبی، غیبت کے دروازوں کا کھلنا	365
249	بھیڑیے کی گفتگو، ہمارے نبی کے متعلق يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ کی خبر دینا	367
250	حضرت حذیفہ کی حاضری، مَاحَاجَتُكَ، اللہ، تیری اور تیری والدہ کی بخشش فرمائے۔ جنت کی بشارت وغیرہ	369
251	باب البکاء والخوف۔ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ	371
252	اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا (الحدیث) حضور قیامت تک کے واقعات کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں	373
253	مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ، قَائِدِیْنِ فِتَنٍ وَارْتِدَادٍ کا ذکر، بدعتی علماء، شفاک حکام و اُمراء	374
254	حضور کا صُعُوْد عَلَی الْمِنْبَرِ اور خطبہ، حوض کوثر، مفاتیح خزائن الارض، بے شمار حوادثات اور وقائع کا ملاحظہ فرمانا۔	375
255	شہداء اُحد کی ۸ سال بعد صلوٰۃِ جنازہ	376
256	تین صحابہ کرام کی شہادت، خالد بن ولید کے ہاتھوں فتح کی غیبی خبر (غزوہ موتہ)	379
257	غزوہ موتہ اور تین جلیل القدر صحابہ کی شہادت کی خبر دینا	380
258	اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ، حضور کی نگاہ کا اعجاز	381
259	اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے	383

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
260	ربیعہ بن کعب کا واقعہ من از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا نہ کُنی	384
261	اگر خیرِ دُنیا و عُقبیٰ آرزو داری بدر گاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن	385
262	مُلّا علی قاریؒ اور اختیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم	386
363	مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ	387
264	سراقہ بن مالک اور کسریٰ کے کنگن پہننے کی غیبی بشارت	389
265	فتنۂ دجّال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی اخبار	390
266	دجّال کے ساتھ لڑنے والوں کے نام اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَهُمْ وَاَسْمَاءَ آبَائِهِمْ	391
267	قیصر و کسریٰ کی ہلاکت اور فتوحات کی اطلاع	393
268	ابتداء آفرینش سے لے کر تا قیام قیامت (دخول اھل الجنۃ والنار) کے احوال کا ذکر	394
269	اسلام کی برتری۔ برطانوی پارلیمنٹ کے مسلم ممبران اور لوکل کونسلرز کا وجود۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ	395
270	جنت اور جہنم میں سب سے آخری داخل ہونے والے افراد کو میں جانتا ہوں	396
271	اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَافَخْرَ اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدَیَّ	398

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	باب ثالث: **علمِ غیب کا اِطلاق اور اس کے دلائل وتفصیلات**	401
272	حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات اور ''علم غیب'' کا اطلاق واستعمال	402
273	علمِ غیب ذاتی واستقلالی خاص اللہ کے لئے ہے	403
274	علمِ غیب ذاتی، استقلالی اور عطائی والہامی واعلامی	404
275	قاضی بیضاوی، ابن جریر، شوکانی، قرطبی، قسطلانی کی تشریحات اور اِطلاق علمِ غیب......	406
276	علامہ تفتازانی اور ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب، علامہ زرقانی اور آپ کی وضاحت: اَلَّتِیْ هِیَ الْاِطِّلَاعُ عَلَی الْغَیْب	409
277	امام احمد رضا، بحوالہ نسیم الریاض، زرقانی، خازن اور علامہ شامی اطلاق لفظ ''علم غیب''	410
278	علامہ میر سیّد شریف اور آپ کی ایمان افروز تحقیق۔ امام احمد رضا اور شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رضوی لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق آنحضرت پر درست نہیں سمجھتے	411
279	''عالم الغیب'' خدا کی صفت ہے امام احمد رضا قادری بریلوی اور مسئلہ علمِ غیب	414
280	اللہ تعالیٰ کے علمِ حقیقی، مُحیطِ کُل کے مقابل، حضور علیہ السلام کا علم ایک قطرہ سے بھی کم ہے	415

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
281	علم کی تقسیم ذاتی اور عطائی	416
282	خدا اور مخلوق کے علم میں بُعد المشرقین ہے ایک مظلوم اور وقت کے عظیم سکالر امام احمد رضا کا تجزیہ	417
283	عقیدۂ علم غیب اور امام احمد رضا قادریؒ شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا ایمان افروز عقیدہ	418
284	امام غزالیؒ اور تشہد میں السلام علیك ایها النبی کا خطاب آہ، فقیہ اُمت کا مشرب	421
285	علامہ شامیؒ اور امام شعرانیؒ کا عقیدہ	422
286	مخالفین کا نظریہ، قابلِ اعتراض عبارت تعظیم مصطفیٰ در حالتِ نماز، ایمان افروز تبصرہ	424
287	قیامت جمعہ کے دن ہوگی، اربعہ عناصر کا علم، ادراک وشعور اور شاہ عبدالحق محدثِ دہلویؒ	431
	باب چہارم: **علم ماکان وما یکون وعلمِ لوحِ محفوظ اقوال** **علماء اور محدّثین کرام**	433
288	کُلُّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ○ اور فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کی محققانہ تصریحات	436
289	ملاءِ اعلیٰ میں فرشتوں کا آپس میں جھگڑا اشراف فرشتوں کا باہمی رشک	438

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
290	علومِ خمسہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ	439
291	رأس العلماء حضرت مُلّا علی قاریؒ مکّی کی تحقیق اور علامہ عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں	440
292	امام فخر الدین رازی، امام احمد رضا کا ارشاد قرب وبعد کی مسافتیں۔ درراہِ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست	442
293	امام غزالی علیہ الرحمۃ اور معارفِ الٰہیہ، اَسرارِ ربانیّہ کی اطلاع	443
294	حضرت عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ، مردِ مؤمن کی نگاہ میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک حلقہ انگوٹھی کی طرح ہیں۔	444
295	شاہ عبدالحقؒ کی تصریحات، شاہ ولی اللہؒ اور تجلیّاتِ ربانیّہ کا ظہور، فیوض الحرمین	445
296	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اطلاع لوح محفوظ	446
297	لوحِ محفوظ اور نگاہِ اولیاءِ کرام، مَاکَانَ وَ مَایَکُوْنُ کا علم اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	447
298	علم مَاکَانَ وَ مَایَکُوْنُ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی العثمانیؒ	448
299	علامہ خازن: عَلَّمَ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَا کَانَ وَمَایَکُوْنُ	448
300	علامہ قرطبیؒ اور بیان مَاکَانَ وَ مَایَکُوْنُ۔ حافظ ابن حجرؒ شارح بخاری کی تصریح	449
301	علامہ خرپوتی اور علمِ مَاکَانَ وَ مَایَکُوْنُ	450

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
302	علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ "اِذْ لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَ حَیَاتِہٖ الخ	453
303	اِحیاء العلوم: امام غزالی کا خاص نکتۂ علمی، اور صاحبِ مدارج النبوۃ، اور شانِ رسالت علامہ قسطلانیؒ اور علامہ تفتازانیؒ کی تصریحات	454
304	ملا علی قاریؒ اور علم لوح محفوظ اعلاء کلمۃ اللہ۔ سیّد العلماء والفقراء پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی بارگاہِ رسالت میں	455
305	روح اور غیب۔ پیر سیّد گولڑوی قدس سرہ العزیز حوالہ ملا علی قاری اور لوح محفوظ۔ ازافادات گولڑوی حضرت حسانؓ اور مسئلہ علم غیب	456
306	لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء	457
307	بزرگانِ دین کی وسعتِ نظر کی ایک جھلک ملا علی قاریؒ۔ علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی تصریحات	458
308	علامہ شبیر احمد عثمانی رلوحِ محفوظ است پیش اولیاء	465
309	مولانا اشرف علی تھانوی اور التکشف	467
	باب پنجم **اَقوالِ علماءِ کرام اور اُن کے فتاویٰ درمسئلۂ علمِ غیب**	468
310	وعندہ مفاتح الغیب کا مطلب	469

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
311	علامہ شامی اور مسئلہ علم غیب، (رسائل ابن عابدین) امام نووی کی تشریح	470
312	فتاویٰ بزازیہ کی عبارت کا مطلب	471
313	علامہ آلوسی اور علم استقلالی	472
314	بحرالرائق شرح کنزالرقائق شہادت خدا اور رسول اور انعقاد نکاح فتاویٰ قاضی خان رجل تزوج امرۃ بغیر شھود خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم	473
315	صاحب بزازیہ کی عبارت کا مقصد اور فتاویٰ شامی وغیرہ کا مطلب و تشریح	474
316	ملا علی قاریؒ اور شرح فقہ اکبر کی عبارت کی تشریح	475
317	اطلاع علی الغیب اَمرٌ مُتَحَقِّقٌ ہے (نسیم الریاض) شاہ عبدالعزیزؒ کی تصریح	476
318	پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب اور حیقت محمدیہ کے جلوے نیز حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ارشاد (''امداد السلوک''، ''شمائم امدادیہ'')	477
319	علامہ احمد سعید کاظمی کا استقلال شاہ محمد اسماعیل دہلوی اور کشفِ ارواح و اطلاع لوح محفوظ	479
320	مسئلہ علم غیب اور مفتی خیر المدارس کا تجزیہ	481

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
321	علم ذاتی اللہ عزوجل سے مختص ہے جو ایک ذرہ برابر بھی غیر اللہ کے لئے ثابت کرے وہ کافر ہے (امام احمد رضاؒ کی تصریح	482
322	مولانا کرامت کی وضاحت بابت مسئلہ علم غیب	482
323	مولانا غلام رسول سعیدی اور مسئلہ علم غیب	483
	باب ششم: مخالفین حضرات کی عبارات۔ چند اقتباسات	485
324	تقویۃ الایمان پر تبصرہ از علامہ انور شاہ کاشمیری شاہ محمد اسماعیل دہلوی اور مسئلہ علم غیب	486
325	مولانا شاہ اسماعیل صاحب کی چند متنازعہ عبارات	487
326	مسئلہ امتناع النظیر اور مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''	491
327	''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے......'' معاذ اللہ انبیاء بڑے بھائی ہوئے''	492
328	نبی اللہ کی زندگی حیاۃ النبی	493
329	شاہ اسماعیل صاحب کی عبارات متنازعہ فیھا	493
330	یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں انبیاء عاجز...... اور ہمارے بھائی...... اصلی مشرک...... اور دیگر عبارات......	493

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
331	ناطقہ سر بگریبان اسے کیا کہئے	494
	کتاب تقویۃ الایان اور مولانا رشید احمد گنگوہی	
332	تقویۃ الایمان کے مسائل اور گنگوہی صاحب کا تبصرہ	496
333	یہ تضاد بیانی، حیرت وگردات۔ اسے کیا کہیں؟	498
334	مولانا خلیل احمد انبیٹھوی المہند اور علماء عرب	499
335	مولانا خلیل احمد کا اپنا فتویٰ	499
336	صاحب بُلغۃ الحیر ان کی نئی بدعت واختراع	500
337	کیا انبیاء کا مرتبہ ایک چمار سے بھی کمتر ہے	500
338	نماز میں نبی کا خیال، بیل گدھے اور بیوی کے ساتھ مباشرت......	501
339	علامہ غزالی اور فتاوی شامی کا نماز میں تصور درود وسلام تشھد مین بطور انشاء کے ہے	502
340	مولانا تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی عبارت کے لئے مریدین کی تجاویز	503
341	علماء کا بورڈ اور لفظ ''ایسا'' کی تشریح کی تاویلات	505
342	جناب مولانا مرتضیٰ حسن دربھنگی کی تشریح	505
343	جناب مولانا منظور صاحب سنبھلی کی توجیہ، مناظرہ بریلی کا پس منظر	506
344	مناظرہ بریلی کی چند جھلکیاں	507

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
345	فتح الحدیث مولانا سردار احمد صاحب ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ	507
346	مولوی منظور احمد صاحب لفظ ''ایسا'' کی توجیح ''اتنا'' اور ''اس قدر''	508
347	مولانا تھانوی صاحب کا جواب۔ بسط البنان..... متعدد علماء کی رپورٹ کا خلاصہ اور نتیجہ ملاحظہ ہو	510
348	دربھنگی صاحب کی رائے میں لفظ ''ایسا''، ''اس قدر'' اور ''اتنے'' کے بھی آتے ہیں (مولانا حسین احمد مدنی صاحب کی توجیح......	511
349	جناب منظور احمد سنبھلی کے نزد لفظ ایسا بمعنیٰ ''اتنا اور اس قدر'' کے ہیں	511
350	تھانوی صاحب کی عبارت متنازعہ فیھا پر عالمانہ تجزیہ	512
351	مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی اور مسئلہ علم غیب	516
	ازالۃ الریب میں عقیدہ علمِ عیب کو غیر اسلامی کہا گیا ہے	
352	امت مسلمہ پر تکفیری میزائلوں کی یلغار ذاتی اور عطائی کی تضحیک، بلکہ علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کی بلا تامل اور بلاتردد تکفیر کرتے ہیں	518
353	اہل سنت وجماعت کا غیب کے متعلق عقیدہ	519
354	اب یہ بھی دیکھ۔ ہر طرف گرداب	520
355	فائدہ۔ احکام غیبیہ کا علم	522

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
256	علوم خمسہ اور اولیاء کرام	522
357	مولانا غلام فرید ہزاروی اور مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب کی تحریر میں قارئین کرام کے لئے تجزیاتی فکر انگیز سامان	523
358	علماء دیوبند کے اکابرین کی چند عبارات	527
359	مولانا رشید احمد گنگوہی کا ارشاد اور انبیٹھوی صاحب کی دلآزار عبارت شیطان اور حضور علیہ السلام کے علم پر تبصرہ	528
360	امام احمد رضا کا علماء حرمین سے بالآخر رجوع	529
361	اور تھانوی صاحب ودیگر حضرات کی عبارات متنازعہ فیھا کا عربی ترجمہ اور علماء حرمین کے جوابات (ملاحظہ ہو حسام الحرمین)	530
362	تنقیح عبارت	533
363	مفتی کفائت اللہ صاحب اور مسئلہ علم غیب	534
364	ماحاصل کلام (اختتام)	536
365	کتابیات	538

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

راقم الحروف کا ارادہ تھا کہ مسئلہ علم غیب پر ایک چھوٹا سا رسالہ، عام فہم زبان میں لکھوں گا تا کہ بآسانی مسئلہ کی نوعیت اور عقیدۂ اہلِ سنت کو سمجھا جا سکے۔

لیکن جب آیات واحادیث کے مطالعہ اور علماءِ مُفسرین اور محدثین کرام کے اقوال وتشریحات کو ملاحظہ کیا، تو چار و ناچار قلم بڑھتا گیا اور سبجیکٹ کی مناسبت اور نزاکت کے پیش نظر انہی کے طریقۂ کار، اِصطلاحات اور اسلوب بیان واندازِ فکر کو اپنانے کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

ہم نے بالترتیب الٓمّٓ سے لے کر والناس تک، مشمولاتِ موضوع کا بالاستیعاب احاطہ کیا ہے اور کسی قدر مکرّر آیات کو حذف کر دیا ہے اور مثبت اور منفی ہر دو پہلوؤں پر محققین علماءِ اسلام اور بزرگان دین کی تصریحات کو آپ کے سامنے رکھا ہے تا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

آیاتِ قرآنیہ کی تشریحات مفسرین کرام کی عبارات اور محدثین کی تصریحات اور اُن کے تراجم کی وجہ سے کتاب کے حجم کا بڑھ جانا قدرتی امر ہے۔ اور منفی طرزِ عمل کے علماء کی اختلافی عبارات متنازعہ فیھا کی بھی کسی قدر جھلک

پیش کرنے کی جسارت محض اس لئے کی ہے تاکہ قارئین کرام اہل سنت و جماعت کے اکابرین کی تحقیقات اور اُن کے ملفوظات کو سامنے رکھ کر خود تجزیہ فرما سکیں اور عظمتِ محمد ﷺ پر مبنی چند واقعات اور مزید آیات اور ان کی تشریحات کو بھی درج کر دیا ہے تاکہ تصویر کے دونوں رخ طشت از بام ہو جائیں، ورنہ ہمارا مدعا ہرگز نہ کسی کی تنقیص و توہین مقصود ہے اور نہ ہی ملتِ سلامیہ کی اجتماعی حصار میں شگاف ڈالنا ہے۔

ہمارا مقصد صرف احقاقِ حق اور اُمت کے اجتماعی عقیدہ کی ترجمانی ہے۔

امید ہے کہ اربابِ علم وفضل بندہ کی اس ناچیز سعی کو بہ نظرِ تحسین دیکھیں گے۔

نفسِ موضوع کی تفہیم وعظمت کی خاطر بعض مکررات...... کا اندراج بھی وجہ جواز، اباحت اور حکمت سے خالی نہیں، بمصداق:

ے
اَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَّنَا اَنَّ ذِكْرَهُ
هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

بہرکیف راقم آثم کو اس میدان میں اپنی بے مائیگی اور علمی بے بضاعتی کا پورا احساس ہے تاہم اہلِ علم سے چشم پوشی کی عرضداشت کے ساتھ، نیک دعاؤں اور اصلاح کی درخواست ہے۔ مولیٰ کریم اپنے حبیبِ لبیب کے طفیل بندہ کی اس حقیری سی کوشش کو سعیٔ مشکور کا درجہ عطا فرما کر نہ صرف میری بلکہ میرے والدین، اساتذۂ کرام اور معاونین کی بھی بخشش ونجات کا ذریعہ ٹھہرائے اور اسے ہمیشہ قبول ودوام بخشے۔

آمین یارب العالمین

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه، افضل الانبياء والمرسلين سيّدنا محمد و آله و اصحابه اجمعين الی يوم الدين. برحمتك يا ارحم الراحمين.

رقمہ

شاہ محمد کان اللہ لہ

(المدعو بابی المحمود نشتر)

امام وخطیب المرکز الاسلامی، مدینہ مسجد

وَزَعِيم مدنية العلوم

کارڈف۔ساؤتھ۔ویلز

یو۔کے U.K.

۳۰ مارچ ۲۰۰۹ء بمطابق ۳/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہٗ وعلی آلہ وصحبہ آجمین وبارك وسلم

باب اوّل

مسئلہ علمِ غیب

آیت نمبر۱: الٓمّٓ: حروفِ مُقطعات اوراقوالِ علماء ومُفسّرین:

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جس قدر حروفِ مقطعات موجود ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سربستہ راز واَسرار ہیں، جن کے مطالب اور معانی سے کماحقہ وہی واقف ہیں۔ (اور بعض علماء کی توجیحات وترجیحات اصل حقیقت (Cctual Reality) سے بعید ہیں جو ان حقائق سے منہ چڑاتے ہیں)

اگر یہ توجیہ تسلیم نہ کی جائے تو لامحالہ قرآن پاک پر اعتراض لازم آئے گا کہ قرآن میں ایسے حروف والفاظ بھی نازل ہوئے ہیں جن کے معانی ومطالب سے صاحب قرآن بھی بے خبر ہیں اور وہ الفاظ مہمل اور بے مقصد قرار پائیں گے۔ حالانکہ قرآن حکمت واسرار سے بھری ہوئی کتاب ہے، اور پھر قرآن کا مُہمل ہونا اُصول بلاغت اور فصاحتِ قرآن کے بھی خلاف ہے۔

تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حُرُوفِ مقطعات کا علم یقیناً رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ تعلیم الٰہی حاصل ہے۔ اور یہ سرِّ مکتوم ہے جو اہلِ ظاہر کے لیے بڑا چیلنج ہے۔

علامہ بیضاویؒ اور حروفِ مقطعات:

المتوفی 685ہجری: اس مقام پر ہم علامہ بیضاوی اور بیہقی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رَحِمَهُمَا اللہ تعالیٰ) کی تصریحات کو قدرے تفصیل سے پیش کرتے ہیں تا کہ مسئلہ ہذا کے سمجھنے میں اربابِ نظر کے ذوق کو نہ صرف تسکین ملے بلکہ بخیل علماء اور کتمانِ حق کرنے والوں کی تلبیسات بھی اُن پر واضح ہو جائیں۔

علامہ بیضاوی:

رقم طراز ہیں:

وَاسْتُدِلَّ عَلَيْهِ بِانَّهَا لَوْلَمْ تَكُنْ مُفْهِمَةً كَانَ الْخِطَابُ بِهَا كَالْخِطَابِ بِالْمُهْمَلِ وَالتَّكَلُّمُ بِالزِّنْجِيِّ مَعَ الْعَرَبِيِّ. وَلَمْ يَكُنِ الْقُرْاٰنُ بِاَسْرِهَا بَيَانًا وَّهُدًى وَلَمَّا اَمْكَنَ التَّحَدِّيْ بِهٖ وَاِنْ كَانَ مُفْهِمَةً. [1]

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر متشابہات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوتو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آپ سے جس کلام کے ذریعے خطاب ہے وہ خطاب بالکل مہمل اور بے مقصد ہوگا۔ ایک زنگی حبشی (غیر عربی) کا عربی کے ساتھ بات چیت کرنا خلافِ عادت ہے، اسی طرح قرآن پاک ایک واضح حقیقت اور بیانِ وافی کی صورت میں ہرگز نہیں رہے گا جو کہ تبیانًا و بیانًا واضحا کے قطعاً خلاف ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَالْحَقُّ عِنْدِيْ اِنَّهَا مِنَ الْمُتَشَابِهَاتِ وَهِيَ اَسْرَارٌ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَيْنَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْصُدْ بِهَا اَفْهَامَ الْعَامَّةِ

۱؎ بیضاوی شریف ص۲

بَلْ اِفْهَامَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اِفْهَامَ مَنْ كَمَّلَ اِتِّبَاعَهٗ. [1]

ترجمہ: اور میرے (قاضی صاحب) نزدیک حق یہ ہے کہ حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ دراصل اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان اَسرار ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو سمجھانے کا ارادہ نہیں فرمایا، بلکہ افہامِ رسول ان سے مقصود تھا اور جس کو سمجھانا چاہا جو حضور کی اتباع میں مکمل ہوئے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے ان پیروکاروں کو بھی اس راز سے واقف کر دیتا ہے جو حضور کی اتباع میں کاملین ہیں)

اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں اور (یہ) دراصل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے درمیان اَسرار و رموز ہیں ان سے عوام الناس کو سمجھانا مقصود نہ تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانا تھا۔ اور جو لوگ رسول اللہ کی اتباع میں کامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی یہ راز واسرار سمجھا دیتا ہے۔

قاضی صاحب:

مزید فرماتے ہیں:

وَقِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِسْتَأْثَرَ بِعِلْمِ الْمُقَطَّعَاتِ وَ وَالْمُتَشَابِهَاتِ مَا فَهِمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم وَلَا لَعْدٌ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ. وَهٰذَا بَعِيْدٌ جِدًّا فَاِنَّ الْخِطَابَ لِلْاِفْهَامِ، فَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُفْهِمَةً كَانَ الْخِطَابُ بِهَا كَالْخِطَابِ بِالْمُهْمَلِ اَوِالْخِطَابُ بِالْهِنْدِيِّ مَعَ الْعَرَبِيِّ. وَلَمْ يَكُنِ الْقُرْآنِ بِاَسْرِهَا بَيَانًا وَّهُدًى. وَيَلْزَمُ اَيْضًا اَلْخُلْفُ فِي الْوَعْدِ بِقَوْلِهٖ

۱؎ (تفسیر مظہری ج۱ ص۱۴)

تَعَالٰی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ، فَاِنَّهٗ یَقْتَضِیْ اِلٰی بیانِ الْقُراٰنِ مُحْکَمَهٗ وُمُتَشَابِهَهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی لِلنَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم وَاجِبٌ ضَرُوْرِیٌّ.[1]

بعض نے یہ کہا ہے کہ حروف مقطعات اور متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات تک محدود رکھا ہے، انہیں نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی پیروکار سمجھتا ہے۔

حالانکہ یہ بات حقائق سے بہت دُور ہے، اس لئے کہ خطاب اِفہام وتفہیم کے لیے ہوتا ہے، اگر آپ ان کے مطالب کو نہیں سمجھتے تھے تو پھر ان حروف کے ساتھ آپ کو خطاب کرنا مہمل ہوگا، جس طرح ایک عربی بولنے والے سے اردو (ہندی) میں گفتگو کی جائے، جس کو وہ بالکل نہیں جانتا۔

(اور دوسرا نقص یہ لازم آئے گا کہ) قرآن بالکل بیان (واضح) اور ہدایت نہیں رہے گا اور اللہ کے کلام میں خُلفِ وَعْد کا نقص لازم آئے گا چونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے ذمۂ کرم پر ہے کہ قرآن کی تشریح و وَضاحت کریں اور اِس وضاحت میں مُحکم ومُتشابہ سبھی داخل ہیں اور ''بیانا'' میں مُحْکَم ومُتَشابہ اللہ کی طرف سے ہیں اور جن کا جاننا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واجب وضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھا فرماتے ہیں:

''اَنَا مِنَ الرَّاسِخِینَ فِی الْعِلْمِ وَاَنَا مِمَّنْ یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗ.

میں ان لوگوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا ہوں جو راسخین فی العلم اور علمِ متشابہات کے جاننے والے ہیں۔

[1] للقاضی ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری)

...اوندی نے کہا ہے:

''صدرِ اوّل کے علماء کا کہنا ہے کہ حروفِ تہجی یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسرار ہیں۔''

رئیس المُفسّرِین اِمام بغویؒ رقمطراز ہیں:

قال الشعبی وَجَمَاعَةٌ:

الٓمٓ وَسَائِرُ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ فِی اَوَائِلِ السُّوَرِ مِنَ الْمُتَشَابِهِ الَّذِیْ اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ وَهِیَ سِرُّ الْقُراٰنِ، فَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِظَاهِرِ هَا وَنَکِلُ الْعِلْمَ فِیْهَا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی .... وَقَالَ جَمَاعَةٌ سَعْلُوْمَةُ الْمعَانِیْ.[1]

یعنی الٓمٓ اور دیگر سورتوں کی ابتداء میں جتنے حُروفِ تہجی ہیں یہ سب متشابہات میں سے ہیں، ان کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ پاک تک محدود مخصوص رکھا ہے، اور یہ قرآن کے اسرار وغَوَامِضْ ہیں، جن کے ظاہر پر ہمارا ایمان ہے، اور جہاں تک علمِ حقیقی کا تعلق ہے، اس کو اللہ پر چھوڑتے ہیں، یہی قول امامِ شعبی اور علماء کی ایک جماعت کا ہے۔

تفسیر روح العانی میں ہے:

فَلَایَعْرِفُهٗ بَعْدَ رُسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاَوْلِیَاءُ الْوَرَثَةُ فَهُمْ یَعْرِفُوْنَهٗ مِن تِلْكَ الْحَضْرَة، وَقَدْ تَنْطِقُ لَهُمُ الْحُرُوْفُ عَمَّا فِیْهَا کَمَا کَانَتْ تَنْطِقُ لِمَنْ سَبَّحَ بِکَفِّهٖ الْحَصَیٰ وَکَلَّمَهُ الضَّبُّ وَالظَّبِیُّ صَلَّی اللّٰه علیه وسلم، کَمَا صَحَّ ذٰلِكَ مِنْ رِوَایَةِ اَجْدَادِنَا اَهْلِ الْبَیْتِ رضی اللّٰه عنهم.[2]

[1] بغوی ص ۴۴ جلد اول [2] تفسیر روح العانی پ ۱، ص: ۳۳: ج ۳۶۲

''یعنی ان حروفِ مقطعات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہیں، بجز اولیاءِ کرام وارثانِ علوم نبوت کے، وہ ان کے معانی کو جانتے ہیں اور انہیں یہ علم بارگاہِ نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔ کبھی یہ حُروف خود ناطق ہو کر اَولیاءِ کرام کو اپنے معانی بتا دیتے ہیں جیسا کہ اُس ذاتِ مقدسہ کے حضور ناطق ہو جاتے ہیں جن کے دستِ مُبارک میں سنگریزوں نے تسبیح کی، اور جن سے گوہ اور ہرن نے کلام کیا، یہ واقعات ہمارے اَجدادِ کرام اہل بیت کی روایت سے درجۂ صحت کو پہنچ چکے ہیں۔'' [1]

تفسیر ابن کثیر:

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ الْمُفَسِّرِيْنَ فِي الْحُرُوْفِ الْمُقَطَّعَةِ الَّتي فِي اَوَائِلِ السُّوَرِ.
فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ:

(۱) هِيَ مِمَّا اسْتَأْثَرَاللّٰهُ بِعِلْمِهٖ، فَرَدُّوْا عِلْمَهَا اِلَى اللّٰهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوْهَا.
(۲) اِنَّما هِيَ اَسْمَاءُ السُّوَرَ
(۳) اِسْمٌ مِنَ اَسْمَاءِ الْقُرآنِ
(۴) هِيَ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى
(۵) قال ابن عباس: اِسْمٌ مِنْ اَسْماءِ اللّٰهِ الْاَعْظَم
(۶) وَعَنْهُ رضی اللہ عنهما: الٓمٓ: قال اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ:
(۷) فَالْاَلِفُ. مِفْتَاحُ اسْمِ اللّٰهِ
(۸) وَاللَّامُ مِفْتَاحُ اِسْمِهٖ لَطِيْفٌ

---

[1] علامہ کاظمیؒ

(۹) وَالْمِيْمُ مِفْتَاحُ اِسْمِهٖ مَجِيْدٌ [1]

علامہ فرمایت ہیں کہ سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مُقطّعات ہیں ان کی تشریح و تفسیر میں مُفسّرین کا اختلاف ہے۔
بعض اقوال کو یہاں پر درج کیا جاتا ہے جو علی الترتیب یہ ہیں:

1- یہ وہ حروف ہیں جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات تک رکھا ہے اس لئے مفسرین نے بھی ان کا علم اللہ کی طرف لوٹایا ہے اور خود انہوں نے ان کی تفسیر بیان کرنے سے پہلوتہی کیا ہے۔
2- (ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد) سورتوں کے نام ہیں۔
3- یہ قرآن کے نام ہیں۔
4- یہ اللہ کے نام ہیں۔
5- ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اَسماءِ اَعظم میں سے ہیں۔
6- آپ کا ایک قول یہ ہے کہ ''الٓمٓ'' میں یہ راز ہے کہ ''میں اللہ زیادہ جانتا ہوں''۔
7- الف سے مراد اللہ کے نام کی چابی ہے۔
8- اور لام سے مراد اس کے نام ''لَطِیْف'' کی یہ چابی ہے۔
9- اور میم ''مَجِیْد'' کے نام کی چابی ہے۔

یاد رہے کہ مندرجہ بالا توجیحات کو تابعین وغیرہ کی ایک بڑی جماعت، حضرت عکرمہ، شعبی سدی، قتادہ، مجاہد اور حسن کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی بیان کیا ہے، جو تفاسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۶۳ تا ص ۶۷ (مختصرات)
[2] (فتح القدیر، علامہ سوکانی المتوفی ۱۲۵۰ ھجری ص ۳۶، ۳۹ ج اول)

تفسیر الطبری میں علامہ محمد بن جریر الطبری فرماتے ہیں:

۱۔ آلٓمّ: اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ الْقُرْآنِ: آلٓمّ یہ قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۲۔ قرآن کی مفاتیح (Keys) ہیں۔

۳۔ ان سے مراد اسمِ اَعْلٰی ہے۔

۴۔ ابن عباس کی تحقیق کے مطابق۔

"حٰمٓ"، "طٰسٓمٓ"، "الٓمّ" (ھواسم اللہ الاعظم) اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔

۵۔ "الٓمّ" یہ حروف قرآنِ مجید کی انتیس ۲۹ سورتوں کے اوائل میں سے ہیں۔

۶۔ الف سے "اَنَا"، میں سے "الف" "اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ"

اور لام سے اللہ کا لام اور میم سے اَعْلَمُ کی میم مراد ہے۔ [1]

حروفِ مقطعات اَسرارِ ربانی ہیں، ان کی حقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے اور ان حروف کے قرآن میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان پر دلِ وجان سے ایمان رکھیں، یہ چھپے ہوئے اسرار ہیں، بس یہ خاص الفاظ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں۔ جیسا کہ علامہ اسماعیل حقیؒ نے لکھا ہے۔

تفسیر روح البیان کٓھٰیٰعٓصٓ اور حضور کا علم:

آپ حضور کے علم کی وُسعت کا تذکرہ فرماتے ہیں:۔

وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ الْعِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ

۱ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر ص ۱۰۶، ج ۱ ص ۱۱ (ص ۱۰۶/۱۱۰، ج ۱)
(درمنثور الحافظ السیوطیؒ ۹۱۱ھ) (ص ۵۲/۵۵)

(اِلٰی اَنْ) مَارُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ جِبْرَآئِیلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا نَزَلَ بقولہ تعالیٰ:

"کٓھٰیٰعٓصٓ" فَلَمَّا قَالَ "کٓ" قال النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "عَلِمْتُ" فقالِ "ھَا" فَقَالَ "ع" فَقَال عَلِمْتُ، فقال "صاد". فقال: "عَلِمْتُ". فقال جبرائیل علیہ السلام کَیْفَ عَلِمْتَ مَا لَمْ اَعْلَمْ"۔ [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم اولین وآخرین عطا کئے گئے ہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب "کٓھٰیٰعٓصٓ" کی وحی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے، حضرت جبرائیل نے کہا "کٓ" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے جان لیا" جبرائیل نے جب "ھا" کہا، تو آپ نے فرمایا "میں نے سمجھ لیا" جب "یا" کہا تو آپ نے فرمایا، "علمتُ" میں نے جان لیا" جب "عین" کو پڑھا تو آپ نے فرمایا "علمتُ" جبرائیل علیہ السلام نے "صادؔ" کا حرف پڑھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا "علمتُ"۔

غرضیکہ حضور علیہ السلام نے ان پانچ حروفِ مقطعات کی وحی پر پانچ مرتبہ علمتُ فرمایا (جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حرف میں جو اَسرار اور رموز تھے اُن کو میں نے جان لیا، بالآخر حضرت جبرائیل کو یہ کہنا پڑا:

"کَیْفَ عَلِمْتَ مَالَمْ اَعْلَمْ"۔

(یا محمد مصطفیٰ ﷺ) آپ کو ان حروف کے مطالب کا کیسے علم ہوا؟

۱ تفسیر روح البیان طبع بیروت ص ۲۸ والنعر ج ۱

جن کے اَسرار سے میں خود ناواقف ہوں:

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراما کاتبیں را ہم خبر نیست

خواجہ عبدالرحمٰن بسطامی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے:

"اِنَّ بَعْضَ الْاَنْبِیَاءِ عَلِمُوْا اَسْرارَ الْحُرُوْفِ بِالْوَحْیِ الرَّبَّانِیِّ وَالْاِلْقَاءِ الصَّمْدَانِیِّ وَبَعْضَ الْاَوْلِیَاءِ بِالْکَشْفِ الْجَلِیِّ النُّوْرَانِیِّ وَالْفَیْضِ الْعُلٰی الرُّوْحَانِیِّ."

بے شک بعض اَنبیاء کرام علیہم السلام حروفِ مقطعات کو وحیِ رَبّانی اور اِلقاءِ صَمدانی سے جانتے ہیں اور بعض اولیاءِ کرام کشفِ جَلی نُورانی اور فیضِ عالی قدر رُوحانی کی بدولت بھی ان اَسرارِ الٰہیہ سے واقف ہوتے ہیں۔

صحیح قول یہ ہے کہ متشابہات حکم الٰہیہ اور مصالح رَبّانیہ ہیں:

والصحیحُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَوَیٰ عِلْمَ اَسْرارِ الْحُرُوْفِ عَنْ اکثرِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ لِمَا فِیْھَا مِنَ الْحِکَمِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَالْمَصَالِحِ الرَّبَّانِیَّۃِ وَلَمْ یَأْذَنْ لِلْاَکَابِرِ اَنْ یَعْرِفُوْا مِنْہُ اِلَّا بَعْضَ اَسْرَارِہٖ. الخ [1]

امام محمد بن سلیمان الکافیجیؒ لکھتے ہیں: (۷۸۸/۸۷۹ھ)

وَاَمَّا الفِرْقَۃُ الثَّانِیَۃُ ...... وَھُمُ الْمُتَاَخِّرُوْنَ ...... فَقَدْ قَالُوْا:

"اِنَّ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ یَعْلَمُوْنَ تَأْوِیْلَ الْمُتَشَابِہِ"

متاخرین میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ بلاریب!

جو لوگ علم میں پختہ اور راسخ ہیں وہ متشابہات کی مراد سے واقف ہوتے ہیں۔ آپ مزید لکھتے ہیں:

[1] تفسیر روح البیان ص۲۹ ج۱

وَاَیْضًا لَوْ کَانَ الْمُتَشَابِہُ لَایَعْلَمُھَا، اِلَّا اللّٰہُ لَکَانَ لِلْجَاھِلِیْنَ مَطَاعِنْ فِی الْقُرآنِ، وَلَزِمَ مِنْہُ الْخِطَابُ بِما لَایُفْھَمُ، فیکون الخطابُ بہٖ کَالتَّکَلُّمِ بِالزَّنْجِیِّ مَعَ الْعَرَبِی فَیَجِبُ اَنْ یَاَوَّلُ الْمُتَشَبِہٗ تَاْوِیْلًا صَحِیْحًا، وَھُوَالتَّاوِیْلُ بِالْعَرْضِ عَلَی الْاُصُوْلِ دَفْعًا لِمُطَاعِنِ الْجَاھِلِیْنَ. [1]

اگر ہم یہ بات تسلیم کرلیں کہ متشابہہ کا علم بجز ذات باری تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا تو جاہل لوگوں کو قرآن پر طعن و تشنیع کا موقعہ مل جائے گا، اور پھر یہ ماننا پڑے گا کہ خطاب ایسی چیز سے کیا جارہا ہے جس کے مفہوم کا علم ہی نہیں تو گویا ایسا لغو سا کلام ہو جائے گا جیسا کہ ایک عربی کے ساتھ کوئی زنگی (حبشی) بات کررہا ہو تو لازم ہے کہ مشتبہ کی ایسی تاویل کی جائے گی جو بالکل صحیح ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ اصول کو سامنے رکھا جائے گا تا کہ سَدُّ الِلباب مخالفین کا بھی منہ بند ہو جائے۔

بعض مفسرین نے الٓمٓ کی تشریح یوں کی ہے:۔

کہ "الف" سے مراد اللہ کی ذات ہے اور "لام" سے مراد جبرائیل اور "میم" سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ:

مجاہد کی روایت ہے:

"والراسخون فی الْعِلِم" قَالَ: یَعْلَمُوْنَ تَأْوِیْلَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّابِہٖ."

[1] اَلتَّیْسِیْرُ فِی قَوَاعِدِ عِلْمُ التَّفْسِیْرِ ص ۱۹۳.

اور علم میں جن کی راسخیّتْ ہے وہ اس کی تاویل (مراد) کو جانتے ہیں اور وہ شرحِ صدر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارا ان مُقطّعاتِ ومتشابہات پر پورا ایمان ہے۔

حضرت مجاہد کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:۔

"اَنَا مِمَّنْ یَعْلَمُ تَاوِیْلَهٗ"

میں اُن میں سے ہوں جو اس کی تاویل ومعنی سے واقف ہوں (اخرجہ ابن المنذر من طریق مجاہد عن ابن عباس۔)[1]

متشابہات اَسرارِ الٰہیہ ہیں صاحب منار کی تحقیق:

ان سربستہ رازوں کی تشریح میں صاحبِ منار رقم طراز ہیں:

وَاَمَّا الْمُتَشَابِه فَهُوَ اسْمٌ لِمَا انْقَطَعَ رِجَاءُ مَعْرِفَةِ الْمُرَادِ مِنْهُ وَلَا يُرْجٰى بَدْوُهٗ اَصْلًا فَهُوَ فِيْ غَايَةِ الْخَفَاءِ بِمَنْزِلَةِ الْمُحْكَمِ فِيْ غَايَةِ الظُّهُوْرِ فَصَارَ كَرَجُلٍ مَفْقُوْدٍ عَنْ بَلَدِهٖ وَانْقَطَعَ اَثَرُهٗ وَانْقَضٰى اَقْرَانُهٗ وَجِيْرَانُهٗ.

یعنی متشابہ ایسے کلام کا نام ہے جس کے سمجھنے کی امید گویا بالکل ہی ختم ہو چکی ہو اور اُس کے ظاہر وبین ہونیکی کی کوئی امید باقی نہ رہے وہ (متشابہ) خفاء کے آخری درجہ میں بمنزلہ محکم کے ہے جو اپنے ظہور کے اِنتہا میں واضح ہوتا ہے اس کی مثال یوں سمجھئے جو اپنے شہر سے کہیں گم ہو گیا ہو اور اس کا نام ونشان تک ختم ہو چکا ہو اور اس کے ہم عصر اور پڑوسی بھی مر چکے ہوں۔

۱ (تفسیر الاتقان فی علوم القرآن ج۲ ص ۵)

متشابہ کا حکم:

وَحُكْمُهٗ اِعْتِقَادُ الْحَقِيَّةِ قَبْلَ الْاِصَابَةِ.

اور متشابہ کا حکم شرعی یہ ہے کہ اُس کے اصل مقصد تک پہنچنے سے پہلے اُس کے سچے اور برحق ہونے کا اِعتقاد لازمی ہے۔

صاحب نور الانوار کی تحقیق:

اصولِ فقہ کی مشہور درسی کتاب نور الانوار میں ہے:۔

اَیْ اِعْتِقَادُ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ حَقٌّ وَاِنْ لَّمْ نَعْلَمْهُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاَمَّا بَعْدَ الْقِيَامَةِ فَيَصِيْرُ مَكْشُوْفًا لِكُلِّ اَحَدٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهٰذَا فِيْ حَقِّ الْاُمَّةِ، وَاَمَّا فِيْ حَقِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ مَعْلُوْمًا وَاِلَّا تَبْطُلُ فَائِدَةُ التَّخَاطُبِ وَيَصِيْرُ التَّخَاطُبُ بِالْمُهْمَلِ كَالتَّكَلُّمِ بِالزَّنْجِيِّ مَعَ الْعَرَبِيِّ.[1]

یعنی یہ اعتقاد ہو کہ متشابہ سے جو مراد ہے وہ برحق ہے، اگرچہ ہم اس کا مطلب قیامت سے پہلے نہ جان سکیں، تاہم قیامت کے بعد انشاء اللہ العزیز اس کا مطلب ہر ایک شخص پر واضح ہو جائے گا، یہ بات اُمت کی حد تک ہے۔ رہی ذات ستُوْدَہ صِفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سو آپ اس کی مرادِ سے واقف تھے، ورنہ آپ سے خطاب کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا اور ایک مُھمَل وبے مقصد چیز سے خطاب لازم آئے گا، جس طرح کسی عربی سے حبشی زبان میں خطاب بے معنی ولا حاصل ہے۔

۱ (نور الانوار معتمر الاقمار مطبوعہ بلوچستان، کوئٹہ ص ۹۳)

اہلِ علم کی ابتلاء وآزمائش:

علامہ ملاجیون علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علماء کے لیے متشابہات میں آزمائش یہ ہے کہ وہ متشابہاتِ قرآن میں غور فکر نہ کریں اور جوان میں اَسرار اور بھید کی باتیں پوشیدہ ہیں اُن تک رسائی وتعمق کی سعی لاحاصل نہ کریں، اس لئے کہ یہ متشابہات ہیں۔

"فَاِنَّهَا سِرٌّ بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَايَعْلَمُهٗ اَحَدٌ غَيْرُهٗ" [1]

یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان اَسرار ہیں جو کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

مولانا بحر العلوم اور علم رسول اللہ ﷺ:

مولانا عبدالعلی قدس سرہ العزیز وَیَجِبُ الْوُقُوْفُ علٰی قَوْلِہٖ اِلَّا اللّٰہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

"يَرِدُ هٰهُنَا اَنَّهٗ يَلْزَمُ عَلٰى هٰذَا، اَنْ لَّا يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ السَّلامُ عَالِمًا بِالْمُتَشَابِهَةِ وَهُوَ خِلَافٌ مَامَرَّمِنْ اَنَّ النَّبِيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًابِالْمُتَشَابِهِ وَيُجَابُ بِاَنَّ الْمَعْنٰى وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ بِدُوْنِ الْوَحْيِ اِلَّا اللّٰهُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِتَاوِيْلِهٖ بِالْوَحْيِ لَا غَيْرُهٗ. ثم اعْلَمْ اَنَّ الكلامَ فِي الْعِلْمِ الْكَسْبِيِّ، وَاَمَّا الْعِلْمُ الْكَشْفِيُّ الْغَيْرُ الِاخْتِيَارِيُّ فَلَوْ حَصَلَ لِبَعْضِ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ فَلَا امْتِنَاعَ فِيْهِ كَذَا قَالَ بحر العلوم. [2]

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے، وہ یہ کہ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی متشابہ کے عالم نہ ہوں اور یہ بات اس دلیل کے خلاف ہے جیسا کہ تصریحاً گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہ کا علم تھا۔

۱ نورالانوار ص۹۳ ۲ (حاشیہ۹ نورالانوار ص۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ "وَمَایَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہ" کا مطلب یہ ہے کہ اور کوئی دوسرا اس کے مفہوم وحقیقت کو سوائے رب تعالیٰ کے نہیں جانتا بغیر وحی الٰہی کے، سو نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی وحی سے متشابہ کا علم رکھتے تھے، لیکن دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

پھر جاننا چاہیے کہ ہماری گفتگو علمِ کسبی میں ہو رہی ہے جہاں تک علم کشفی کا تعلق ہے جو ہمارے اختیار سے باہر ہے، اگر یہ علم بعض اولیاء کرام کو حاصل ہو تو اس پر کوئی اعتراض وامتناع نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کی تحقیق:

اِمام الائمہ کے متعلق علامہ جیون علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ وَعَامَّةُ الْمُعْتَزِلَةِ اَنَّ الْعُلَمَاءَ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ اَيْضًا يَعْلَمُوْنَ تَاْوِيْلَهٗ، وَمَنْشَاءُ الْاِخْتِلَافِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّابِهٖ الخ [1]

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور معتزلہ کی رائے یہ ہے کہ علماءِ راسخین فی العلم (پختہ کار وسکالر علماء) بھی متشابہ کی تاویل کو جانتے ہیں۔

اور منشاءِ اختلاف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

"اور متشابہہ کی تاویل بجز رب تبارک وتعالیٰ اور علماءِ راسخین کے کوئی نہیں جانتا۔

آپ کے نزدیک وَالراسخون کی واؤ کا عطف اِلَّا اللّٰہ پر ہے اور "یقولون آمنّا بہ" "اَلرَّاسِخُوْنَ" سے حال واقع ہے اور اب معنی یہ ہوگا۔ "اِلَّا اللّٰہُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ"

کہ بجز اللہ اور راسخین فی العلم کے متشابہات کے ان کے معانی کو کوئی اور

۱ بقدر الحاجۃ

نہیں جانتا۔

بہر حال راسخین فی العلم کا علم بھی قطعی نہیں بلکہ ظنّی ہوتا ہے۔ ۱

صاحب قُوتُ الاَخیَار کی تائید: (شرح نور الانوار)

آپ رقم طراز ہیں:

یعنی یہ بات ہمارے نزدیک مسلم ہے کہ متشابہ کی یقینی طور پر مُراد کسی اُمّتی کو معلوم نہیں ہے اور رہا رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ کا معاملہ، سو آپ کو متشابہات کی مراد معلوم تھی۔ اس لئے کہ اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے متشابہات کی مراد کا معلوم نہ ہونا تسلیم کر لیا جائے تو متشابہات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور العیاذ باللہ مُہمل کلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خطاب کرنا لازم آئے گا، جیسے کسی آدمی کا عرب کے رہنے والے شخص کے ساتھ حبشی زبان میں گفتگو کرنا۔ یعنی جس طرح تَکَلُّمْ بِالْمُهْمَلْ اور تَكَلُّمْ بِالزَّنجِي مَعَ الْعَرَبِیْ باطل ہے۔ اسی طرح نبی کے حق میں غیر معلوم المراد ہونے کی صورت میں متشابہات کے ساتھ کلام کرنا بھی باطل ہوگا۔ اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ چونکہ خود باطل ہوتی ہے اس لئے نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا بھی باطل ہوگا اور جب نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا باطل ہے تو معلوم المراد ہونا ثابت ہوگا۔

اس کی تائید صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے اس قول سے بھی ہوتا ہے: ۲

فِی کُلِّ کِتَابٍ سِرٌّ وَسِرٌّ فِی الْقُرانِ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ.

یعنی ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہوتا ہے اور قرآن میں اللہ اور رسول اللہ میں راز کی بات یہ حُروف (مقطعاتِ قرآن) ہیں۔ پس رسول ان

۱ کما ھو مذکور فی کتب الاصول ۲ قول صدیقؓ

حروف کا راز دان اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ رسول ان کی مراد سے واقف ہو۔"

قوت الاخیار شرح اردو نور الانوار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ۔ مولوی جمیل احمد سکروڈوی، کراچی۔

اب ہم اس بات کے آخر میں اہل سنت کے مایۂ ناز عالمِ دین علامہ کاظمی قدس سرہٗ کی تحقیق بھی نذر قارئین کرتے ہیں:

علامہ کاظمی قُدس سرہ کی تحقیق:

آپ تحریر فرماتے ہیں:

"عقلِ سلیم کی روشنی میں یہ قول درست نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حُروف کے معانی معلوم نہ تھے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا، اور اب خطاب جسے مخاطب نہ سمجھ سکے خلافِ حکمت ہونے کی وجہ سے اللہ کی شان کے لائق نہیں۔ چونکہ عامۃ الناس کو حروفِ مقطعات کا سمجھانا مقصود نہ تھا، اس حکمت کے پیشِ نظر مفسرین نے لکھ دیا "اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ۔" یعنی "اللہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے۔"

اس سے عامۃُ الناس کے علم کی نفی مراد ہے خواص کے علم کی نفی مراد نہیں۔ چونکہ یہ حروف (اصل مقصود اَسْرَارِ اِلٰھیہ کے علاوہ) دیگر لطائف و معارف کی طرف بھی اشارت پر مشتمل ہیں الخ......" ۱

خلاصہ کلام:

حُروفِ مقطعات جو بظاہر معانی سے خالی ہیں اور لغت کی کتابوں میں ان کے مطالب ومعارف پر کوئی جامع تبصرہ آپ کو نہ ملے گا، یہ حروف درحقیقت

۱ (التبیان مَعَ التبیان ص ۱۴ ج ۱ علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ ملتان)

الله اور اس کے آخر الزمان رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سر بستہ راز و اسرار ہیں، جن کی تشریح میں آپ نے مختلف اقوال اور علماء کی تحقیقات کو ملاحظہ فرمایا:

سورہ بقرہ کے شروع میں الٓمٓ جو حروفِ مقطعات ہیں، قرآن کا آغاز اِن سے ہوا تا کہ صاحب قرآن محمد حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور قرآن کی جامعیت کا اِظہار ہو۔

باب ثانی

آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر ۲: اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

(البقرہ 2:3)

غیب کی تعریف:

علامہ شوکانی رقم طراز ہیں

وَالْغَیْبُ فِی کَلَامِ الْعَرَبِ: کُلُّ مَاغَابَ عَنْكَ.

کلامِ عرب میں غیب کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو آپ سے غائب و پوشیدہ ہے (اس کو ہم غیب کہیں گے)۔

قال القرطبی:

وَاخْتَلَفَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِی تَاْوِیْلِ الْغَیْبِ هِنا فقالت فِرْقَةٌ

(۱) اَلْغَیْبُ فِی هٰذِهِ الْاٰیَةِ هُوَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وقال الْاٰخَرُوْنَ.

(۲) اَلْقَضَاءُ وَالْقَدْرُ

(۳) اَلْقُرْاٰنُ وَمَا فِیْهِ مِنَ الْغُیُوْبِ

(٤) اَلْغَیْبُ کُلُّ مَا اَخْبَرَبِهِ الرَّسُوْلُ مِمَّالَا تَهْتَدِیْ اِلَیْهِ الْعُقُوْلُ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالنَّشْرِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِیْزَانِ وَالْجَنَةِ وَالنَّارِ.

علامہ شوکانی:

کلام عرب میں غیب کا اطلاق ہر اُس چیز پر ہوتا ہے "جو تجھ سے غائب ہو۔"

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

غیب کی تشریح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے:

اور دیگر علماءِ مفسرین کے درج ذیل اقوال ہیں:

1- ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قضاء قدر ہے۔

2- غیب سے مراد قرآن اور جنتی چیزیں ہیں جو غیب سے متعلقہ ہیں۔ وہ سب اس میں داخل ہیں۔

3- اور بعض نے یہ کہا ہے کہ:

غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی پیغمبر خدا نے خبر و اطلاع دی ہے اور جن تک اِنسانی عُقول کی رسائی ناممکن ہے۔ مثلاً اَشْرَاطِ ساعت (قیامت کی شرطیں) عذابِ قبر، حشر ونشر، صراط، میزان، جنت ودوزخ (وغیرہ)

ابن عطیہ فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ الْاَقْوَالُ تَتَعَارَضُ بَلْ يَقَعُ الْغَيْبُ علی جَمِيعِهَا.[1]

گو یہ اَقوال ایک دوسرے سے (بظاہر) متعارض ہیں۔ لیکن غیب کا اِطلاق ان سب پر ہوتا ہے (جو ایمان کی بنیادیں ہیں) جیسا کہ حدیث جبرائیل میں ان تمام کے متعلق تائید موجود ہے۔

حضرت جبرائیل نے دریافت کیا:۔

فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ: مجھے یہ بتایئے کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا:

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وملائكتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ.

[1] ملاحظہ ہو فتح القدیر شوکانی ص ۵۴، ج ۱

یہ کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور اس کی اچھی یا بری تقدیر پر۔

تفسیر بغوی اَلْمُسَمّٰی معالم التنزیل

علامہ بغوی غیب کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اَلْغَيْبُ:

مَصْدَرٌ وُضِعَ مَوْضِعَ الْاِسْمِ، فَقِيْلَ لِلْغَائِبِ، كَمَاقِيْلَ لِلْعَادِلِ عَدْلٌ وَلِلزَّائِرِ زَوْرٌ.

وَالْغَيْبُ:

مَاكَانَ مُغِيْبًا عَنِ الْعُيُوْنِ.

یعنی غیب مصدر ہے جو اسم کی جگہ پر آیا ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے اور عرب میں عام استعمال ہے۔

کہ غائب کو غَیب، عادِل کو عَدْل اور زائر کو زَوْر کہا جاتا ہے۔

اور غیب وہ چیز ہے جو آنکھوں سے اُوجھل (Hidden) ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جو تمہاری آنکھوں سے غائب (پوشیدہ) ہے لیکن اس پر ایمان لانے کا حکم ہے۔

مثلاً فرشتے، بہشت، یومُ النُّشور، جنت، دوزخ، پُل صراط، مَیدانِ حشر وغیرہ۔

وَقِيْلَ: اَلْغَيْبُ هٰهُنَا "هُوَاللّٰهُ" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے۔

اورحضرت حسن فرماتے ہیں کہ غیب سے مراد آخرت ہے۔[1]

تفسیر جلالین میں ہے:

بِالْغَيْبِ: بِمَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ (جلالين ص٤)

غَیب سے مراد بَعْث (Day of Resurrection) جنت اور دوزخ ہیں جواُن سے پوشیدہ ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

غیب کیا چیز ہے؟

وَالْمَرادُبِهِ الخَفِيُّ الَّذِىْ لايُدْرِ لَهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيهِ بَدِيْهَةُ الْعَقلِ وَهُوَ قِسْمَانِ: قِسْمٌ لادَلِيْلَ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَعْنٰى بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ، وَقِسْمٌ: نَصَبَ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ كَا الصِانِعِ وَصِفَاتِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَحْوَالِهٖ وَهُوَ الْمُرَادُ بِهٖ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ.[2]

اورغیب سے مراد وہ پوشیدہ اَشیاء ہیں جن تک انسانی حس اوراس کے ادراک وشعور کی کوئی رسائی نہیں، اورجن کو سمجھنے کے لیے بَدَاھَۃً عقل بھی درماندہ اور عاجز ہو۔

اس کی دوقسمیں ہیں (۱) غیب کی ایک قسم وہ ہے جس پرکوئی دلیل قائم نہ ہو۔اوراللہ کے ارشاد:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّاهُوَ.

(اوراُسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، بجزاس کی ذات کے انہیں کوئی نہیں جانتا)

---

[1] ملاحظہ ہوتفسیر بغوی ج۱ص ۴۷

[2] انوارالتنزیل واسرارالتاوی ص۸ مطبوعہ مصر

تفسیر بیضاوی: القاضی ناصرالدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیر ازی البیضاوی ونسبتہ الی قریہ یقال لھا البیضا من اعمال الشیر از المتوفی ۶۹۱ھ

یہی معنی غیب مقصود ہے۔

(۲)اوردوسری قسم وہ ہے جس پرکوئی دلیل قائم ہوجیسے اس دنیا کا صانع اور خالق اللہ تعالیٰ ہے،اسی طرح اس کی دیگر صفتوں، آخرت اوراس کے احوال، وغیرہ۔

اوراس آیت یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ میں غیب کی یہی قسم مراد ہے۔

آیت نمبر ۳: وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا.

(البقرہ 31 :2)

ترجمہ:اور(اللہ نے) آدم علیہ السلام کوتمام چیزوں کے......نام سکھادیے۔

آدم اورتعلیم مسمّیات:

قرآن کی اس آیت کی تشریح میں علماء مفسرین کے مختلف اقوال کتب تفاسیر میں موجود ہیں،موضوع کی مناسبت سے چندایک درج ذیل ہیں:

تفسیر بیضاوی میں ہے:

اِمَّا بِخَلْقِ عِلْمٍ ضَرُوْرِيٍّ بِهَا فِيْهِ اَوْ اِلْقَاءٍ فِيْ رُوْعِهٖ.[1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں ضروری علم کی تخلیق فرمائی، جس کے ذریعے حقائق اشیا آپ پرظاہر ہوئیں یا آپ کے دل ودماغ میں (انہیں) اِلقاء فرمایا، جس کی وجہ سے مُسَمّیات کے اَسماء اوراُن کے حقائق ومقاصد اوردیگر فوائد اُن پر ہویدا ہوگئے۔

نکتہ خاص:

مُسمّیات کاتعلق عالم تشریعی سے نہ تھا بلکہ عالم تکوینی کی سبھی اَشیاء اس میں

---

[1] بیضاوی شریف ص۴۷ ج۱

داخل ہیں۔ كَمَا هُوَ الْمُتَبَادِرُ مِنْ لَفْظِ كُلِّهَا (نشتر)

جیسا کہ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنٰى خَلَقَهٗ، مِنْ اَجْزَاءٍ مُخْتَلِفَةٍ وَقُوًى مُتَبَايِنَةٍ مُسْتَعِدًّا لِاِدْرَاكِ اَنْوَاعِ الْمُدْرِكَاتِ مِنَ الْمَعْقُوْلَاتِ وَالْمَحْسُوْسَاتِ وَالْمُتَخَيَّلَاتِ وَالْمَوْهُوْمَاتِ وَاَلْهَمَهٗ مَعْرِفَةَ ذَوَاتِ الْاَشْيَاءِ وَخَوَاصِهَا وَاَسْمَائِهَا وَاُصُوْلِ الْعُلُوْمِ وَقَوَانِيْنِ الصِّنَاعَاتِ وَكَيْفِيَّةِ آلَاتِهَا۔ ۱

اور مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو (مٹی کے) مختلف اجزاء سے پیدا کیا اور ایسی قوتوں سے ترکیب دی جو آپ متضاد ومتباین تھیں (عناصر اربعہ) جو معقولات، محسوسات، متخیلات اور موہومات کی تمام انواع واقسام کے جاننے کی پوری استعداد اور صلاحیت رکھتی تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام فرما کر اشیاء کے حقائق اور اُن کے خصائص اور اُن سب کے اسماء اور تمام علوم کے اصول وقوانین اور تمام صنعتوں کے قوانین اور مختلف آلات کے استعمال کے ضوابط اور طور طریقوں سے متعارف و روشناس فرمایا۔

تفسیر جلالین اور تعلیم آدم علیہ السلام:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا:

اَىْ اَسْمَاءَ الْمُسَمَّيَاتِ كُلَّهَا: حَتّٰى الْقَصْعَةَ وَالْقُصَيْعَةَ وَالْفَسْوَةَ وَالْفُسَيَّةَ وَالْمِغْرَفَةَ بِاَنْ اَلْقٰى فِىْ قَلْبِهٖ عِلْمَهَا۔ ۲

اور آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسما (نام) سکھادیئے۔

---

۱ بیضاوی شریف ص ۲۷

۲ تفسیر جلالین ص ۱۸

یعنی مسمیات (چیزوں) کے جملہ نام حتیٰ کہ پیالہ اور فنجان اور گوز آواز دار، بے آواز ریح اور چلو تک کی (ادنیٰ اور خسیس) چیزوں کے نام تک آپ کو سکھادیئے۔

فَسَمّٰى كُلَّ شَيْءٍ بِاِسْمِهٖ وَذَكَرَ حِكْمَتَهُ الَّتِىْ خَلَقَ لَهَا۔ (جلالین)

سو آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے ہر ایک چیز کا نام بتایا (اور اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا) بلکہ ان چیزوں کے فوائد اور ان کی حکمتوں کو بھی بیان فرمایا، جن مقاصد کے تحت ان کی تخلیق ہوئی تھی۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

تَقْتَضِى الْاِسْتِغْرَاقَ وَاقْتِرَانَ قَوْلِهٖ كُلَّهَا يُوْجِبُ الشُّمُوْلَ كَمَا عَلَّمَهٗ اَسْمَاءَ الْمَخْلُوْقَاتِ۔

عَلَّمَهٗ اَسْمَاءَ الْحَقِّ تَعَالٰى۔

اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اَسماء سکھائے یہ استغراق کو چاہتا ہے اور اقتران کُلّھا کے لفظ کا، تمام چیزوں کی شمولیت کا موجب ہے، جیسا کہ خدا نے انہیں تمام مخلوقات کے نام سکھائے (اسی طرح) اُسے اپنے تمام اسماء (نام) بھی سکھائے۔

اَسماءِ الٰہیہ کی تعلیم:

تفسیر مظہری میں قاضی صاحب فرماتے ہیں:۔

”وَعِنْدِىْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ الْاِلٰهِيَّةَ كُلَّهَا۔“ ۱

اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماءِ الٰہیہ کا علم فرمادیا۔

---

۱ مظہری ص ۵۲

یہی قاضی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ اسماءِ الٰہیہ کا علم دُنیا بھر کے تمام علوم سے افضل ہے اس میں علمِ مَا کَانَ وَمَا یکون بھی داخل ہیں۔

اَسماءِ اِلٰہی اور دُعا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں ایک دُعا فرمائی جس کے اَلفاظ درج ذیل ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ.

(رَوَاہُ ابنُ حَبَّانَ فِی صَحِیْحِهٖ وَالْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَاَحْمَدُ)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر اُس نام سے جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے یا وہ نام جو تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو تو نے اس کی تعلیم دی ہے یا اسے تو نے اپنی ذات کے لیے اپنی بارگاہِ غیب میں مختص فرمایا ہے۔

فائدہ:

اللہ کی ذاتِ پاک یا اس کی صفات کا اِدراک عُقولِ قاصرہ کے لیے محال ہے افضل البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسماءِ الٰہی کی تجلیات اور اُس کے ناموں کی برکات اور صفات باری تعالیٰ جو غیر متناہی اور غیر محدود ہیں کا مظہرِ اَتم ہونے کے باوجود، زیادتی علم اور اِلہام واِفہام کی عاجزانہ دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ (اور آپ کو رب نے ہر وہ چیز سکھا دی جو آپ نہیں جانتے تھے) کا مصداق بنایا (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ)۔

تفسیر بغوی:

قال ابن عباس ومجاہد وقتادۃ:۔

عَلَّمَهٗ اِسْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى الْقَصْعَةَ وَالْقُصَيْعَةَ.

وقیل: اِسْمَ مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

وقال الربیع بن انس: اَسْمَاءَ الْمَلَائِكَةِ

وقیل: اَسْمَاءَ ذُرِّيَّتِهٖ

وقیل: صَنْعَةَ كُلِّ شَيْءٍ

قال اَهْلُ التَّاوِيْلِ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلَّمَ آدَمَ جَمِيْعَ اللُّغَاتِ ثُمَّ تَكَلَّمَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ اَوْلَادِهٖ بِلُغَةٍ فَتَفَرَّقُوْا فِي الْبِلَادِ. الخ [1]

ابن عباس، مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں:

"آپ کو اللہ نے ہر چیز کا نام سکھایا، یہاں تک کہ پیالہ اور فنجان کا نام تک بھی سکھا دیا"۔

اور یہ قول بھی ہے:

کہ مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنُ (جو کچھ ماضی میں واقع ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے) کا علم آپ کو سکھایا۔

اور ربیع بن انس کہتے ہیں:۔

(الف) آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے نام سکھائے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ:

(ب) اور آپ کی ذُرّیت (اولادِ آدم) کے نام سکھائے۔

(ج) ہر قسم کی صنعت وحرفت سکھائی۔

(د) اَہلِ تاویل کہتے ہیں:

[1] ملاحظہ ہو تفسیر بغوی ص ۶۱

کہ بے شک آدم علیہ السلام کو تمام لغات / زبانوں کا علم سکھایا پھر آپ کی آنے والی اولاد نے ان زبانوں میں گفتگو کی اور وہ دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئے اور ہر فرقہ اپنی اپنی بولی پر قائم رہا۔

تفسیر فتح القدیر:

كُلَّهَا يُفِيدُ اَنَّهُ عَلَّمَهُ جَمِيعَ الْاَسْمَاءِ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْ هٰذَا شَيْئٌ مِنْهَا كَائِنًا مَنْ كَانَ. [1]

ترجمہ: کُلَّهَا کے لفظ نے یہ فائدہ دیا کہ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے اور کوئی شے بھی (اس احاطہ کُلِّ شیئ) سے خارج نہیں، چاہے کوئی شے بھی کیوں نہ ہو۔

وقال ابن عطیہ:

والذی يَظْهَرُ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّمَ آدمَ الْاَسْمَاءَ وعَرَضَ عَلَيْهِ مَعْ ذٰلِكَ الْاَجْنَاسِ اَشْخَاصًا ثُمَّ عَرَضَ تِلْكَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ وَسَئَلَهُم عَنْ اَسْمَاءِ مُسَمِّيَاتِهَا، اَلَّتِیْ تَعَلَّمَهَا آدمَ. فَقَالَ لَهُمْ آدَمُ: هٰذَا اِسْمُهُ كَذَا وَهٰذَا اِسْمُهُ كَذَا. [2]

ابن عطیہ کہتے ہیں:

کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کُلّ اسماء کی تعلیم دی اور پھر اُن تمام اَجناس کو شخصی اور اِنفرادی طور پر آپ کے سامنے پیش فرمایا، پھر انہیں فرشتوں پر پیش کیا اور اُن مُسمیات ...... چیزوں کے نام اُن سے دریافت کیے جو آدم علیہ السلام کو پہلے سے ہی معلوم تھیں، آدم علیہ نے (فوراً) بتا

[1] فتح القدیر ص ۱۰۳ ج ۱ [2] فتح القدیر - علامہ شوکانی ص ۱۰۳ ج اوّل

دیا کہ یہ فلاں چیز ہے اور اس کا نام یہ ہے۔

(لیکن فرشتے اور چیزوں کے نام بتانے سے قاصر رہے)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

علامہ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں:۔

قال السدی عمن حدثہ عن ابن عباس:۔

عَلَّمَهُ اَسْمَاءَ وُلْدِهِ اِنْسَانًا وَالدَّوَابَّ فَقِيْلَ: هٰذَا الْحِمَارُ، هٰذَا الْجَمَلُ هٰذَ الْفَرَسُ قَالَ الضَّحَّاكُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا) قَالَ هِيَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءُ الَّتِي يَتَعَارَفُ بِهَا النَّاسُ اِنْسَانٌ و دَوَابٌّ وَسَمَاءٌ وَاَرْضٌ وَسَهْلٌ وَبَحْرٌ وَخَيْلٌ وَحِمَارٌ وَاَشْبَاهُ ذٰلِكَ مِنَ الْاُمَمِ وَغَيْرِهَا. [1]

وقال مجاهدٌ: عَلَّمَهُ اسْمَ كُلِّ دَابَّةٍ وَكُلِّ طَيرٍ وَكُلِّ شَيْئٍ كَذَالِكَ رُوِیَ عَنْ سَعِيدِبْنِ جُبَيْرٍ وَقَتَادَةَ وَغَيْرِهِم مِنَ السَّلَفِ اَنَّهُ عَلَّمَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْئٍ. [2]

وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ عَلَّمَهُ اَسْمَاءَ الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا ذَوَاتِهَا وَصِفَاتِهَا وَاَفْعَالِهَا. [3]

ترجمہ: (۱) امام سُدّی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم اور تمام جانوروں کے نام سکھائے اور یہ بتایا کہ یہ گدھا ہے یہ اور یہ گھوڑا ہے۔

[1] ملاحظہ ہو طبری ایضاً ص ۲۴۶ الجزء الاوّل۔ [2] ھکذا فی طبری ۲۴۸ ج ۱

[3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۶/۱۲۷ ج اول (البقرہ

(۲) ضحاک ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نام ہیں جن ناموں سے اِنسان متعارف ہے۔ (مثلاً) انسان چوپائے، آسمان، زمین، نرم زمین، سمندر، خچر، گھوڑا اوراس قسم کی دوسری مخلوق (ان سب کے نام آدم کو سکھائے)

حضرت مجاہدؒ:

فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو تمام چوپاؤں، ہر طرح کے پرندوں اور ہر ایک چیز کا علم سکھایا۔

سعید بن جبیر:

قتادہ اور دیگر سلف الصالحین فرماتے ہیں کہ آپ کو ہر ایک چیز کا نام سکھادیا۔

عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں:

''آپ کی ساری ذُرّیت کے نام سکھائے۔'' غرضیکہ حضرت آدم کو تمام بنی نوع انسان، جنّات، ملائکہ اور تمام مُسمّیات کے نام اَزبر کروادیے، یہاں تک کہ آپ کو معمولی اور اَدنیٰ چیزوں کے نام تک بتادیے گئے۔ (طبری)

علامہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق:

آپ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کو تمام چیزوں کے نام، ان اشیاء کی ذوات (حقائق واَصلیت) اُن کی صفات (خصوصیات) اور اُن کے اَفعال (کارکردگی (Actions) سے (بھی) آپ کو بہرہ ور فرمایا (کہ یہ چیزیں ان مقاصد وضروریات کے لیے تخلیق ہوئی ہیں۔ ۱

تفسیر کشاف:

علامہ زمخشری المتوفی (۴۶۷-۵۳۸ھ) اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

۱ (ملاحظہ ہو تفسیر خازن ص ۳۶ بقرہ) (مدارک ص ۴۵ ج ۱ بقرہ) (تفسیر مظہری ۵۱/۵۲ بقرہ)

اَلاَسْمَاءَ کُلَّهَا اَیْ اَسْمَاءَ الْمُسَمَّیَاتِ ...... اَرَادَ الْاَجْنَاسَ الَّتِیْ خَلَقَهَا وَعَلَّمَهٗ اَنَّ هٰذَا اسْمُهٗ فَرَسٌ وَهٰذَا اِسْمُهٗ بَعِیْرٌ وَهٰذَا اسْمُهٗ كَذَا وَهٰذَا اِسْمُهٗ كَذَا وَعَلَّمَهٗ اَحْوَالَهَا وَمَا یَتَعَلَّقُ بِهَا مِنَ الْمَنَافِعِ الدِّیْنِیَّةِ وَالدُّنْیَوِیَّةِ۔ ۱

یعنی آدمی علیہ السلام کو تمام مسمیات کا علم عطا کیا گیا یعنی جتنی اُس نے اپنی مخلوق پیدا فرمائی ہے ہر جنس کا انہیں علم سکھایا اور آپ علیہ السلام کو یہ بھی بتلایا کہ اس کا نام گھوڑا ہے اور یہ اُونٹ ہے اور اس چیز کا نام فلاں اور اس کا نام فلاں ہے اور انہیں اُن چیزوں کے اَحوال، ان کے ساتھ جو متعلقہ دینی اور دنیوی فائدے ہیں وہ سب کچھ آپ کو سکھادیے۔

تفسیر منار میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا:

اَیْ اَوْدَعَ فِیْ نَفْسِهٖ عِلْمَ جَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ مِنْ غَیْرِ تَحْدِیْدٍ وَلَا تَعْیِیْنٍ۔ ۲

اَلْمُتَبَادِرُ مِنْ تَعْلِیْمِ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ: اَنَّهٗ كَانَ دَفْعَةً وَاحِدَةً:

یعنی آدم علیہ السلام کو اللہ نے تمام اشیاء کے علوم ایک آنِ واحد (دفعۃً) کے اندر سکھادیے تھے اور آدم علیہ السلام میں اِتنی اِستعداد وقابلیت پیدا فرمادی تھی کہ آپ کو تدریجاً تحصیل علم کی نوبت ہی پیش نہیں آئی، اس قادر مطلق نے آپ کی ذات میں یہ ساری قوتیں وَدیعت فرمادی تھیں بغیر کسی حد بندی اور تعین کے آپ کو تمام معلومات کے اِدراکات سے نواز دیا گیا تھا۔ ۳

امام فخر الدین الرازی (اور دنیا بھر کی زبانیں)

امام رازی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ آپ کو تمام چیزوں کی صفات واوران

۱ تفسیر کشاف ج اوّل ص ۶۲ مطبوعہ بیروت۔ ۲ محمد رشید رضا (المنار ۲۶۲ ج ۲) ۳ (خلاصہ شیخ محمد عبدہٗ)

کی خصوصیات بتادی گئی تھیں۔

اَلْقَوْلُ الثَّانِیْ اھُوَالْمَشْھُوْرُ اَنَّ الْمُرَادَ اَسْمَاءُ کُلِّ مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ اَجْنَاسِ الْمُحْدَثَاتِ مِنْ جَمِیْعِ اللُّغَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ الَّتِیْ یَتَکَلَّمُ بِھَا وَلَدُ آدَمَ الْیَوْمَ مِنَ الْعَرَبِیَّةِ وَالْفَارِسِیَّةِ وَالرُّوْمِیَّةِ وَغَیْرِھَا۔ ۱

قولِ ثانی ہی مشہور ہے مراد اس سے یہ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ نے اپنی محدثات (مخلوقات) کو وجود بخشا ہے وہ تمام اَجناس اور وہ تمام زبانیں جو اولادِ آدم مختلف دیار میں آج عربی، فارسی اور رُومی وغیرہ زبانوں میں بولتی ہیں وہ حضرت آدم اُن کو جانتے اور بولتے تھے۔

وَکَانَ وُلْدُ آدَمَ یَتَکَلَّمُوْنَ بِھٰذِہِ اللُّغَاتِ. الخ

بلکہ آدم کی اولاد بھی ان تمام زبانوں میں گفتگو کرتی تھی، لیکن مرورِ ایام کے ساتھ یہ زبانیں فرسودہ ہوتی گئیں (کَمَا حَقَّقَهٗ عَلَّامَة الرَّازِیْ علیہ الرحمۃ)

مفتی بغداد علامہ آلوسی صاحب روح المعانی کی تحقیق:

آپ نے اپنی تفسیر میں بڑے علمی حقائق اور معارف کو بیان کیا ہے مختلف جگہوں سے چند نکات کو نقل کیا جاتا ہے۔

وَالْحَقُّ عِنْدِیْ مَا عَلَیْهِ اَهْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهُوَ اَنَّهَا اَسْمَاءُ الْاَشْیَاءِ عُلْوِیَّةً اَوْ سُفْلِیَّةً جَوْهَرِیَّةً اَوْ عَرْضِیَّةً.

اور میرے نزدیک حق یہ ہے جس پر اہل اللہ تعالیٰ (متفق) ہیں (اور یہ وہ علوم و معارف ہیں جن کا تعلق مسئلہ خلافت سے بھی ہے کہ) وہ تمام مسمیات (اَشیاء) خواہ عالم بالا کی ہوں یا عالمِ سفلی (اَرضی) کی، جوہری (جو اپنی ذات کے ساتھ قائم) ہوں یا عرضی (جو اپنے وجود اور تشخص میں غیر کے ساتھ وابستہ ہوں)

۱ تفسیر کبیر ص۳۹۸، ج۱ سورۃ البقرہ

ان سب کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو سکھا دیا گیا تھا اور آپ نے تمام اشیاء کے نام اُن کی خوبیاں اور ان کی خصوصیات کو جان لیا تھا۔

اَلْمُرَادُ: بِالْاَسْمَاءِ صِفَاتُ الْاَشْیَاءِ وَنُعُوْتُهَا وَخَوَاصُهَا. ۱

ایک روایت کے مطابق:

اَلْمُرَادُ بِهَا اَسْمَاءُ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وقِیْلَ اللُّغَاتُ. وَقَالَ الْحَکِیْمُ التِّرْمِذِیْ: اَسْمَاءُ هٗ تَعَالٰی.

ان سے مراد قیامت تک ماکان اور مایکون کے تمام نام سکھادیئے گئے بعض نے تمام زبانوں اور حکیم ترمذی نے اسماء اللہ کو "اسماء" میں داخل کیا ہے۔

وَاَلْهَمَهٗ مَعْرِفَةَ ذَوَاتِ الْاَشْیَاءِ وَاَسْمَائِهَا وَخَوَاصِهَا وَمَعَارِفِهَا وَاُصُوْلِ الْعِلْمِ وَقَوَانِیْنِ الصَّنَاعَاتِ وَتَفَاصِیْلِ آلَاتِهَا وَکَیْفِیَّاتِ اِسْتِعْمَالَاتِهَا. ۲

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر الہام فرمایا چیزوں کی اصلیت کی پہچان، ان کے نام ان کی خصوصیات اور حقائق و معارف، اُصولِ علم، صنعتوں کے قوانین، آلات کی تفصیلات اور ان کے تمام تر استعمالات کی کیفیات وغیرہ الغرض آپ کو ان سب چیزوں کی معرفت و پہچان کماحقہٗ کروا دی)

قاضی ثناء اللہ اور متشابہات کا علم:

آپ فرماتے ہیں:

وَقَدْ یَظْهَرُ مُرَادُ تِلْكَ الْقِسْمِ مِنَ الْآیَاتِ عَلٰی بَعْضِ الْعُرَفَاءِ بِتَعْلِیْمٍ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْاِلْهَامِ کَمَا عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا. الخ ۳

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ بعض عرفاء پر اس قسم کی آیات (متشابہات)

۱ روح المعانی ۲۲۴ ۲ روح المعانی ص ۲۲۴ ۳ تلک الرسل، آل عمران، تفسیر مظہری ج۲ ص۸۔

کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں الہام ہوتا ہے، جس طرح خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔

ایک علمی نقطہ:

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ بعض عارفین اور عابدین کو نوافل کی پابندی اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے خدائی قرب نصیب ہوتا ہے، جب وہ اس مرتبہ علیا پر فائز ہوتے ہیں تو اُن میں خدائی صفات موجود ہوتے ہیں۔

یعنی اللہ کی قدرت کے وہ مظہر بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں وہ حدیث قدسی موجود ہے۔

جب میرا بندہ نوافل کی پابندی کرتے ہوئے میرا تقرب حاصل کرتا ہے تو مَیں اس کی سمع بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں، جس سے وہ بولتا ہے اور اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ (ھذا مفہوم الحدیث)

آیت نمبر ۴: وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ [1]

ترجمہ: اور اس کی مراد کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور راسخ فی العلم لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔

علم تاویلات:

اس آیت کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

اَنَا مِنَ الرّٰسِخِيْنَ فِى الْعِلْمِ وَعَنْ مُجَاهِدٍ: اَنَا مِمَّنْ يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ. [2]

[1] آل عمران، آیت نمبر ۳:۷ [2] تفسیر مظہری ص ۱۲، ج ۲ (آل عمران)

میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو راسخین فی العلم ہیں اور حضرت مجاہد سے روایت ہے: میں ان علماء میں سے ہوں جو اس کو جانتے ہیں۔

تفسیر کشاف: (علامہ زمخشر الخوارزمی (۴۶۷۔۵۳۸ھ)

فرماتے ہیں:

(۱) اِیْ لَایَهْتَدِیْ اِلَّا تَاْوِیْلَهُ الْحَقَّ الَّذِیْ یَجِبُ اَنْ یُّحْمَلَ عَلَیْهِ اِلَّا اللّٰهُ وَعِبَادَهُ الَّذِیْنَ رَسَخُوْا فِی الْعِلْمِ اَیْ ثَبَتُوْا فِیْهِ وَتَمَکَّنُوْا وَعَضُّوْا فِیْهِ بِضَرْسٍ قَاطِعٍ.

(۲) وَمِنْهُمْ مَنْ یَّقِفُ عَلٰی قَوْلِهٖ "اِلَّا اللّٰهُ" وَیَبْتَدِئُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ وَیُفَسِّرُوْنَ الْمُتَشَابِهَ بِمَا اسْتَاْثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ. [1]

معنی یہ ہیں کہ متشابہات کی صحیح تاویل کی راہنمائی کا راستہ کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی اس کی مراد کو پا سکتا ہے، جس کی توجیح کرنا لابدی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کے وہ (مخصوص) بندے جو راسخ فی العلم ہیں ان کے بغیر دوسرا کوئی شخص ان کا معنی نہیں جانتا۔

("راسخ فی العلم" سے مراد پختہ کار کہنہ مشق، اصحابِ استقامت ممارست و پختگی والے اصحابِ دانش ہیں جو علم کے ساتھ گہری وابستگی اور دین کا عمیق مطالعہ رکھتے ہیں)

اور بعض مفسرین نے اِلَّا اللّٰہُ پر وقف کیا ہے اور وَالرّٰسِخُوْنَ کو نیا جملہ قرار دے کر یہ مراد لی ہے کہ متشابہہ کا علم صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

تفسیر قرطبی:

(اَلْجَامِعُ الْاَحْکَامِ الْقُرْآنِ)

[1] (کشاف جلد اوّل مطبوعہ بیروت)

لابی عبداللہ محمد الانصاری القرطبی:

علامہ قرطبی رقم طراز ہیں:۔

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی الْمُحْکَمَاتِ وَالْمُتَشَابِهَاتِ عَلٰی اَقْوَالٍ عَدِیْدَةٍ فَقَالَ جَابِرُ بن عبداللّٰهِ وَهُوَ مُقْتَضَی قولِ الشَّعْبِیِّ وَ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَغَیْرِهِمَا:

اَلْمُحْکَمَاتُ مِنْ آیِ الْقُرْآنِ مَا عُرِفَ تَأْوِیْلُهٗ وَ فُهِمَ مَعْنَاهُ وَتَفْسِیْرُهٗ.

وَالْمُتَشَابِهُ مَالَمْ یَکُنْ لِاَحَدٍ اِلٰی عِلْمِهٖ سَبِیْلٌ مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِعِلْمِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ. [1]

آیات محکمات اور متشابہات کی تشریح میں علماء کے کئی ایک اقوال ہیں حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں اور آپ کا قول وہی ہے جس کے متعلق امام شعبی اور حضرت سفیان ثوری کی تحقیق کا مقتضی ہے کہ ”محکماتِ قرآن کی وہ آیات ہیں جن کی تاویل جانی پہچانی ہے اور اُن کا معنی اور تفسیر مشہور و معروف ہے۔

اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کی کُنہ اور حقیقت جاننے کے لیے کسی کے پاس علم نہیں، یہ وہ آیات ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے اس کی مخلوق میں سے کوئی ان کا (از خود) مفہوم و معنی نہیں جانتا۔

جیسے قیامت کب قائم واقع ہوگی، یاجوج اور ماجوج اور دجال کا خُروج کب ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کب ہوگا اور اسی طرح سورتوں کی ابتداء میں حروفِ مقطعات اور یہ توجیہ سب سے بہتر ہے۔

[1] تفسیر قرطبی ص ۹، ۱۰، ج ۴

اَقُوْلُ: نقطۂ علمی:

یاد رہے کہ متشابہات کا حقیقی اور ذاتی علم اللہ کے ساتھ مختص ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، لیکن ایک دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے جس کے متعلق علامہ بیضاوی، حاشیہ شیخ زادہ، اور قاضی ثناء اللہ وغیرہ اکابرین کی تصریحات شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور مخصوص طبقہ کو اس کے اجمالی علم سے نوازتا ہے جس کی مزید تشریح آ رہی ہے۔

اس لیے یہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ تمام کمالاتِ علمیہ انبیاء و مرسلین کو حاصل ہیں اور ان کی اتباع و پیروی میں اَولیاءِ کرام کو بھی الہامات کے ذریعے علمی تفوق و برتری حاصل ہے۔

متشابہات اور شاہ ولی اللہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ:

شاہ صاحب بڑے جامع الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

قرآن اور اَحادیث میں جہاں کہیں بھی متشابہات کا ذکر ہے اُن میں غور وخوض سے پہلوتہی کرنا ہی راہِ سلامت ہے اور اصول دین میں سے ہے، اُن میں محض عقل کے گھوڑے دوڑانے فضول ہیں۔

”وَمِنْ اُصُوْلِ الدِّیْنِ تَرْکُ الْخَوْضِ بِالْعَقْلِ فِی الْمُتَشَابِهَاتِ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْاَحَادِیْثِ. [1]

تفسیر اَلْمُحَرَّرُ الْوَجِیْزُ لِاِبْنِ عَطِیَّه الْاَنْدَلُسِیّ (المتوفی ۵۴۶ھ)

وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗ عَلَی الْکَمَالِ اِلَّا اللّٰهُ.

اور کوئی شخص اس کی مراد کو سوائے باری تعالیٰ کے مکمل طور پر نہیں جانتا

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۷۳ شاہ ولی اللہ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: اَنَا مِمَّنْ یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗ ۔

وقال مجاہد: وَالرَّاسِخُوْنَ فِی العلم یَعْلَمُوْنَ تَأْوِیْلَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ آمَنَّابِهٖ.

قَالَهُ الرَّبِیْعُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ الذبیرُ وَغَیْرُهُمْ.[1]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: میں ان کی توجیہات کو جانتا ہوں، مجاہد فرماتے ہیں کہ راسخین فی العلم اس کی تاویل سے واقف ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اُس پر ایمان ہے اور یہی قول ربیع، محمد بن جعفر وغیرہ کا ہے۔

تفسیر جمل: علامہ الشیخ سلیمان الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ

فرماتے ہیں:

وَجَرٰی قَوْمٌ عَلٰی اَنَّهَا لِلْعَطْفِ عَلَی الْجَلَالَةِ وَالْمَعْنٰی اَنَّ تَأْوِیْلَ الْمُتَشَابِهِ یَعْلَمُهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُهُ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ.[2]

اور ''الراسخون'' کی واوَ کا عطف اِلَّا اللّٰهُ پر ہے تو معنی یہ ہوگا کہ جہاں تک متشابہات کا تعلق ہے ان کو اللہ اور وہ علما جو راسخ فی العلم ہیں وہ اس کے علم اور مراد کو جانتے ہیں۔

راسخ فی العلم کون ہے؟

جس شخص میں چار اوصاف پائے جائیں وہ راسخ فی العلم ہے۔

(۱) ایسا عالمِ دین جو انتہائی تقویٰ اور خوفِ خدا رکھتا ہو۔

(۲) دوسرا وہ شخص جو اپنے رب اور بندوں کے درمیان اپنے آپ کو ہیچ، درماندہ، عاجز اور مسکین سمجھتا ہو۔

(۳) تیسرا وہ جو زُھد و پرہیز گاری میں اپنے رب کے سامنے یکتا ہو اور دنیا کے امور میں اِساسِ تقویٰ اور پرہیز گاری میں ممتاز ہو۔

---

[1] تفسیر حذا ص ۴۰۲/۴۰۳، ج ۱ [2] تفسیر جمل ص ۳۴۳، ج اوّل

(۴) وہ شخص جو لوگوں کے سامنے بھی مجاہدہ بالنفس کرنے والا ہو اور اپنے رب کے حضور بھی ریاضت و مجاہدہ میں ''جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ'' کا مصداق ہو۔[1]

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات:

قرآن نے آپ کے اِعجازی قول کو نقل فرمایا:

آیت نمبر۵: اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ.

(آل عمران ۴۹)

آپ فرماتے ہیں مادر زاد، اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک (تندرست) کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں یہ بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آتے ہو یا جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ بے شک اُن (سب امور) میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم مومن ہو تو۔

حضرت مسیح کا غیب کی خبریں بتانا ایک بڑا معجزہ ہے:

علماءِ تفاسیر نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بچے بڑی تعداد میں جمع ہو جایا کرتے تھے اور آپ اُن کے ساتھ اپنی طفولیت میں کھیلا کرتے تھے، اور آپ انہیں یہ بھی بتا دیتے تھے کہ تمہارے والدین نے تمہاری روزمرہ کی غذا و خوراک کو کہاں کہاں ذخیرہ کر کے رکھا ہے۔ بچے آپ کی ان غیبی

---

[1] یعنی نفس امارہ اور شیطان سے لڑنے والا ہو۔

خبروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے گھروں میں پہنچ جاتے اور آپ کی نشان زدہ جگہوں سے صبح وشام کی اندوختہ غذا چٹ کر جاتے۔

امام بغوی لکھتے ہیں:

كَانَ يُخْبِرُ الرَّجُل بِمَا اَكَلَ الْبَارِحَةَ وَبِمَا يَأْكُلُ الْيَوْمَ وَبِمَا ادَّخَرَهُ لِلعَشاءِ.

وَقَالَ السُّدِيُّ: كَانَ عيسىٰ عليه السلام فِى الْكِتَاب يُحَدِّثُ الْغِلْمَانَ بِمَا يَصْنَعُ آبَاءُ هُمْ، وَيَقُوْلُ لِلْغُلَامِ: اِنْطَلِقْ اَكَلَ اَهْلُكَ كَذَا وَكَذَا وَرَفَعُوْا كَذَا وَكَذَا، فَيَنْطَلِقُ الصَّبِىُّ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَبْكِىْ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُعْطُوْهُ ذٰلِكَ الشَّىْءَ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَنْ اَخْبَرَكَ بِهٰذَا؟

فَيَقُوْلُ: عِيسى عَلَيهِ السَّلَامُ، فَحَبَسُوْا صِبْيَا نَهُمْ عَنْهُ وَقَالُوْا لَاتَلْعَبُوْا مَعَ هٰذَا السَّاحِرِ مَجْمُوْعُهُمْ فِى بَيْتٍ، فَجَاءَ عِيسٰى عليه السلام يَطْلُبُهُمْ فقَالُوْا: لَيْسَ هٰهُنَا.

فَقَالَ: فَما فِىْ هٰذَا الْبَيْتِ، قَالُوْا خَنَازِيْرُ، قَالَ عَيْسٰى: كَذَالِكَ يَكُوْنُوْنَ. فَفَتَحُوْا عَلَيْهِمْ فَإِذَاهُمْ خَنَازِيْرُ. [1]

ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام آنے والے آدمی کو یہ بتا دیتے تھے کہ کل اس نے کیا کھایا تھا اور آج کے دن وہ کیا کھائے گا اور شام رات کے لیے اُس نے کیا ذخیرہ کر کے رکھا ہے۔

سُدِّی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ اُن کے والدین اس وقت کیا کر رہے ہیں (اور کہاں ہیں؟) اور آپ بچوں کو فرماتے: گھر جاؤ، تمہارے گھر والوں نے آج یہ یہ کھایا ہے اور تمہارے لئے فلاں فلاں

[1] تفسیر بغوی ص ۳۰۵، ج ۱۔ قرطبی ص ۹۴/۱۵، ج ۴۔ و تفسیر البحر المحیط ۴۴۰ ج ۱

چیز اٹھا کر رکھی ہے، چنانچہ بچے گھر پہنچ کر والدین کے سامنے (ضد میں آ کر) روتے تو والدین انہیں وہ چیزیں مہیا کرتے۔ بالآخر والدین ان بچوں سے پوچھتے کہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق کس نے بتایا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتے ''انہیں عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا ہے۔''

نتیجۃً والدین نے اپنے بچوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے سے روک دیا اور انہیں زجراً بتا دیا کہ تم آئندہ اس جادوگر کے پاس ہرگز نہ جانا۔ ایک دفعہ محلے کے سارے بچوں کو اُنہوں نے ایک مکان میں بند کر دیا چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے آپ علیہ السلام نے بچوں کے متعلق دریافت فرمایا کہ تو قوم نے کہا کہ وہ تو یہاں نہیں ہیں آپ نے دریافت فرمایا، اچھا یہ بتاؤ کہ اس گھر میں کون بند ہیں؟ اُنہوں نے کہا وہ تو خنزیر ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر ایسا ہی ہے تو وہ خنزیر بن جائیں۔'' جب قوم نے اس مکان کا دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام لڑکے خنزیر بن چکے ہیں۔ بنی اسرائیل میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

اور وہ آپ کو اذیت پہنچانے کے درپئے آزاں ہوئے، حالات کی نزاکت کو دیکھ کر آپ کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے گدھے پر اٹھا کر شہر مصر کو روانہ ہو گئیں۔

دوسری روایت:

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے:

کہ جب بنی اسرائیل کو مائدہ من وسلویٰ ملا، تو انہیں یہ حکم تھا کہ نہ تو وہ اس الوانِ نعمت میں کسی قسم کی خیانت کریں اور نہ کل کے لیے ذخیرہ اندوزی کریں،

لیکن اس کے برعکس انہوں نے وہ سب کچھ کیا جس سے وہ روکے گئے تھے۔

فَجَعَلَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یُخْبِرُهُمْ بِمَا اَکَلُوْا مِنَ الْمَائِدَةِ وَبِمَا اِدَّخَرُوْا مِنْهَا، فَمَسَخَهُمُ اللّٰهُ خَنَازِیْرَ. [1]

چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام انہیں بتا دیتے تھے کہ انہوں نے دستر خواں سے (بطور خیانت کے) فلاں فلاں چیز کھائی ہے اور اس خوانِ نعمت سے انہوں نے کس قدر ذخیرہ اندوزی کی ہے، ان کی اس حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خنازیر کی صورت میں مسخ کر دیا۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ)

خلاصہ آیت مبارکہ:

(۱) اَخْلُقُ لَکُمْ: میں بناتا ہوں تمہارے لئے پرندے کی صورت۔

(۲) فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ: سو میں پھونکتا ہوں اُس میں، تو وہ اللہ کے فضل سے پرندہ بن جاتا ہے۔

(۳) وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ: اور میں تندرست کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو (اور ٹھیک اور تندرست کرتا ہوں) کوڑھی کو۔

(۴) وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ: اور میں اللہ کی اجازت سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

(۵) وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ. اور میں تمہیں بتائے دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔

(الف) مندرجہ بالا پانچ جگہوں پر عیسیٰ علیہ السلام کے لئے واحد متکلم کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور یہ نسبت حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی طرف فرمائی ہے۔

[1] بغوی ص ۳۰۴، ج اول سورۃ آل عمران

(ب) اور یہ نسبت...... حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے، لفظ باذنِ اللہ میں بڑی جامعیت اور فصاحت وبلاغت موجود ہے، اس لفظ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حضرت مسیح علیہ السلام کی خداداد صلاحیت اور عطا شدہ قوت وطاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اللہ کے فضل سے ان معجزات کا اظہار فرماتے تھے، تاکہ لوگ نشانیاں اور معجزات دیکھ کر آپ پر ایمان لے آئیں۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے ان پانچ الفاظ کو جو مسیح علیہ السلام کی زبان سے جاری ہوئے ان کو ہمیشہ کے لیے برقرار رکھا اور یہ الفاظ (۱) اَخْلُقُ، (۲) فَاَنْفُخُ، (۳) وَاُبْرِئُ، (۴) وَاُحْیِ، (۵) وَاُنَبِّئُکُمْ

اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ ان میں شرک کا کوئی تصور نہیں کیونکہ عالم الاسباب میں ایک جلیل القدر پیغمبر کا ان الفاظ کے ذریعے ان افعال کا اپنی طرف نسبت کرنا شرعاً جائز ہے، اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قرآن حکیم جو اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے اس میں ان الفاظ کو ہرگز برقرار نہ رکھا جاتا اور نہ ہی ان الفاظ کو جو وھابیہ کے نزدیک کلمات شرکیہ ہیں ان کو اللہ کا ایک جلیل القدر نبی یوں استعمال کرتے کیونکہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مُسَبِّبُ الاسباب، خالقِ حقیقی اور فاعل و موثر بالذات ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ایک وسیلہ اور ذریعہ تھے۔ (فافھم وتدبر)

حضرت مسیح علیہ السلام تورات وانجیل کی پُر حکمت باتیں:

اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو یہ عظیم الشان کمالات اور معجزات دے کر آپ کی عظمت کو دوبالا فرمایا، اور تورات وانجیل کے علمی خزائن واسرار اور دانش وحکمت کے جواہر سے نوازا امام فخر الدین الرازیؒ لکھتے ہیں:

الْمُرَادُ مِنَ الْحِكْمَةِ تَعْلِيمُ الْعُلُوْمِ وَتَهْذِيبُ الْاَخْلَاقِ ۔ [1]

علامہ بیضاویؒ رقم طراز ہیں:

بِالْمُغَيَّبَاتِ مِنْ اَحْوَالِكُمْ الَّتِي لَا تَشُكُّوْنَ فِيهِ. [2]

تمہارے غیبی اَحوال کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں، جن کے بارے میں تمہیں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ [3]

اس سے مراد غیب کی اِطلاعات واخبار ہیں۔

لِاَنَّ التَّوْرَاةَ كِتَابٌ اِلٰهِيٌّ، وَفِيهِ اَسْرَارٌ عَظِيمَةٌ وَالْاِنْسَانُ مَالَمْ يَتَعَلَّمِ الْعُلُوْمَ الْكَثِيْرَةَ لَا يُمْكِنُهُ اَنْ يَخُوْضَ فِي الْبَحْثِ عَلٰى اَسْرَارِ الْكِتَابِ الْاِلٰهِيَّةِ.

یعنی تورات اللہ کی کتاب ہے اور اس میں بڑے بڑے راز واسرار ہیں اور انسان جب تک بہت سے علوم حاصل نہ کر پائے اس وقت تک وہ کتابِ الٰہی کے رازوں کی بحث اور اُن پر غور وفکر کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

کمالات علمیہ:

علامہ رازیؒ نے آپ کے اس علمی کمال کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَالْمَرْتَبَةُ الْعُلْيَا فِي الْعِلْمِ، وَالْفَهْمِ وَالْاِحَاطَةِ بِاَسْرَارِ الْعَقْلِيَّةِ وَالشَّرْعِيَّةِ وَالْاِطِّلَاعِ عَلَى الْحِكَمِ الْعُلْوِيَّةِ وَالسُّفْلِيَّةِ. [4]

کمالات کی بلندی میں یہ ہے کہ اس کا پورا علم، فہم وفراست، اسرار عقلیہ اور شرعیہ کے اسرار پر احاطہ ہو اور کائنات علوی وسفلی کی حکمتوں پر اطلاع حاصل ہو۔

---

۱ کبیر ص ۲۲۶، ج ۸ ۔ ۲ بیضاوی ج ۱ ص ۱۰۵۔

۳ اَلْمُرَادُ الْاَخْبَارُ بِالْمُغَيَّبَاتِ۔ ص ۱۷۰ روح المعانی ج ۲) ۴ تفسیر کبیر ج ۸، ص ۲۲۶

یہ وہ وصف علم ہے جو آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فوقیت وبرتری اور خلافت کا باعث بنی۔ اسی علم کی بدولت یوسف علیہ السلام نے مصر میں حکومت فرمائی۔ یہ علم ہی تھا جس کی وجہ سے آپ کے سامنے آپ کے بھائیوں نے سجدۂ تعظیمی کیا اور مصر میں آپ کو عروج وترقی نصیب ہوئی۔

اسی علم کی بدولت آپ نے اصولِ حکمرانی کو چار چاند لگائے اور امورِ مملکت کو جس خوش اسلوبی، حکمت عملی اور اعلیٰ ذہانت سے چلایا جس کی مثال ملنا مشکل ہے قحط سالی کے دور میں آپ کی دُور بینی مآل اندیشی اور معاشی امور اور معاشرتی معاملات میں عدل وانصاف، کفایت شعاری کا جو عدیم المثال آپ نے کارنامہ انجام دیا، اُس کو آپ کے تدبر، بالغ نظری آپ کی اولوالعزمی اور علمی خداداد صلاحیت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

آج کے ہمارے حکمران اور مملکت کے سربراہان حضرت یوسف علیہ السلام کی دانش مندانہ پالیسیوں اور علمی مہارت وتجربہ سے فائدہ اٹھا کر وطن عزیز پاکستان میں بے شمار اقتصادی اصلاحات لاکر قوم کی قسمت بدل سکتے ہیں۔

آیت نمبر۶: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۝ [1]

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ: اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

---

۱ آل عمران: آیت ۳:۱۷۹

مفہوم:

تو اُن برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سیّد انبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

اس آیت اور اس کے سوا بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے۔ اور غیوب کے علوم آپ کا معجزہ ہیں۔ [1]

تفسیر کبیر میں ہے:

مَعْنَاهُ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ حَكَمَ بِاَنْ يَظْهَرَ هٰذَا التَّمِيزَ، ثُمَّ بَيَّنَ بِهٰذَا لْاٰيَةِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَحْصُلَ ذٰلِكَ التَّمِيزُ بِاَنْ يَّطَّلِعَكُمُ اللّٰهُ عَلٰى غَيْبِهٖ فَيَقُوْلَ اَنَّ فُلَانًا مُنَافِقٌ وَفُلَانًا مُؤْمِنٌ، وَفُلَانًا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَفُلَانًا مِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَاِنَّ سُنَّةَ اللّٰهِ جَارِيَةٌ بِاَنَّهٗ لَا يَطَّلِعُ عَوَامَ النَّاسِ عَلٰى غَيْبِهٖ، بَلْ لَاسَبِيْلَ لَكُمْ اِلٰى مَعْرِفَةِ ذٰلِكَ الْاِمْتِيَازِ اِلَّا بِالْاِمْتِحَانَاتِ .... مِثْلَ مَاذَكَرْنَا مِنْ وُقُوْعِ الْمِحَنِ وَالْاٰفَاتِ حتى يَتَمَيَّزَ عِنْدَهَا الْمُوَافِقُ مِنَ الْمُنَافِقِ، فَاَمَّا مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِطِّلَاعِ مِنَ الْغَيْبِ فَهُوَ خَوَاصُ الْاَنْبِيَاءِ فَلِهٰذَا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَصْطَفِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ."

فَخَصَّهُمْ بِاِعْلَامِهِمْ اَنَّ هٰذَا مُؤْمِنٌ وَهٰذَا مُنَافِقٌ وَيَحْتَمِلُ. وَلٰكِنَّ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَيَمْتَحِنَ خَلْقَهٗ بِالشَّرَائِعِ عَلٰى اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى يَتَمَيَّزَ الْفَرِيْقَانِ بِالْاِمْتِحَانِ، وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْمَعْنٰى:

[1] خزائن العرفان

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَكُمْ كُلَّكُمْ عَالِمِيْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ حَيْثُ يَعْلَمُ الرَّسُوْلُ حَتّٰى تَصِيْرُوْا مُسْتَغْنِيْنَ عَنِ الرَّسُوْلِ، بَلِ اللّٰهُ يَخُصُّ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ بِالرِّسَالَةِ ثُمَّ يُكَلِّفُ الْبَاقِيْنَ طَاعَةَ هٰؤُلَاءِ الرُّسُلِ. [1]

اس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب میں فرق وامتیاز ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ پھر اس آیت کے ذریعے ظاہر فرمایا کہ خدا یہ بھی نہیں چاہتا کہ تمہیں اپنے غیب پر اطلاع دے کر یہ امتیاز ظاہر کرے کہ فلاں آدمی منافق اور فلاں مومن، فلاں جنتی ہے اور فلاں دوزخی اللہ کی یہ سنت جاری وساری ہے کہ وہ اپنے غیب پر عام لوگوں کو اطلاع نہیں دیتا، اور تمہارے لئے اس امتیاز کو جاننے کے لیے کوئی راستہ نہیں سوائے امتحانات کے، جیسا کہ ہم نے امتحانات اور آزمائشوں کا ذکر کیا ہے کہ:

مومن اور غیر مومن کو تا کہ تم آسانی سے جان لو۔

جہاں تک غیبی اطلاعات کا تعلق ہے تو یہ بات صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ اسی لئے اللہ کا ارشاد ہے:

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو (اطلاع علی الغیب کے لئے) منتخب فرمائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے اور غُیوب پر اطلاع دے کر مخصوص فرمائے اور خدا کے اِعلام سے وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ صحیح مسلمان اور یہ منافق ہے۔

[1] تفسیر کبیر ص۳۴۲ (۳۴۲) ج۹۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے جن سے اوراُن کے ذریعہ سے اپنی مخلوق کو شرعی احکام کے بجالانے اور امتحانات میں ڈال ڈال کر دونوں فریقین میں امتیاز کا ظہور فرمادے۔

اور (آیت میں) یہ احتمال بھی ہے:

اور اللہ کی شایانِ شان نہیں کہ وہ تم سب کو غیبی امور پر اطلاع دے، اس لئے کہ غیب تو رسول کو سکھاتا ہے اور تم اگر خود غیب جاننے لگو تو پھر تم رسول اللہ سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے رسالت کے لئے منتخب فرمائے پھر دوسرے لوگوں کو ان رسولوں کی اِطاعت وفرمانداری کی زحمت دے۔

تفسیر مظہری:

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

فَيُطْلِعُهٗ عَلَى الْبَعْضِ مِنْ عُلُوْمِ الْغَيْبِ اَحْيَانًا، كَمَا اطَّلَعَ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَحْوَالِ الْمُنَافِقِيْنَ نُبُوْرِ الْفَرَاسَةِ. [1]

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہے انہیں احیانًا بعض علوم غیبیہ پر اِطلاع دیتا ہے جس طرح اُس نے اپنی نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ فراست کے ذریعے منافقین کے حالات پر اطلاع دی تھی۔

[1] ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ص ۱۷۵، ج ۲۔ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

تفسیر مدارک میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُؤْتِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَلْمَ الْغَيْبِ فَلَا تَتَوَهَّمُوْا عِنْدَ اِخْبَارِ الرَّسُوْلِ بِنِفَاقِ الرَّجُلِ وَاِخْلَاصِ الْاٰخَرِ اِنَّهٗ يَطَّلِعُ عَلٰى مَافِي الْقُلُوْبِ اِطِّلَاعَ اللّٰهِ فَيُخْبِرُ عَنْ كُفْرِهَا وَ اِيْمَانِهَا. [1]

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم میں سے ہر ایک کو علم غیب عطا فرمائے۔ سو تم میں سے کسی کے ذہن میں یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کے منافق ہونے اور دوسرے شخص کے اِخلاص کے متعلق خبر دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دلوں کے اخلاص ونفاق کی اِطلاع وخبر کو اللہ کی طرح جانتے ہیں۔ (ایسا ہرگز نہیں)۔

"اَیْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُرْسِلُ الرَّسُوْلَ فَيُوْحِيْ اِلَيْهِ وَيُخْبِرُهٗ بِاَنَّ فِي الْغَيْبِ كَذَا وَاَنَّ فُلَانًا فِيْ قَلْبِهِ النِّفَاقُ وَفُلَانًا فِيْ قَلْبِهِ الْاِخْلَاصُ. فَيَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْ جِهَةِ اِخْبَارِ اللّٰهِ لَا مِنْ جِهَةِ نَفْسِهٖ.

مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے رسول حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجتا ہے اور وہ ان کی طرف وحی پہنچاتا ہے اور اُسے بتاتا ہے کہ غیب میں اس طرح ہے کہ فلاں آدمی ایسا ہے جس کے دل میں نفاق ہے اور فلاں کے دِل میں اخلاص ہے بہر حال وہ نبی جو کچھ جانتا اور اطلاع دیتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہے نہ کہ اپنی طرف سے۔

[1] تفسیر مدارک للامام عبداللہ بن احمد النسفی المتوفی ۷۱۰ھ [2] تفسیر مدارک ص ۲۲۰/۲۲۱ سورۃ آل عمران

فوائد علمیہ:

اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ وایمان ہے۔

(۱) کہ اللہ کے تمام نبی اور رسول خدا کی تعلیم، اس کی وحی اور اِلقاء و الہام کے ذریعے علم غیب جانتے ہیں۔

(۲) اور یہ کہ اطلاع و اخبار علی الغیب کا مدار اللہ کی صوابدید اور اُس کے بتانے پر ہے۔

بغیر تعلیم الٰہی کے وہ کسی قسم کی غیبی خبر و اطلاع از خود نہیں دیتے، بلکہ وہ وحی کے محتاج ہوتے ہیں۔

(۳) تمام اَنبیاء و مُرسلین کا علم ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے اللہ کی طرح کا علم، علمِ مُطلق اور بالاستقلال اور لامحدود، اُنہیں کسی بھی صورت میں حاصل نہیں بلکہ انبیاء کے لئے ایک ذرّہ کے برابر بھی ذاتی علم ماننا شرک اور ظلم عظیم ہے۔

(٤) فَلَا تَتَوَهَّمُوْا اَنَّهٗ يَطَّلِعُ عَلٰى فِى الْقُلُوْبِ اِطِّلَاعَ اللّٰهِ......... فَيَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْ جِهَةِ اَخْبَارِ اللّٰهِ لَامِنْ جِهَةِ نَفْسِهٖ. (مدارک)

یعنی نبی کے متعلق ہرگز یہ وہم وگمان بھی نہ کرو کہ وہ لوگوں کے اِخلاص یا نفاق اور دیگر حوادثات کے متعلق اللہ کی طرح (علم استقلالی اور ذاتی کی بنا پر) خبر دیتے ہیں بلکہ وہ جو کچھ غیب جانتے یا بتاتے ہیں، وہ محض اللہ کی تعلیم و اجازت کی اِساس پر ہی بتاتے ہیں۔

علامہ اِبنِ کثیر رقم طراز ہیں:

وقال السّدی: قَالُوْا: اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَادِقًا فَلْيُخْبِرْنَا عَمَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ مِنَّا وَمَنْ يَّكْفُرُ بِهٖ؛

سدی کہتے ہیں کہ منافقین اور کفار کہا کرتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعۃً سچے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ ہمیں یہ بتائیں کہ ہم میں سے کون اُن پر ایمان لائے گا اور کون ایمان نہیں لائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآاَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ. [1]

ترجمہ: نہیں ہے اللہ کو چھوڑ دے ایمان والوں کو، اوپر اس حالت کے کہ ہو تم اوپر اس کے یہاں تک جدا کر دے ناپاک کو پاک سے اور نہیں ہے اللہ کہ خبردار کر دے تم کو اوپر غیب کے اور لیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے۔ [2]

ترجمہ محمد جونا گڑھی:

جس حال پر تم ہو اسی پر ایمان والوں کو نہ چھوڑ دے گا جب تک پاک اور ناپاک الگ الگ نہ کر دے اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کرلیتا ہے۔

غیب کا علم ہم صرف اپنے رسولوں کو ہی عطا کرتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی منصبی ضرورت ہے، اس وحی الٰہی اور امور غیبیہ کے ذریعے سے ہی وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور اپنے کو اللہ کا رسول ثابت کرتے ہیں الخ۔ [3]

---

[1] سورۃ آل عمران ابن کثیر ۱۶۵، ج ۲۔ [2] شاہ رفیع الدینؒ

[3] قرآن مجید آل عمران ص ۱۹۲ مطبوعہ سعودی عربیہ

تفسیر جلالین میں ہے:

فَيُطْلِعُهُ عَلٰى غَيْبِهٖ كَمَا اطَّلَعَ عَلٰى حَالِ الْمُنَافِقِيْنَ.

پس وہ اللہ اپنے غیب (خاص) پر اس کو مطلع کرتا ہے جیسا کہ آپ کو منافقین کے حالات پر اطلاع بخشی۔

حاشیۃ الجمل علی الجلالین میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ يُوْهِمُ اَنَّهٗ لَايَطَّلِعُ اَحَدًا عَلٰى غَيْبِهٖ لِعُمُوْمِ الْخِطَابِ فَاسْتَدْرَكَ بِالرُّسُلِ وَالْمَعْنٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ اَنْ يَصْطَفِىَ مِنْ رُّسُلِهٖ، اَشَارَبِهٖ عَلٰى اِطِّلَاعِهٖ عليه الصلوة والسلام على الغيبِ الخ. [1]

تفسیر فتح القدیر میں ہے:

وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ (اَلْاٰيَه) حَتّٰى تُمَيِّزُوْا بَيْنَ الطَّيِّبِ وَالْخَبِيْثِ فَاِنَّهُ الْمُسْتَاْثِرُ بِعِلْمِ الْغَيْبِ لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مِنْ رُّسُلِهٖ يَجْتَبِيْهِ فَيُطْلِعُهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ غَيْبِهٖ فَيُمَيِّزُ بَيْنَكُمْ كَمَا وَقَعَ مِنْ نَبِيِّنَا ﷺ مِنْ تَعْيِيْنِ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ. [2]

یعنی اللہ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے منتخب رسولوں کو غیب کی اَخبار دے کر دوسروں پر ممتاز فرماتا ہے۔

یہاں تک کہ وہ طیب اور خبیث میں فرق وامتیاز پیدا کریں۔ اس لئے کہ علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مختص فرمایا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں میں سے جسے وہ چاہے چن لیتا ہے تو پھر وہ اُسے کسی

[1] جمل،۳۴۰،ج اوّل [2] فتح القدیر

اللہ اپنے غیب پر اطلاع دیتا ہے، پس وہ تمہارے درمیان امتیاز پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقع ہوا کہ آپ نے (چن چن کر) بہت سے منافقین کی تعیین فرمائی (اُن کے نام تک بتائے) سو بے شک (یہ سب کچھ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتانا اللہ کی تعلیم سے تھا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ذاتی طور پر غیب جانتے تھے۔

فائدہ: علامہ شوکانی کا مرتبہ ومقام سلفی حضرات پر روز روشن کی طرح واضح ہے آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتعلیم اللہ علم غیب حاصل تھا۔ اور یہی مسلک اہل سنت وجماعت کا ہے۔

علامہ قرطبی اور مسئلہ علم غیب:

آپ فرماتے ہیں:

فَمَا كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا الْغَيْبَ قَبْلَ هٰذَا، فَالْاٰنَ قَدِ اطَّلَعَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَصَحْبَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ (الى ان) (وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ) اَىْ يَخْتَارُ (مِنْ رُّسُلِهٖ) لِاِطِّلَاعِ غَيْبِهٖ. [1]

ترجمہ: تم اِس سے پہلے غیب نہیں جانتے تھے۔ سو اب بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس پر اطلاع دی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور وہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے (یعنی اپنے علم غیب کی اطلاع کے لئے منتخب فرمالیتا ہے۔

تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری رقمطراز ہیں: [2]

[1] قرطبی ۱۳۸۹ المجلد الرابع :۱۷۹:۳ آل عمران [2] التوفی ۴۶۷.....۵۳۸ھ

اَیْ مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُؤْتِیَ اَحَدًا مِّنْکُمْ عَلَی الْغُیُوْبِ فَلَا تَتَوَھَّمُوْا عِنْدَ اِخْبَارِ الرَّسُوْلِ علیہ الصلوۃ والسلام بِنِفَاقِ الرَّجُلِ وَ اِخْلَاصِ الْاٰخِرِ اَنَّہٗ یَطَّلِعُ عَلٰی مَافِی الْقُلُوْبِ اِطِّلَاعَ اللّٰہِ فَیُخْبِرُ مَنْ کُفْرِھَا وَاِیْمَانِھا (وَلٰکِنَّ اللّٰہَ) یُرْسِلُ الرَّسُوْلَ فَیُوْحِیْ اِلَیْہِ وَیُخْبِرُہٗ بِاَنَّ فِی الْغَیْبِ کَذَا وَاَنَّ فُلَانًا فِیْ قَلْبِہِ النِّفَاقُ وَفُلَانًا فِیْ قَلْبِہِ الْاِخْلَاصُ فَیَعْلَمُ ذٰلِکَ مِنْ جِھَۃِ اِخْبَارِ اللّٰہِ لَامِنْ اِطِّلَاعِہٖ عَلَی الْمُغَیَّبَاتِ۔ ۱

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام لوگوں) میں سے کسی کو غیب کی خبریں بتائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے نفاق کی اطلاع دیں کہ یہ آدمی منافق ہے اور دوسرا خالص مومن ہے، یہ بات تمہیں ہرگز کسی غلط فہمی میں نہ ڈال دے کہ آپ ذاتی طور پر لوگوں کے دلوں کے حالات اور رازوں کو جانتے ہیں بلکہ آپ کا بتانا محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے تھا نہ یہ کہ آپ اللہ کی طرح استقلالاً غیب جانتے ہیں۔

لیکن اللہ اپنے فرشتے کے ذریعے آپ پر وحی بھیجتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ فلاں منافق اور بدعہد ہے اور فلاں سچا اور مخلص ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی ۲

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَقَالَ الْکَلْبِیُّ: قَالَتْ قُرَیْشٌ: یَامُحَمَّدُ! تَزْعَمُ اَنَّ مَنْ خَالَفَکَ فَھُوَ فِی النَّارِ وَاللّٰہُ عَلَیْہِ غَضْبَانُ وَاَنَّ مَنْ اَطَاعَکَ وَتَبِعَکَ عَلٰی دِیْنِکَ فَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ وَاللّٰہُ عَنْہُ رَاضٍ، فَاَخْبِرْنَا بِمُؤْمِنٍ یُّؤْمِنُ بِکَ وَمَنْ لَّایُؤْمِنُ بِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ

۱ کشاف ص۲۳۳ سورۃ آل عمران ۲ الشہیر بالخازن المتوفی ۷۲۵ھ

ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔

وَقَالَ السُّدِّیُّ قَالَ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

" عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِھَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ وَاُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُبِیْ " فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا: اِسْتِھْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَمْ یُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَہٗ وَمَا یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ:

"مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَاتَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا نَبَّاْتُکُمْ بِہٖ. فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ: مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَالَ حُذَافَۃُ، فَقَامَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ!" رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَبِکَ نَبِیًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَااللّٰہُ عَنْکَ. فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ، ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ. ۱

شانِ نزول:

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں اختلاف ہے۔

کلبی کہتے ہیں کہ قریش نے کہا: اے محمد! تمہارا کیا خیال ہے کہ جو آپ کا مخالف ہے وہ جہنمی ہے اور اللہ اُس پر غضبناک ہے اور جو آپ کا پیروکار اور آپ کے دین کا تابع ہے وہ جنتی ہے اور وہ اُس سے راضی ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ ہم میں سے کون آپ پر ایمان لائے گا اور کون ایمان نہیں لائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۱ ملاحظہ ہو تفسیر بغوی ص۳۷۷ ج اول (روح البیان) وغیرہ

امام سُدّی کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری اُمت کی تصاویر طین (اپنی اصلی صورت) میں، مجھ پر پیش کی گئیں جس طرح حضرت آدم پر پیش کی گئی تھیں، اور مجھے بتایا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون مجھ پر ایمان لانے سے انکار کرے گا۔''

جب یہ خبر منافقین تک پہنچی تو وہ ہنس پڑے اور مذاق کے طور پر کہنے لگے محمد کا گمان ہے کہ کون اُن پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے حالانکہ ہم اُن کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں نہیں جانتے.....

جونہی یہ خبر رسول اللہ تک جا پہنچی، آپ منبر پر جلوہ فروز ہوئے خدا کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا:

''اُس قوم کا کیا حال ہے جو میرے علم (اخبار بالغیب) میں طعن وتشنیع کرتی ہے، بخدا! تم کسی چیز کے متعلق دریافت کروگے جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے مگر میں اُس کے متعلق تمہیں ضرور بتاؤں گا۔''

حضرت عبداللہ بن خدافہ اسھمی کھڑے ہوئے تو آپ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ میرا باپ کون ہے؟

آپ نے فرمایا: تیراباپ حذافہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا:۔ یارسول اللہ! ہم سب اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین، قرآن کے امام اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں، آپ ہم سے راضی ہو جائیں، لِلّٰہِ آپ ہمیں معاف فرمائیں عفی اللہ عنک۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مرتبہ بلند فرمائے۔

آپ نے دومرتبہ فرمایا: کیا تم میرے علم کے بارے سوال کرنے سے باز آؤ گا یا نہیں؟

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ.

تفسیر خازن میں ہے:

لٰكِنَّ اللّٰهَ يَصْطَفِي وَيَخْتَارُ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ غَيْبِهٖ وَعَلَّمَكَ مِنْ اَحْوَالِ الْمُنَافِقِيْنَ وَكَيْدِهِمْ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَعَلَّمَكَ مِنْ خُفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَاَطْلَعَكَ عَلٰى ضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ.[1]

لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اور منتخب فرمالیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے، پس وہ انہیں اپنے غیب پر اطلاع دیتا ہے اور آپ کو دلوں کے پوشیدہ اسرار پر اطلاع دی۔ اور آپ کو منافقین کے احوال اور ان کے مکر وفریب جو آپ نہیں جانتے تھے ان سے بھی باخبر کیا۔ علامہ قاضی بیضاویؒ نے بھی اسی قسم کی تشریح کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُؤْتِيَ اَحَدَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ فَيَطَّلِعُ عَلٰى مَافِي الْقُلُوْبِ مِنْ كُفْرٍ وَاِيْمَانٍ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ لِرِسَالَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَيُوْحِيْ اِلَيْهِ وَيُخْبِرُهٗ بِعْضِ الْمُغِيْبَاتِ اَوْيَنْصُبُ لَهٗ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: عام انسانوں کو رب تعالیٰ غیب نہیں بتاتا، لیکن بعض بندوں کو جنہیں چن

[1] تفسیر خازن ص ۴۲۶ ج اول

لے انہیں وہ ضرور بواسطہ وحی خبر دیتا ہے بعض مغیبات کی یا ایسی علامت قائم فرما دیتا ہے جو غیب پر دلالت کرتی ہو۔[1]

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وَمَا يُفْعَلُ ذٰلِكَ بِاِطِّلَاعِكُمْ عَلٰى مَا فِى قُلُوْبِكُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ وَلٰكِنَّهٗ تَعَالٰى يُوْحِىْ اِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرُهٗ بِذٰلِكَ وَبِمَا ظَهَرَ مِنْهُمْ مِنَ الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ (اِلٰى اَنْ) حَاصِلُ الْمَعْنٰى لَيْسَ لَكُمْ رُتْبَةُ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْغَيْبِ وَاِنَّمَا لَكُمْ رُتْبَةُ الْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِىِّ اَلْحَاصِلُ مِنْ نَصْبِ الْعَلَامَاتِ الْاَدِلَّةِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى سَيَمْنَحُكُمْ بِذٰلِكَ فَلَا تَطْمَعُوْا فِىْ غَيْرِهٖ فَاِنَّ رُتْبَةَ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْغَيْبِ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ رُّسُلِهٖ.

مفہوم و معنیٰ:

حق تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ وہ مخلص اور غیر مخلص، کافر اور مسلم منافق و غیر منافق، کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کرنا چاہتا ہے اور تمہاری عامیانہ باتوں پر کسی کو یقین نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ قیاس آرائی سے کسی مومن اور کافر، مخلص ایماندار اور منافق بدکردار کا موازنہ درست نہیں، حق و باطل کو پرکھنے کے لئے نبی کی ذات تم میں موجود ہے اور وہ بھی از خود غیب کو نہیں جانتے۔

فَاِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا اسْتَاْثَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ.[3]

بلکہ ذاتی اور استقلالی علم تو اللہ کی ذات پاک ہی کے لیے خاص ہے، جو خدا نے اپنے لئے ہی رکھا ہے، لیکن باذن اللہ، (اس کی اجازت سے، بذریعہ وحی) اللہ جل جلالہ اپنے رسول، حبیب لبیب ﷺ کو باخبر فرماتا ہے یا جو

[1] تفسیر بیضاوی آل عمران صفحہ ۶۱/۶۰ [2] روح المعانی ص ۱۳۷ علامہ آلوسی سورۃ آل عمران
[3] (روح المعانی ص ۱۳۷)

اولیاء کرام، مقربین بارگاہ، متتبعین رسول ﷺ ہیں جن میں اس فیضان کے حصول کی پوری استعداد و صلاحیت موجود ہے وہ بھی اسرارِ الٰہی اور انوار ایزدی سے بہرہ ور ہوتے ہیں لیکن حضور کے وسیلہ اور توسط سے ہی انہیں اس کا فیضان غیب ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اے لوگو! تمہیں یہ نعمت نہیں مل سکتی، یہ خدا کا خاص عطیہ ہے جو اُس کے برگزیدہ اور اُولوا العزم رسولوں کو ہی مل سکتا ہے، تمہیں براہ راست علم غیب تک رسائی حاصل نہیں تمہیں زیادہ سے زیادہ علم اِستدلالی حاصل ہے، جس کے تم علامات اور دلائل کی روشنی میں خبریں بتاتے ہو، اور یہ نعمت من جانب اللہ تمہیں حاصل ہے۔

اہل کشفِ کا علم:

رُوحُ المعانی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک اہل کشف کا تعلق ہے وہ انبیاء کی صحیح اتباع و پیروی میں ان کے مشن کو جاری رکھتے ہیں اور بعض دفعہ ان پر کشفی اور الہامی طور پر اسرارِ قدرت کا ظہور ہوتا ہے (کما لایَخفٰی ویاتی تفصیله ان شاء اللّٰه فی مقامه)

فائدہ: جتنا چاہا دیا، یہ جتنا اور اِتنا باعث فتنہ ہے

"بعض لوگ اَنبیاء و مُرسلین کی وُسعت علمیہ کو اپنی کم ظرفی سے ناپتے ہیں اور جتنے اور اتنے کے چکر میں علومِ انبیاء کے سمندر میں قدغن لگاتے رہتے ہیں بہر حال ہم کہہ سکتے ہیں "یہ جتنا"

اللہ تعالیٰ کے علم غیر متناہی کا بعض ہے، لیکن مخلوق کے علم کے مقابل ایک بیکراں سمندر ہے، جس کی حدود و قیود ہم انسان مقرر نہیں کر سکتے۔ جو لوگ اس

"جتنا" کو یہاں تک تنگ کر دیتے ہیں کہ حضور کو اور تو اور اپنے انجام کا علم بھی نہ تھا کہ آپ کے ساتھ کیا جائے گا، ان کی اپنی تنگ دلی اور تنگ نظری مستحق ہزار تاسف ہے اللہ تعالیٰ کی صفات عطا و بخشش (کریم، معطی، وھاب) کے اِنکار کا نام توحید رکھنا کہاں کا اِنصاف ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصطفیٰ کے قلب منور کو علومِ غیبیہ سے مَملُو (بھرپور) فرمایا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ کا علم نہ اللہ کے علم کی طرح ذاتی ہے نہ غیر متناہی۔

بلکہ وہ محض عطاءِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط و تفصیلی کے ساتھ اس کی نسبت "ذرّہ" اور "صحرا"، "قطرہ" اور "دریا" کی بھی نہیں۔ لیکن علومِ خلائق کے مقابلے میں وہ بحرِ زخّار ہے، جس کی گہرائی کو کوئی غوّاص آج تک نہ پا سکا اور جس کے کنارہ تک کوئی شناور آج تک نہ پہنچ سکا۔" [1]

آیت نمبر ۷: فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا. [2]

ترجمہ: اُس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر اُمت میں سے ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے۔

مفہوم یہ ہے کہ انبیاء سابقین صلوات اللہ علیہم اور اُمم ماضیہ کو حساب کتاب کے لئے روزِ قیامت جمع کیا جائے گا، ہر نبی سے اُن کی اُمت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام یہی کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے تو تیرے احکام تیرے بندوں تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی اور تساہل سے کام نہیں لیا، اس وقت رسولِ ثقلین شفیع

[1] ضیاء القرآن ج ا ص ۳۰۰۔۳۰۱ سورۃ آل عمران

[2] سورۃ النساء، ۴۰۔۴

الامم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرکاری گواہ کے طور پر پیش کیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقہ انبیاء کرام اور رُسُلِ عظام کی سچائی اور امورِ تبلیغ واشاعت اسلام کے متعلق بر ملا ارشاد فرمائیں گے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ان تمام پیغمبروں نے تیرے احکام احسن طریق سے تیرے بندوں تک پہنچا دیئے تھے، لیکن یہ کٹ حجتیاں کرتے تھے اور تیرے ان مقبول بندوں کے ساتھ ٹھٹھا اور مذاق کیا کرتے تھے اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے تھے۔

اے اللہ! آج اپنی شان کے مطابق فیصلہ فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ کی اس شہادت کے بعد اُن اقوام پر فرداً فرداً جرم ثابت ہوتا جائے گا اور وہ اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے اور اَنبیاء کرام علیہم السلام اس امتحان میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔

مضمون کی مزید تشریح کے لئے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے۔

تفسیر بغوی:

(وَجِئْنَابِكَ) یامحمد (علی ھٰؤلاءِ شَھِیْدًا)

شاھِدًا یَشْھَدُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاُمَّۃِ مَن رَّاٰہُ وَمَنْ لَّمْ یَرَہُ. [1]

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو ان سب پر شاہد بنا کر حاضر کریں گے آپ تمام اُمتوں پر گواہی دیں گے۔ چاہے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو یا نہ۔

تفسیر بیضاوی:

وَادْعُوْا شُھَدَاءَ کُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے تحت علامہ بیضاوی کا تبصرہ درج ذیل ہے۔

[1] تفسیر بغوی ص ۴۳۹ ج ا۔

اَلشُّهَدَاءُ جَمْعُ شَهِيْدٍ بِمَعْنَى الْحَاضِرِ اَوِالْقَائِمِ بِالشَّهَادَةِ اَوِالنَّاصِرِ اَوِالْاِمَامِ وَكَاَنَّهٗ سَمَّىٰ بِهٖ لِاَنَّهٗ يُحْضَرُ النَّوَادِيْ وَتُبْرَمُ بِمَحْضَرِهٖ الْاُمُوْرُ، اِذَا التَّرْكِيْبُ لِلْحُضُوْرِ اِمَّا بِالذَّاتِ اَوْبِالتَّصَوُّرِ.

اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کو بھی شہید کہتے ہیں، یعنی جس بات کی وہ تمنا لئے تھا وہ اس کو پہنچ گیا (حاضر ہوگیا) یا فرشتے اس کے پاس حاضر ہوگئے۔

وَمِنْهُ قِيْلَ لِلْمَقْتُوْلِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ لِاَنَّهٗ حَضَرَ مَا كَانَ يَرْجُوْهُ اَوِ الْمَلَائِكَةُ حَضَرُوْهُ.

مطلب: لفظ شہید کی جمع شُہَدَاء ہے اور اُس کے کئی معنیٰ ہیں:

الف: بمعنی حاضر

ب: قَائِمٌ بِالشَّهَادَةِ (گواہی دینے والا)

ج: ناصر، (مددگار، حامی)

د: اِمام (راہنما)

یہاں لفظ شہید حاضر کے معنی میں اس لئے استعمال ہوا ہے کہ وہ گواہ عموماً مختلف مجالس اور محافل میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی موجودگی میں بہت سے معاملات کا آخری فیصلہ ہوتا ہے یہ اس کی موجودگی براہِ راست بھی ممکن ہے اور اس کا تعلق تصور وخیال سے بھی وابستہ ہے۔

فائدہ:

علامہ بیضاوی کی تصریح کے مطابق مسئلہ ''حاضر وناظر'' حل ہو جاتا ہے ''اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا '' کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے نبی ہم نے آپ کو حاضر وناظر، بنا کر بھیجا ہے، ظاہر ہے کہ جو ان وقائع کے وقت حاضر ومشاہد ہوگا وہ ناظر

(دیکھنے والا) ہوگا۔ بہر کیف یہ حاضری علمی، تحقیقی اور سماعی بھی ہوسکتی اور عینی، حقیقی اور جسمانی بھی۔

اور کم از کم تصور کی دنیا میں حضور کا یہ تصور تو عام شائع وذائع ہے جس طرح عشاق کبھی اپنا پیغام بادِ نسیم کے ذریعے پہنچاتے ہیں اور کبھی پھولوں کی مہک، اور گل لالہ کا تصور کر کے اپنے محبوب کو حاضر سمجھ کر خطاب کرتے ہیں، جس پر شعراء کے کلام کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

حضور ہمارے شاہد ہیں:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر اولین وآخرین کی قسمت کا فیصلہ ہوگا وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا کی نَصّ اس منطوق ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ اَعْمَالُ اُمَّتِهٖ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَاَعْمَالِهِمْ فَلِذَالِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ وَتُعْرَضُ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ وَيَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَعَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.[1]

جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں، آپ انہیں ان کی پیشانیوں سے انہیں جانتے ہیں اور اُن کے اعمال کو جانتے ہیں، سو اسی لئے آپ (اُن کے حق میں یا ان کے خلاف) گواہی دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر جمعرات اور سوموار کو ہر ایک کا عمل پیش کیا جاتا ہے، اور نبیوں، (اور اُن کے) آباء واجداد اور (ان کی) ماؤں پر ہر جمعہ کو

[1] (سورۃ النساء روح البیان ص ۲۱۱)

پیش ہوتے ہیں۔

(جہاں تک انبیاء ومرسلین آباؤ اجداد اور اُمہات کا تعلق ہے ان کی اولاد کے (اچھے یا برے) اَعمال اُن پر جمعہ کے دِن پیش کئے جاتے ہیں)

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمت کے اَعمال صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔ جیسا علامہ ابن الحاج علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

اُمت کے اَعمال اور رسول اللہ:

وَتُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَاَعْمَالَهُمْ فَلِذَالِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ قَالَ اللّٰهُ تعالىٰ: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا.

آپ مزید فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ اَعْنِىْ فِىْ مُشَاهَدَتِهٖ اُمَّتَهٗ وَمَعْرِفَةِ اَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ فِيْهِ. [1]

اس لئے کہ حضور کی موت اور حیات میں کوئی فرق نہیں، یعنی اپنی امت کے مشاہدہ کرنے اور اُن کے حالات کے جاننے میں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دِلوں کے کھٹکوں سے بھی آپ واقف ہیں اور یہ حقیقت آپ پر واضح ہے جس میں کوئی خفا نہیں۔

امام غزالی اور مسئلہ حاضر وناظر:

آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں سلام پیش کرو تو نیت یوں ہونی چاہیے:

[1] المدخل ابن الحاج ص ۲۵۹، ج ۱

وَاحْضِرْ فِىْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. [1]

اور تو اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شخصیت مبارکہ کو حاضر جان اور پھر یوں کہہ اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ:

آپ فرماتے ہیں:

"زیرا کہ دے صلی اللہ علیہ وسلم بنور نبوت بر جمیع خلائق مطلع است" اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت سے ساری مخلوقات کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب سے ابن مبارک نے نقل کیا ہے کہ ہر روز صبح وشام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام پر آپ کی اُمت پیش ہوتی ہے، حضور علیہ السلام اُن کے عملوں سے ان کو پہچانتے ہیں۔

ھٰؤُلَاءِ کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ اس سے اُمت محمدیہ مُراد ہے اور بعض نے اُمم سابقہ کو بھی شامل کیا ہے الغرض ھٰؤُلَاءِ کے مفہوم میں تمام اَنبیاء ومرسلین اور ان کی اُمتین شامل ہیں خواہ انہوں نے آپ کو دیکھا ہو یا نہ۔ اسی چیز کو علامہ قرطبی نے بھی بیان کیا ہے۔

ملا علی قاری اور لفظ شہید:

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر اور شرح مشکوٰۃ مرقاۃ میں متعدد مقامات پر لفظ "شہید کا استعمال بمعنی "حاضر" کیا ہے۔ [2]

[1] احیاء العلوم ص ۱۹۹ ج اوّل [2] ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کی شرح: مرقات ج ۱ ص ۳۰۸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کُنْتُ لَہٗ شَافِعًا وَّ "شَهِيْدًا" اَیْ حَاضِرًا لِاَحْوَالِهٖ وَمُزَكِّيًا۔ [1]

آیت نمبر ۸: وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

(سورۃ النساء ۱۱۲۔ ۶)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت دی۔
اور تمہیں سکھادیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔
مذکورہ آیت کی تشریح میں علماءِ تفاسیر کی تحقیق اور اُن کی آراء درجِ ذیل ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے:

مِنَ الْاَحْكَامِ وَالْغَيْبِ۔ آپ کو احکام اور غیب کی باتیں سکھائیں۔
صاوی حاشیہ جلالین:

عَلَّمَ عِلْمَ الْغَيْبِ وَمَاهُوَ غَائِبٌ عَنَّا۔ [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب اور جو کچھ ہم سے پوشیدہ تھا وہ سارا آپ کو سکھادیا۔

خزائن العرفان:

اس سے مراد "امور دین، احکامِ شرع اور علوم غیب" ہیں۔
مسئلہ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم فرمائے اور کتابت و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا۔ یہ مسئلہ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔" [3]

---

[1] مرقاۃ ۳۰۸ ج اول [2] حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین ص ۳۲۵ سورۃ نساء۔
[3] (الخزائن حاشیہ ۳)

تفسیر طبری میں ہے:

(۱) يَقُوْلُ : وَفَضَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ مَعَ سَائِرِ مَاتُفُضِّلَ بِهٖ عَلَيْكَ مِنْ نِعْمَةٍ، اَنَّهٗ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَهُوَ الْقُرْآنُ فِيْهِ بَيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ۔

(۲) وَالْحِكْمَةُ: يعنى وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ مَعَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ، وَهِيَ مَاكَانَ فِي الْكِتَابِ مُجْمَلًا ذِكْرُهٗ مِنْ حَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ وَاَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ وَاَحْكَامِهٖ وَوَعْدِهٖ وَوَعِيْدِهٖ۔

(۳) وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ: مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ قَبْلُ، ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ مُذْ خَلَقَكَ۔ [1]

تشریح: اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی۔ اور اللہ کے فضل سے یہ مراد ہے کہ جس قدر اللہ کی نعمتیں تھیں ان تمام نعمتوں سے اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو سرفراز فرمادیا گیا ہے، بے شک اُس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، اس میں ہر ایک چیز کا بیان اور اس کی تفصیل موجود ہے اور اس میں ہدایت اور نصیحت ہے۔

حکمت: یہاں حکمت سے مراد یہ ہے کہ قرآن اور حکمت کے اجمالی بیان کو واضح کیا اور اُن کے احکام حلال و حرام، امر و نہی اور وعد و وعید وغیرہ بھی احکام کو بیان کردیا (تاکہ اُن میں کوئی خفا نہ رہے)

وعلمك مالم تكن میں اولین و آخرین کے واقعات کا ذکر ہے جو کچھ اس سے پہلے واقعات رونپذیر ہو چکے ہیں اور جو کچھ آئندہ واقع ہونے والا تھا وہ

---

[1] طبری ص ۳۲۱ ج ۵

سب کچھ آپ کو سکھا دیا گیا۔

اے محمد! یہ آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے اور آپ اس فضل الٰہی اپنی تخلیق سے ہی مستحق ہیں۔

ابن کثیر نے حکمت سے مراد سنت لی ہے۔ [1]

روح البیان والے نے لکھا ہے: بالوحی من الغیب وخفیات الامور [2]

یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے علم غیب اور بہت سے دیگر اسرار و رموز سکھائے۔ اور نبوتِ عامہ اور ریاست تامہ سے نوازا اور فضل عظیم سے مراد یہ ہے کہ آپ کی عصمت کو برقرار رکھا اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا۔ [3]

تفسیر بیضاوی میں ہے: "خفیات الامور او من امور الدین والاحکام"

آپ کو جو سکھایا اُس سے مراد پوشیدہ اُمور یا اُمورِ دین اور شرعی احکام مراد ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

علاء الدین بغدادیؒ رقم طراز ہیں:

وعلمك مالم تكن تَعْلَمُ

یعنی من احکام الشرع واُمورِ الدین

وقیل علمك من علم الغیب مالم تكن تَعْلَمُ

وقیل معناه علمك من خفيات الامور واطلعك على ضمائر القلوب وعلّمك من احوال المنافقين وكيدهم مالم تكن تعلم. [4]

---

[1] ابن کثیر ۳۹ ج ۲ [2] تفسیر روح البیان ۲۸۲ ج ۲ [3] ملخصاً من روح البیان

[4] خازن ۴۲۶ ج اول

مفہوم: اور آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔

(۱) یعنی احکامِ شرعیہ اور اُمورِ دین۔

(۲) اور ایک قول یہ ہے کہ "آپ کو سکھا دیں علم غیب کی وہ باتیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔"

(۳) اور سکھا دیں آپ کو وہ چیزیں جن کا تعلق پوشیدہ امور سے تھا۔

(۴) اور ایک یہ قول بھی ہے کہ "اور لوگوں کے دلوں کے بھیدوں سے بھی آپ کو واقف کر دیا۔"

(۵) منافقین کے حالات، ان کے مکر و حیل جو آپ نہیں جانتے تھے ان سب پر آپ کو مطلع کیا۔

تفسیر بغوی:

مِنْ عِلْمِ الْغَیْبِ [1]

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد "علم غیب" ہے۔

صاحب مدارک لکھتے ہیں:

مِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَالشَّرَائِعِ اَوْ مِنْ خُفِیَّاتِ الْاُمُوْرِ وَضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ.

یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے اُمورِ دین اور احکام شرعیہ یا راز دارانہ باتیں اور (لوگوں کے) دِلوں کے رازوں سے بھی آپ کو واقف فرما دیا تھا۔

علامی نسفی حنفی کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱) شریعت اسلامیہ کے تمام احکام شرعیہ وعملیہ سے مکملاً آگاہ تھے۔

(۲) پوشیدہ باتوں اور اسرار الٰہی کے رُموز کے علاوہ لوگوں کے دِلوں کے رازوں سے بھی واقف تھے۔

---

[1] ص ۴۷۹ ج اول

(۳) ضمائر القلوب: دل کے اسرار اور رُموز سے اللہ کی تعلیم سے آپ باخبر تھے، دلوں کے نفاق اور صدق وصفا والوں سے آپ واقف تھے ان بالا اُمور پر اہل سنت کے علماء اور اسلاف اُمت کا اِتفاق ہے اور یہی جادۂ مستقیم ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

تفسیر کبیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ

قال القفال رحمة الله عليه هذه الاية تتحمل وجهين احدهما ان يكون المراد ما يتعلق بالدين، كما قال ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان.

(الشوریٰ:۵۲)

وعلى هذه الوجه تقدير الآية:

انزل عليك الكتاب والحكمة واطلعك على اسرارهما واوقفك على حقائقهما مع انك ما كنت تعلم قبل ذلك عالما بشيء منهما. فكذالك يفعل بك مستأنف اياك لا يقدر احد من المنافقين على اضلالك وازلالك.

الوجہ الثانی:

ان يكون المراد: وعلمك ما لم تكن تعلم من اخبار الاولين، فكذالك يعلمك من حيل المنافقين و وجوه كيدهم ما تقدر على الاحتراز عن وجوه كيدهم ومكرهم، وكان فضل الله عليك عظيما، وهذا من اعظم الدلائل على ان العلم اشرف الفضائل والمناقب، وذلك لان الله تعالى ما اعطى الخلق من

العلم الا القليل، كما قال (وما اوتيتم من العلم الا قليلا)

(اسراء:۸۵)

ونصيب الشخص الواحد من علوم جميع الخلق يكون قليلا، ثم انه سمى ذلك القليل عظيما حيث قال: وما اوتيتم من العلم الا قليلا، وثم جميع الدنيا قليلا حيث قال: قل متاع الدنيا قليل (النساء ۷۷) وذالك يدل على غاية شرف العلم۔ [۱]

مفہوم ومطلب:

حضرت قفال کہتے ہیں کہ یہ آیت کئی معنوں پر مشتمل ہے:

پہلی توجیہ:

(۱) ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ''اُمورِ دین'' ہیں، جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب (قرآن) کیا ہے اور ایمان (کی حقیقت) کیا ہے۔

(الشوریٰ:۵۲)

اس بنا پر آیت کی تشریح یہ ہوگی: اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا اور آپ کو ان کے اَسرار کی اطلاع دی اور کتاب وحکمت کے حقائق پر آپ کو مطلع کیا، حالانکہ آپ اس سے پہلے اُن کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے، اب منافقین میں سے کوئی شخص بھی آپ کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کی مقدرت نہیں رکھے گا۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ کو (اُمم سابقہ)، اولین کے وہ اخبار وحالات سکھا دیے جو آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے اور نہ ہی آپ ان کی

---

۱ تفسیر کبیر للامام الفخر الرازی ص ۲۰۶/۱۷ طبع بیروت

دھوکہ دہی کی وجوہ اور اُن کے دَجل وفریب اور ان کی مکاریوں سے بچنے کی مقدرت رکھتے تھے اب خدا نے آپ کو ان کی مکاریوں سے واقف فرما کر فضل عظیم فرمایا ہے۔

اس علم کی برکات کی وجہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ دلائل میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ علم کا مرتبہ ومقام فضائل اور مناقب کے اعتبار سے سب سے اَشرف اور اعلیٰ افضل ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا نے ساری مخلوق کے علم کو قلیل قرار دیا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ جو علم تم کو دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا (قلیل) ہے۔

اور ایک آدمی کو اگر ساری مخلوق کا علم حاصل بھی ہو جائے تو وہ بھی قلیل ہوگا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت سے ساری دنیا وَمَا فِيهَا کو مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ کہا گیا ہے، لیکن خدا نے اپنے حبیب کو جو علم سکھایا اُس کو فضل عظیم سے تعبیر فرمایا گیا۔ اس سے علم کی عظمت وبرتری کا اندازہ لگایا جاسکتا۔

خلاصہ کلام: ساری دنیا کا مال ومتاع اور پوری کائنات کے علم کو قلیل کہا گیا ہے لیکن رسولِ کائنات کو جو علم وفضل، علم وحکمت، احکامِ شریعت اور معرفت الٰہیہ کے جو رُموز اور اسرار عطا فرمائے گئے ہیں اُن کو فضل اللہ عظیما فرمایا گیا ہے۔

"ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ"

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔

تفسیر فتح القدیر:

علامہ شوکانی لکھتے ہیں: واخرج ابن ابی حاتم عن قتادة

فی قوله: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَعْلَمْ اَیْ عَلَمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ قَبْلُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا. اِذًا لَا فَضْلَ اَعْظَمُ مِنَ النُّبُوَّةِ وَنُزُوْلِ الْوَحِي.

قَالَ: عَلَّمَهُ اللّٰهُ بَيَانَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، بَيَّنَ حَلَالَهُ وَحَرَامَهُ لِيُحْتَجَّ بِذٰلِكَ عَلٰى خَلْقِهِ. وَاَخْرَجَ اَيْضًا عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ: عَلَّمَهُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ. [1]

مفہوم:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت کا بیان سکھایا، حلال اور حرام میں فرق پیدا فرمایا تا کہ اس کے ذریعے خدا کی خالقیت کا اِستدلال قائم کیا جائے۔ ضحاک سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر وشر کی خدا نے تعلیم دی۔ اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے آپ کو سب کچھ سکھا دیا اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اس لئے کہ منصب نبوت اور نزولِ وحی سے بڑھ کر کوئی چیز افضل واعظم نہیں۔

علامہ قرطبی:

آپ فرماتے ہیں:

يَعْنِي مِنَ الشَّرَائِعِ وَالْاَحْكَامِ. [2]

یعنی جو آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ نے آپ کو سکھا دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شرائع اور احکام کا علم آپ کو سکھایا گیا۔

تفسیر روح المعانی:

علامہ آلوسی رقم طراز ہیں:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اَیْ عَلَّمَكَ: "بِاَنْوَاعِ الْوَحْيِ" مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ: اَیِ الَّذِیْ لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُهُ مِنْ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَضَمَائِرِ الصُّدُوْرِ، وَمِنْ جُمْلَتِهَا

[1] فتح القدیر ص ۷۷۶، ج اول [2] سورۃ نساء قرطبی ص ۳۸۵، ج ۵۔

وُجُوْہُ اِبْطَالِ کَیْدِ الْمَکَائِدِیْنَ، اَوْمِنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَاَحْکَامِ الشَّرْعِ.

کماروی عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھا

اَوْمِنَ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ کَمَا قَالَ الضَّحَاکُ اَوْمِنْ اَخْبَارِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ کَمَا قِیْلَ.

فَضْلُ اللّٰہِ:

لَا تَحْوِیْہِ عِبَارَۃٌ وَلَا تُحِیْطُ بِہٖ اِشَارَۃٌ، وَمِنْ ذٰلِکَ اَلنُّبُوَّۃُ الْعَامَّۃُ وَالرِّیَاسَۃُ التَّامَّۃُ وَالشَّفَاعَۃُ الْعُظْمٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

مفہوم ومطلب:

یعنی خدا نے وحی کے طُرُقِ شَتّٰی (مختلف اقسام) سے آپ کو سکھایا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے۔

مثلاً آپ جن خفیہ اُمور، راز دارانہ باتوں اور دِلوں کے رازوں سے ناواقف تھے ان سے آپ کو باخبر فرمایا گیا تھا منجملہ ازاں یہ کہ مکار لوگوں کے مکر ودَجل کے اِبطال کی وجوہ سے آپ کو متعارف فرمایا، اولین (اگلوں) اور آخرین (پچھلوں) کے اَخبار واَحوال سے آپ کو مطلع فرمایا گیا۔ فضل اللہ کی تعریف اس کی تفصیل کے لئے نہ کوئی عبارت یا الفاظ حاوِی ہو سکتے ہیں اور نہ اُن کا اِحاطہ اِشارے وکنایے میں کیا جاسکتا ہے۔

پس اللہ کے فضلِ عظیم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتِ عامہ اور ریاست تامہ (یعنی آپ کی سیادت اور مکمل ریاست) اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت کُبریٰ کو شامل کیا جاسکتا ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور خیر کثیر:

آپ فرماتے ہیں:۔ وتحقیق آں است کہ مراد "بکوثر" "خیر کثیر" مفرط است از علم وعمل وشرف دارین [1]

کوثر سے مراد خیر کثیر ہے جس میں علم وعمل اور دارین کی عظمت وبزرگی کی فراوانی مراد ہے۔

آیت نمبر۹: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَکُمْ عَفَی اللّٰہُ عَنْھَا ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ.

(سورۃ المائدہ:۱۰۱:۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو، جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر اس وقت پوچھو کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔ اور بخشنے والا حلم والا ہے۔

شان نزول:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قوم مذاق کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوال کرتی تھی کوئی کہتا: مَنْ اَبِیْ؟ میرا باپ کون ہے، دوسرا کہتا: تُضَلُّ نَاقَتِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ؟ میری اُونٹنی گم ہو گئی ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) دوسری روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لے گئے جبکہ سورج ڈھل چکا تھا، آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی،

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن ص ۳۸۲

پھر آپ منبر پر جلوہ گر ہوئے، پھر آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا:

اور اس میں بڑے بڑے واقعات کا تذکرہ فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَسْئَلَنِیْ عَنْ شَیْئٍ فَلْیَسْئَلْ، فلا تَسْئَلُوْنِیْ شَیْأً اِلَّا اَخْبَرْ تُکُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ (هٰذَا) [1]

یعنی جو شخص کسی چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرنا پسند کرتا ہے، تو اُسے چاہئے کہ وہ (مجھ سے) دریافت کر لے۔ تم جس چیز کے متعلق چاہو سوال کر لو، جب تک میں یہاں موجود ہوں، میں تمہیں ضرور اس کا جواب دوں گا۔

آپ بار بار فرماتے تھے سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ، تم مجھ سے اب ضرور سوال کرو۔

عبداللہ بن حذافہ السہمی اُٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے عرض کیا:

مَنْ اَبِیْ؟ میرے باپ کون ہیں؟

(اُن کے نسب کے بارے میں لوگ طعن و تشنیع کیا کرتے تھے)

آپ نے فرمایا:

اَبُوْكَ حُذَافَةُ بْنُ قَیْسٍ - [2]

تیرے باپ حذافہ بن قیسؓ ہیں۔

بخاری شریف میں ہے:

فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قال اَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَةَ.

"سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ" [3]

فَتَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ فَقَالَ، رَضِیَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا ثَلَاثًا. [4]

---

[1] تفسیر خازن ص۸۲، سورۃ مائدہ ۱۰۱:۵ [2] تفسیر کبیر ص۴۴۳ ج ۱۰ [3] بخاری

[4] (بخاری شریف ص ۱۹/۲۰، جلد اول رعمدۃ القاری ج۱ ص ۱۱۳)

آپ بار بار فرماتے تھے، تم مجھ سے ضرور سوال کرو۔

ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ!

یہ بتایئے میرا باپ کون ہے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا: تمہارے باپ سالم شیبہ کے مولیٰ (غلام) ہیں۔

پھر آپ دریافت فرماتے: "سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ" [1]

جو چاہو مجھ سے سوال کرو۔

حضرت عمرؓ نے جب رسول ﷺ کے چہرے پاک پر غضب کے آثار دیکھے تو آپ دوزانو ہو کر (بڑے ادب سے) عرض کرنے لگے (یا رسول اللہ!)

ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اور اسلام کے دین اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔

حضور کا اَدب اور مسلمانوں پر حضرت عمر کا رحم فرمانا:

حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ کلمات حضور ﷺ کے اَدب و احترام اور مسلمانوں پر شفقت کے لئے کہے تھے۔

اِنَّمَا كَانَ اَدَبًا وَّاِكْرَامًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ وَشَفْقَةً عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ. [2]

لِئَلَّا یُؤْذُوْا النَّبِیَّ علیه الصلوة والسلام فَیَدْخُلُوْا تَحْتَ قَوْلِهٖ (اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّبِیْنًا) [3]

فائدہ:

ایک حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے سوال کرنے کی

---

[1] بخاری [2] عینی شرح بخاری [3] بخاری و مسلم تفسیر کبیر ص۴۴۳ ج ۱۰۔

وجہ سے کوئی چیز حرام کردی گئی ہو درحالیکہ اس سے قبل وہ حلال تھی۔ ۱

کثرتِ سوال کی ممانعت:

دوسرے کو تنگ کرنے اور مشقت وتکلیف میں ڈالنے کے لئے سوال کرنا منع ہے، حالانکہ جائز سوال کرنے میں بیشمار فوائد ہیں۔

اِنّما شفَا الْعَيِ السّوال.

عاجز و درماندہ، جاننے والے بیمار کی تندرستی وشفا تو سوال کرنے میں ہے۔

ہاں ممانعت ہے تو اس لئے کہ دوسرے کو تنگ کرنا مقصود ہو یا سوال کرنے والا مسؤل عنہ کی تذلیل و رہانت چاہتا ہو تو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

بلکہ تعَنُّتْ واِسْتِهَانَتْ اور اِذْلَال پر مشتمل سوال ممنوع ہے۔

لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا:

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا: لفظ راعنا نہ کہو، بلکہ یوں کہو، ہماری رعائت فرماؤ۔

مسلمان کے سامنے یہ راہنما اصول ہے کہ:

ادب واحترام اور شوق کے جذبہ سے معمور ہو کر سوال کرنے کے بیشمار فوائد ہوتے ہیں، مثلاً ایک صحابی ربیعہ بن کعب اسلمی حضور کے خادم تھے ایک دن آپ سے حضور سیّد کائنات ﷺ نے خوش ہو کر خود فرمایا:

”سَلْ پس گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرا بطلب ہرچہ میخواہی از خیر دنیا و آخرت فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، پس گفتم من سوال می کنم ومیخواھم از تو ہمراہی ترا وباتو بودن در بہشت قال اَوْغَيْرَ ذٰلِكَ، قُلْتُ هُوَ ذَاكَ گفتم مدعا ومقصودِ مَن ہماں است کہ عرض کردم دیگر نمیشود۔

۱ تفسیر کبیر، بخاری و مسلم

من از تو ہیچ مرا دے دگر نمی خواہم
ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا نہ کُنی ۱

جو کچھ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے چاہتے ہو، مجھ سے مانگ لو انہوں نے عرض کیا بس میں صرف جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں اور اسی قدر التجا کرتا ہوں کہ آپ جنت میں بھی اپنی صحبت سے محروم نہ فرمانا آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور مدعا ہو تو بتایئے، انہوں نے عرض کیا بس آپ کی سنگت (Accompany) ہی مقصود ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

کثرتِ سوال کی نوعیت:

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

ذَرُوْنِیْ مَاتَرَكْتُمْ ؛ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كان قَبْلَكُمْ كَثْرَ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰی اَنْبِيَائِهِمْ. ۲

تمہیں جن چیزوں کی بابت نہیں بتایا گیا، تم مجھ سے ان کی سوال مت کرو۔ اس لئے کہ تم سے پہلے اُمتوں کی ہلاکت کا سبب ان کا کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف تھا۔“

ایک صحابی کا حج کے متعلق سوال:

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے حج کی فرضیت کا حکم دیا، ایک سائل نے عرض؟ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، سائل نے تین مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لوجبت وَلَمَا استطعتم ”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا، اور پھر تمہیں ہر سال حج کرنا ناممکن ہوتا، اس لئے آپ نے فرمایا

۱ اشعۃ اللمعات ص ۲۹۶، ج۱ ۲ مسلم شریف

کہ میں جس چیز کا تمہیں حکم دوں تو اُسے اپنی پوری طاقت کے ساتھ بجالایا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو تم رک جایا کرو۔

آیت نمبر۱۰ : یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَاعِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.

سورۃ المائدہ آیت ۵:۱۰۹

ترجمہ: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو، پھر فرمائے گا، تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہم کچھ علم نہیں بے شک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

تشریح: قیامت کے دن رب تعالیٰ اپنے تمام انبیاء ومرسلین سے سوال فرمائے گا کہ آج بتاؤ جب تم میرا پیغامِ توحید اپنی اپنی اُمتوں کے پاس دُنیا میں لے کر گئے تھے تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا اس پر وہ کمال ادب و عجز ونیاز سے اللہ کے حضور میں عرض کریں گے۔

لَا عِلْمَ لَنَا، اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.

اے ہمارے مولیٰ! ہمیں تو کچھ علم نہیں، تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔ یادرہے کہ انبیاء کی طرف سے یہ جواب دینا کسی لاعلمی پر مبنی نہیں، اَنبیاء باخوبی جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام کو اپنی اُمتوں تک پہنچادیا تھا اس میں کسی قسم کی کوتاہی اور سستی سے کام نہیں لیا، لیکن پروردگار کے حضور میں اَنبیاء اپنے علم کو کالعدم قرار دیں گے۔

''انبیاء کا یہ جواب اُن کے کمالِ اَدب کی شان ظاہر کرتا ہے کہ وہ علمِ الٰہی کے حضور اپنے علم کو اَصلاً نظر میں نہ لائیں گے اور قابلِ ذکر قرار نہ دیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم وعدل پر تفویض فرمادیں گے۔ [1]

[1] (خزائن العرفان)

آیت مذکورہ کی تشریح میں علماء کی ایک اور توجیہ بھی قابل توجہ ہے:

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ انبیاء کرام روزِ قیامت یہ بھی فرمائیں گے کہ ہمیں صرف اُن اَفعال واَقوال کا علم ہے جب تک ہم اُن (اُمتوں) میں بقیدِ حیات رہے۔

''وَلَانَعْلَمُ مَاكَانَ مِنْهُمْ بَعْدَ وَفَاتِنَا وَلَا نَعْلَمُ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَنَا.''

اور ہم نہیں جانتے کہ ہماری وفات کے بعد انہوں نے کیا کچھ گل کھلائے اور ہمارے بعد انہوں نے کس قدر بدعتیں نکالیں۔

جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کو عرض فرمائیں گے، جس کا ذکر قرآن میں ہے:

''وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ.

(المائدہ:۵:۱۱۷)

ترجمہ: اور میں اُن پر مطلع تھا جب تک میں اُن میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو تُو ہی اُن پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

اَیْ لَاعِلْمَ لَنَا بِمَا اَنْتَ تَعْلَمُهٗ (اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ) فَتَعْلَمُ مَا تَعْلَمُهٗ مِمَّا اَجَابُوْنَا وَاَظْهَرُوْا لَنَا وَمَالَا تَعْلَمُ مِمَّا اَضْمَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمْ...... وَقِیْلَ الْمَعْنٰی لَا عِلْمَ لَنَا اَیْ جَنْبَ عِلْمِكَ اَوْلَا نَعْلَمُ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَنَا. [1]

[1] تفسیر بیضاوی: ۱۹۵۔

مفہوم:

انبیاء کرام قیامت کے دن اپنے منصبی فرائض تبلیغ اور اپنی قوموں کے کردار وعمل کے بارے میں رب تعالیٰ کے حضور یہ ادب واحترام والی معروضات پیش کریں گے۔

''یعنی ہم نہیں جانتے جو تو جانتا ہے، تو ہی تو سب غیبوں کا جاننے والا ہے تو تو جانتا ہی ہے جو کچھ ہماری اُمتوں نے ہمیں جواب دیا تھا اور بظاہر جو سلوک انہوں نے ہم سے کیا، لیکن جو کچھ انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا (ذاتی طور پر) اُس کو ہم نہیں جانتے۔''

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ''اے اللہ ہمیں تیرے علم کے مدمقابل کوئی علم نہیں اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارے بعد انہوں نے کس قدر (دین میں) بدعتیں نکالیں۔''

ہمارے پیغمبر بھی روزِ محشر وہی فرمائیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام عرض فرمائیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ میدانِ محشر میں نبی اکرم ﷺ کی طرف آپ کے کچھ اُمتی آنے لگیں گے تو فرشتے ان کو پکڑ کر دوسری طرف لے جائیں گے، آپ ﷺ فرمائیں گے اُن کو آنے دو یہ تو میرے اُمتی (ساتھی) ہیں فرشتے آپ کو بتلائیں گے،

اِنَّكَ لا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. [1]

اے محمد (ﷺ):

آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ آپ (ﷺ) کے بعد انہوں نے دین میں کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ جب آپ (ﷺ) یہ سنیں گے تو

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۃ مائدہ و کتاب الانبیاء

آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت یہی کہوں گا جو اَلْعَبْدُ الصَّالِحُ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا۔

تفسیر خازن میں ہے:

مَعْنَاهُ اِنَّكَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ مَاعِنْدَنَا مِنَ الْعُلُوْمِ وَاِنَّ الَّذِىْ سَئَلْتَنَا عَنْهُ لَيْسَ بِخَائِفٍ عَلَيْهِ لِاَنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. [1]

اور ایک معنی اس کا یہ بھی ہے کہ بے شک (آپ ہمارے علوم سے بے خبر نہیں ہو، اور جس چیز کے بارے میں تو نے ہم سے سوال کیا ہے، آپ کی ذات پر وہ بھی پوشیدہ نہیں، اس لئے کہ تو سارے غیبوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

اس تشریح کے بعد بھی نفس مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی انبیاء کرام اپنے علم کا اظہار نہیں فرماتے بلکہ اپنے علم کو بھی اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس لئے وہ سب حالات ظاہر و باطن سے واقف ہے بلکہ وہ تو علیم بذاتِ الصدور ہے۔

اَنبیاء کرام اِظہار بندگی اور عاجزی وتواضع کے اُسلوب میں اپنی کم مائیگی اور تواضع وانکساری کا اظہار فرماتے ہیں۔

تفسیر الدر المنثور میں ہے:

اس آیت کی تشریح میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

فَيَفْزَعُوْنَ فَيَقُوْلُ: مَاذَا؟ اُجِبْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا عِلْمَ لَنَا فَيَرُدُّ اِلَيْهِمْ اَفْئِدَتُهُمْ فَيَعْلَمُوْنَ. [2]

قیامت کے ہولناک منظر میں انبیاء کرام گھبراہٹ کے عالم میں یہ کہیں گے کہ لَاعِلْمَ لَنَا ہمیں معلوم نہیں، پس اُن کے دلوں کو سکون وطمانیت کا سامان ملے گا تو وہ (سب کچھ) جان جائیں گے۔

[1] تفسیر خازن ج ۲ ص [2] الدر المنثور ص ۲۰۸

ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ امام سُدی سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن انبیاء اس مرتبہ میں ہوں گے جہاں عقول پر ذھول طاری ہو جاتا ہے، اس لئے وہ خدائی سوال کا جواب "لَا عِلْمَ لَنَا" سے دیں گے اور پھر اُنہیں ایک منزل پر اتارا جائے گا تو پھر وہ اپنی قوموں پر شہادت پیش فرمائیں گے۔

زید ابن اسلم سے ابوالشیخ نے تخریج کی ہے:

"یَاتِیْ عَلَی الْخَلْقِ سَاعَةٌ یَذْهَلُ فِیْهَا عَقْلُ کُلِّ ذِیْ عَقْلٍ"

مخلوق پر ایک ایسی گھڑی آنے والی ہے جس میں ہر عقل مند آدمی کو ذھول طاری ہو جائے گا۔

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ذھول کا طاری ہو جانا مُستَبْعَدْ نہیں اس عدم توجہ اور ذھول کی وجہ سے لاعلم کا ظہور ہوگا اور جب یہ کیفیت ختم ہو جائے گی تو انہیں یاد آجائے گا کہ واقعی وہ تبلیغ وتنذیر کے منصب پر فائز تھے اور اس کی ذمہ داریوں اور فرائض سے وہ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں اور ان کی اقوام نے انہیں کیا جوابات دیئے تھے اور پھر وہ اپنی اپنی اُمتوں کے احوال پر حقیقتہً تبصرہ فرما کر اپنی برأت ثابت کریں گے۔ [1]

اور ایک مستند تفسیر کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

ملاحظہ ہو تفسیر بغوی:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ:

لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا الْعِلْمَ الَّذِیْ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا. [2]

ہمیں علم نہیں، مگر اتنا علم ہے جس قدر تو نے ہمیں دیا، لیکن تیرا علم ہم سے بہت زیادہ ہے۔

وَقِیْلَ: "لَاعِلْمَ لَنَا بِوَجْهِ الْحِکْمَةِ عَنْ سَوَالِكَ اِیَّانَا عَنْ اَمْرٍ

۱ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۲ بغوی ۶۷ ج تفسیر ابن جریر

اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا.

یعنی جس حکمت کے تحت تو نے ہم سے سوال کیا ہے اس کا ہمیں علم نہیں تو ہی ہماری نسبت سے زیادہ جانتا ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ بے شک تو غیبوں کا بہت جاننے والا ہے۔

ایک قول یہ بھی: اَیْ اَنْتَ الَّذِیْ تَعْلَمُ مَاغَابَ وَنَحْنُ لَانَعْلَمُ اِلَّا مَانُشَاهِدُ۔ [1]

اے رب تو وہ ذات ہے جو ہر پوشیدہ چیز کا جاننے والا ہے اور ہم تو نہیں جانتے مگر وہی جس کا ہم مشاہدہ کریں۔

فائدہ: خداوند تعالیٰ کا علم محیط، بالذات اور بالاستقلال، غیر محدود ہے وہ اپنی کائنات کے ہر ذرّہ کو اپنے علم ازلی وابدی کی وجہ سے جانتا ہے بے شک وہ علّام الغیوب ہے جو دلوں کے رازوں سے بھی بخوبی واقف ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اَیْ لَاعِلْمَ لَنَا بِالنِّسْبَةِ اِلٰی عِلْمِكَ الْمُحِیْطِ بِکُلِّ شَیْئٍ. [2]

اے اللہ ہم تیرے علم محیط بالاشیاء کی نسبت سے کچھ نہیں جانتے۔

قابل توجہ نقطہ:

یہاں تفسیری نکات میں یہ جواب کہ جس حکمت کے تحت تو نے ہم سے سوال کیا "اس حکمت وراز کو تو ہی جانتا ہے" اور جس کا تعلق علم ذاتی سے ہے وہ تیرا ہی خاصہ ہے۔

اور دوسرا نقطہ علامہ ابن کثیرؒ نے "علم محیط" جس کا تعلق تمام مقدورات الٰہیہ سے ہی ہے، کو بیان کیا ہے۔

اس کو انبیاء یا کسی دوسری ہستی کے لئے کوئی نہیں مانتا اور ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ جہاں پر نفی آتی ہے اس سے مراد علم ذاتی ہے، جو گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہو۔

۱ بغوی ۲ ابن کثیر ص ۶۷۷، ج ۲

خزائنِ علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں
میں (از خود) علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا

آیت نمبر ۱۱: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○

(سورۃ الانعام: ۶:۵۰)

ترجمہ: تم فرمادو، میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں، اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اُسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے، تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے اندھے اور انکھیارے، تو کیا تم غور نہیں کرتے۔[1]

تشریح: ۱۔ ''کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سیّد عالم ﷺ سے طرح طرح کے سوالات کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت اور مال دیجئے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں۔ ہمارے لئے پہاڑوں کو سونا کر دیجئے۔

۲۔ کبھی کہتے کہ گذشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کیا کیا پیش آئے گا، تاکہ ہم منافع حاصل کرلیں اور نقصان سے بچنے کے لئے پہلے سے انتظام کرلیں۔

[1] (الرضا)

۳۔ کبھی کہتے: ہمیں قیامت کا وقت بتائیے کب آئے گی؟

۴۔ کبھی کہتے کہ آپ کیسے رسول ہیں، جو کھاتے پیتے بھی ہیں۔ نکاح بھی کرتے ہیں، اِن تمام باتوں کا اس آیت میں جواب دیا گیا کہ یہ نہایت بے محل، جاہلانہ ہے کیونکہ جو شخص کسی امر کا مدعی ہو، اس سے وہی باتیں دریافت کی جاسکتی ہیں جو اُس کے دعویٰ سے تعلق رکھتی ہوں، غیر متعلقہ باتوں کا دریافت کرنا اور اُن کو اس دعویٰ کے خلاف حُجت بنانا انتہا درجہ کا جہل ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا:

کہ آپ فرما دیجئے، کہ میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو، اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو رسالت سے منکر ہو جاؤ۔

نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گذشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں عذر کرسکو۔

نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ کھانا پینا، نکاح کرنا، قابلِ اعتراض ہو، تو جن چیزوں کا دعویٰ نہیں کیا، اُن کا سوال بے محل ہے اور اس کی اجابت (جواب دہی) مجھ پر لازم نہیں۔ میرا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر زبردست دلیلیں اور قوی بُراھین قائم ہوں جس کی (ہیں) تو غیر متعلقہ باتیں پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔''[1]

فائدہ:

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ اس آیتِ کریمہ کو حضور سیدِ عالم ﷺ کے غیب پر مُطّلع کیے جانے کی نفی کے لئے پیش کرنا، سند بنانا ایسا ہی بے محل ہے،

[1] خزائن العرفان نعیمی

جیسا کفار کا ان سوالات کو انکار نبوت کی دستاویز بنانا بے محل تھا۔

علاوہ بریں اس آیت سے حضور ﷺ کے علم عطائی کی نفی کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ اس میں تعارض بَیْنَ الْاٰیات (Confrontration / Contradiction Between Verses) کا قائل ہونا پڑے گا، وَھُوَ بَاطِلٌ۔

مُفسرین کرام کا یہ قول بھی ہے: کہ حضور کا لَااَقُوْلُ لَکُمْ الْاٰیۃ فرمانا بطریق تواضع وعاجزی کے ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

اَنَّ ھٰذَا الْقَوْلَ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنْ بَابِ التَّوَاضُعِ وَاِظْھَارِ الْعُبُوْدِیَّۃِ [1]

یعنی حضور سید عالم ﷺ نے بطور عاجزی، تواضع اور اپنی اطاعت وبندگی، عبودیت کے اظہار کے لئے ایسا فرمایا ہے۔

آیہ مبارکہ کی تشریح اور مفسرین کرام کی تحقیق:

تفسیر بیضاوی:

قُلْ لَّااَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ ط مَقْدُوْرَاتِہٖ اوخَزَائِنِ رِزْقِہٖ

یعنی اللہ تعالیٰ کی مقدورات (جن پر اللہ قادر مطلق ہے اور اُس کے ساتھ جو صفات اس کی اَلُوْھِیَّتْ سے تعلق رکھتی ہیں) یا اُس کے رزق کے خزانوں میں (ازخود) مالک نہیں۔

[1] سورۃ الانعام تفسیر روح المعانی ص ۱۵۶ ج

وَلَااَعْلَمُ الْغَیْبَ:

اس سے مراد یہ ہے:

مَالَمْ یُوْحَ اِلَیَّ وَلَمْ یُنْصَبْ عَلَیْہِ دَلِیْلٌ الخ

کہ میں غیب نہیں جانتا جو میری طرف وحی نہیں ہوا اور اُس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔

وَلَااَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ:

اور میں نہیں کہتا کہ میں کوئی فرشتہ ہوں اَیْ مِنْ جِنْسِ الْمَلَائِکَۃِ اَوْ اَقْدِرُ مَایَقْدِرُوْنَ عَلَیْہِ۔

یعنی میں فرشتوں کی جنس سے نہیں (بلکہ میں تو بشر اور انسان ہوں)

یا یہ معنی ہیں کہ جن اُمور کے کرنے پر فرشتوں کو قدرت وطاقت حاصل ہے، ان پر مجھے مقدرت حاصل نہیں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰی اِلَیَّ:

میں تو اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔

علامہ بیضاوی صراحۃً فرماتے ہیں:

تَبَرُّأٌ مِنْ دَعْوَی الْاُلُوْھِیَّۃِ وَالْمَلَکِیَّۃِ وَادَّعٰی النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ ھِیَ مِنْ کَمَالَاتِ الْبَشَرِ رَدًّا لِاِسْتِبْعَادِھِمْ دَعْوَاہُ وَجَزْمِھِمْ عَلٰی مُدَّعَاہُ۔

اس میں اُلوھیّت (خُدائی کے دعویٰ اور فرشتہ ہونیکی صفت سے بَرَاءَتْ کا اظہار ہے، میں تو صرف نبوت کا دعویدار ہوں جو انسانی کمالات کی معراج ہے۔ درحقیقت اس میں اُن کے اِس دعویٰ باطل کی تردید ہے کہ ایک بشر ہو کر نبی ہونے کا دعویٰ کرنا ایں چہ معنیٰ دارد؟

اور جن خیالاتِ باطلہ پر اُن کا یقین و ایمان تھا، اس کی یہاں تردید مقصود ہے اور بس۔ (اللہ بس باقی ہوس)

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ:

آپ کہہ دیجئے کہ ایک اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)

مَثَلٌ لِلضَّالِ وَالْمُهْتَدِىْ اَوِ الْجَاهِلِ وَالْعَالِمِ وَمُدَّعِى الْمُسْتَحِيْلِ كَالْاُلُوْهِيَّةِ وَالْمَلَائِكَةِ وَوَمُدَّعِي الْمُسْتَقِيْمِ كَا النُّبُوَّةِ.

آیت کے اس حصہ میں ایک گمراہ اور ہدایت یافتہ ایک جاہل اور عالم کے تقابل، ایک محال اور ناممکن صفتِ اُلوہیّتِ، مَلَکیّت (فرشتہ ہونیکی صفت) اور ایک صراط مستقیم، نبوت کے مدعی کی صفت ہونیکی مثال بیان کی گئی۔

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ:

کیا تم (ان اُمور میں) غور و فکر نہیں کرتے۔

فَتَهْتَدُوْا وَتُمَيِّزُوْا بَيْنَ اِدِّعَاءِ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ اَوْفَتَعْلَمُوْا اَنَّ اِتِّبَاعَ الْوَحْيِ لَامَحِيْصَ عَنْهُ.[1]

کہ تم ہدائت پاؤ اور حق و باطل کے دعویٰ کرنے میں تمیز کرو، تم جان لو کہ پیغمبر خدا کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتباعِ وحی کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔

تفسیر مظہری:

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

وَلَااَعْلَمُ الْغَيْبَ يَعْنِىْ لَااَقُوْلُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ مَالَمْ يُوْحٰى اِلَىَّ[2]

یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ بغیر وحی کے میں غیب جانتا ہوں۔

[1] تفسیر بیضاوی شریف ص۱۱۰/۱۱۱ مطبوعہ مصر [2] سورۃ انعام، تفسیر مظہری ص۲۳۸ ج۳

اقول: مطلب یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں غیبِ مُطلق جو باری تعالیٰ سے مختص ہے، اُسے نہیں جانتا صرف اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور وحی کے ذرائع سے ہی جانتا ہوں (اور بغیر وحی کے ایک ذرّہ برابر بھی کوئی مسلمان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علمِ غیب کا عقیدہ نہیں رکھتا)۔

تفسیر بغوی:

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ لَااَقُوْلُ الخ

"اَىْ خَزَائِنَ رِزْقِهٖ فَاُعْطِيَكُمْ مَاتُرِيْدُوْنَ وَلَااَعْلَمُ الْغَيْبَ: فَاُخْبِرَكُمْ بِمَاغَابَ مِمَّامَضٰى وَمِمَّاسَيَكُوْنُ."

میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

یعنی اُس کے رزق کے خزانے جو تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں دوں اور میں (از خود) غیب نہیں جانتا" کہ تمہیں گذشتہ اور آنے والے غیبی اُمور کے متعلق بتاؤں"۔

وَلَااَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ:

اور میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ میں فرشتہ ہوں۔

قَالَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمَلَكَ يَقْدِرُ عَلٰى مَالَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الْاٰدَمِىُّ. وَيُشَاهِدُ مَالَايُشَاهِدُ الْاٰدِمِىُّ لَااَقُوْلُ لَكُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَتُنْكِرُوْنَ قَوْلِىْ وَتَجْحَدُوْنَ اَمْرِىْ.[1]

یہ اس لئے کہا کہ جس چیز پر فرشتہ قادر ہے اُس پر انسان قادر نہیں اور فرشتہ اُس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے، جسے آدمی نہیں دیکھتا، فرشتہ اُس چیز کا ارادہ کرتا ہے

[1] تفسیر بغوی ص۹۸ ج۲

جس کا کوئی آدمی ہو کر ارادہ نہیں کر سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ میں تم سے ایسی بات نہیں کہنا چاہتا (کہ کل تم) میری بات نہ مانو اور میری نبوت کا ہی انکار کر بیٹھو۔

تفسیر صادق:

مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ وَيُزَوِّجُ النِّسَاءَ،

فَقَالَ لَهُمْ: وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ.

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری بشارت ونذارت تک تھی، اُن کا وظیفہ وہ نہیں تھا جو کفار چاہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان تھا کہ نہ تو میں اللہ تعالیٰ کی مقدورات پر قادر ہونے کا دعویدار ہوں اور نہ ہی میں اُس کے خزانوں کا مالک ہوں اور نہ ہی میں ان پہاڑوں کو سونے سے بدل دینے کی مقدرت رکھتا ہوں، اور نہ ہی میں وقتِ قیامت، نزولِ عذاب، یا نزولِ بارش کے متعلق کوئی دعویٰ کرتا ہوں، میں کھانا کھاتا ہوں، بازار سے سودا سلف خرید کر لاتا ہوں میں بشر ہوں، اس لئے نکاح کرتا ہوں، فرشتہ نہیں اِنسان ہوں، اور علم غیب جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا کہ تم مجھ سے اَچھے بُرے اَیّام کے بارے پوچھتے پھرو، میں تو اپنے رب کی وحی کا پیروکار ہوں، مجھے خدا کی طرف سے جو حُکم ملتا ہے، میں اس کی تعمیل کرتا ہوں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب جلیل کو اہلِ فکر، اَصحابِ شعور و دانش اور آپ کے فداکار، مطیع اور فرمانبردار ہی سمجھ سکتے ہیں ایک عام جاہل اور متعصِب ومُعانِد سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اللہ کے حبیب حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامّی) کے منصب عالی اور آپ کے فرائضِ جلیلہ کو جان سکے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ میں اُمّتِ مسلمہ کو علی الخصوص اور عامۃ النّاس کو علی العموم دعوتِ فکر دی گئی ہے تا کہ وہ ہٹ دھرمی، عناد اور دشمنی کی عینک اُتار کر عقل و وجدان سے کام لے کر منصبِ نبوت کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ اور راہِ راست پر آئیں۔

تفسیر طبری:

لَسْتُ اَقُوْلُ اِنِّيْ الرَّبُّ الَّذِيْ لَهٗ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ غُيُوْبَ الْاَشْيَاءِ الْخَفِيَّةِ الَّتِيْ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الرَّبُّ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ، فَتُكَذِّبُوْنِيْ فِيْمَ اَقُوْلُ مِنْ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ رَبًّا اِلَّا مَنْ لَهٗ مُلْكُ كُلِّ شَيْءٍ وَ بِيَدِهٖ كُلُّ شَيْءٍ وَ مَنْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ، وَذٰلِكَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ.

میں تم سے نہیں کہتا کہ میں رب ہوں جو زمین اور آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔ اور میں نہیں جانتا پوشیدہ اشیاء کو، جنہیں ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اُس ذاتِ الٰہ پر کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا جو کچھ میں اُن کے متعلق کہتا ہوں۔ اس لئے کہ اُس کے بغیر کوئی ربّ نہیں بن سکتا، ربّ تو وہ ہے جس کے یدِ قدرت میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور وُہی تو ہر چیز کا مالک ہے، اور اُس پر کوئی باریک سے باریک چھپنے والی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ یہ ہے وُہ خدا کی ذات جس کے سوا دوسرا الٰہ (خدا) موجود نہیں۔

[1] (تفسیر طبری ص ۲۳۱/۲۳۲) (تفسیر مدارک ج ص ۳۶۵) (سورۃ الانعام)

تفسیر کبیر:

امام فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"لَااَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ" الآیۃ

مَعْنَاہُ اِنِّیْ لَااَدَّعِیْ کَوْنِیْ مُوْصُوْفًا بِالْقُدْرَۃِ اللَّائِقَۃِ بِالْاِلٰہِ تَعَالٰی.

ولااعلم الغیب:

اَیْ وَلَااَدَّعِیْ کَوْنِیْ مَوْصُوْفًا بِعِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی، وَبِمَجْمُوْعِ ھٰذَیْنِ الْکَلَامَیْنِ حَصَلَ اَنَّہٗ لَایَدَّعِی الْاِلٰھِیَّۃَ.[۱]

میرے پاس اللہ کے خزائن نہیں، مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدرت جو اُس کے لائق ہے، ایسی بات کا میں ہرگز دعویدار نہیں۔ اور غیب نہیں جانتا کہ توجیہ یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو علمِ الٰہی کی صفتِ علم کا دعویدار نہیں۔

کہ میں صفت اُلوھیّتْ سے موصوف ہو کر کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اور مجموعی طور پر یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ آپ ﷺ خدا ہونے کا دعویٰ نہیں فرماتے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

القول الاول:

اَنَّ الْمُرَادَمِنْہٗ اَنْ یُّظْھِرَ الرَّسُوْلُ مِنْ نَفْسِہِ التَّوَاضُعَ لِلّٰہِ وَالْخُضُوْعَ لَہٗ وَالْاِعْتِرَافَ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ، حَتّٰی لَایُعْتَقَدَ فِیْہِ مِثْلُ اِعْتِقَادِ النَّصَارٰی فِی الْمَسِیْحِ علیہ السَّلَامُ.[۲]

۱ تفسیر کبیر ص ۵۳۸ ۲ تفسیر کبیر ص ۵۳۸ ج ۴

حضور علیہ السلام نے کفار کے اس مطالبہ کے جواب میں جو ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں۔

اس سے مراد یہ تھی کہ آپ نے نہ جاننے کی نفی "تواضع، خضوع اور اعتراف عُبُودِیّت کی بنا پر فرمائی تھی" تاکہ آپ کے بارے میں وہ عقیدہ نہ رکھا جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عیسائی لوگ رکھتے ہیں۔

وَلَآاَعْلَمُ الْغَیْبَ:

میں ایک قول یہ ہے کہ:

"وَلَااَدَّعِیْ اَکُوْنُ مُوْصُوْفًا بِعِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی ومجموع ھٰذَیْنِ الْکَلَامَیْنِ حَصَلَ اَنَّہٗ لَایَدَّعِی الْاِلٰھِیَّۃَ."

میں اس بات کا بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ میں علم الٰہی سے موصوف ہو جاؤں۔

اور ان دونوں کلام (یعنی لااقول لکم عندی خزائن اللہ اور ولا اعلم الغیب) کا ماحاصل یہی ہے کہ وہ خُدا ہونے کے مُدّعی نہیں، (خدا کی طرح کا علم، مقدوراتِ الٰہیہ مجھ میں موجود نہیں)۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشاہیر علماء کی بھی یہی تحقیق ہے۔

تفسیر مدارک خلاصہ مافی التفسیر:

مِفتاح عربی زبان میں چابی کو کہتے ہیں اس کی جمع مَفاتح ہے، یا یہاں مفاتح الغیب سے مراد بطور استعارہ کے غیب ہی مراد ہے، اس کے علاوہ خزائنِ عذاب وعقاب، رزق، ثواب، آجال واحوال کے خزانوں پر اللہ تعالیٰ کا علم حاوی ہے یہ مثال اس حقیقت کی طرف مُشعِر ہے کہ جس کے پاس چابی ہوگی، وُہی مُعتمد ومُستند شخص خزانوں تک رسائی رکھتا ہے، اور بغیر خازن کے کسی دوسرے کی

وہاں تک دسترس ہی نہیں ہوتی، صرف وہی شخص مجاز ہوتا ہے جو خزانوں کی چابیاں اپنے پاس رکھتا ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ میرا منصب اور دعویٰ صرف نبی اور رسول کا ہے، میں نے کب کہا ہے کہ میں از خود ہر چیز کا مالک ومختار ہوں اور یہ بات ایک بشر کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ ایسی بات کا دعویٰ کرے جس کو عقل بھی...... نہ مانے۔

جیسا کہ صاحب مدارک نے لکھا ہے:

اَیْ اَدَّعِیْ مَایُسْتَبْعَدُ فِی الْعُقُوْلِ اَنْ یَکُوْنَ لِبَشَرٍ مِنْ مِلْكِ خَزَائِنِ اللّٰهِ وعِلْمِ الْغَیْبِ وَدَعْوٰی الْمَلَکِیَّةِ، وَاِنَّمَااَدَّعِیْ مَاکَانَ لِکَثِیْرٍ مِنَ الْبَشَرِ وَهُوَ النُّبُوَّةُ.[1]

مفاتح الغیب:

آیت نمبر ۱۲: وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّ رَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○[2]

ترجمہ: اور اُسی کے پاس ہیں کُنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے جو خشکی اور تری میں ہے۔ اور جو پتا گرتا ہے، وہ اُسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں، اور نہ کوئی تر اور نہ خشک، جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔[3]

[1] (تفسیر مدارک ص ۳۶۵ ج ۱) قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ۔ کراچی
[2] (سورۃ انعام ۶:۵۹)
[3] (رضا)

توضیح وتفصیل واقوال مفسرین کرام:

قارئین کرام!

جیسا کہ اس سے پہلے تشریحاً گزرا اور ہم مکرر لکھ رہے ہیں کہ کُفارِ مکہ کے اعتراضات کے جواب میں خدا نے فرمایا تھا کہ اے میرے حبیب! آپ اس قوم سے اِن الفاظ میں یہ فرمادیں: (جیسا کہ قاضی صاحب بحوالہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

۱۔ میرے پاس زمین کے خزانے نہیں

اَجْعَلُ لَکُمُ الصَّفَاءَ ذَهَبًا وَاُعْطِیْکُمْ مَاتُرِیْدُوْنَ

۲۔ وَلَاعَلَمُ الْغَیْبَ حَتّٰی اُخْبِرَکُمْ بِمَامَضٰی وَمَا سَیَکُوْنُ مِنْ غَیْرِوَحْیٍ مِنَ اللّٰهِ

۳۔ وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ حَیٌّ لَااَحْتَاجُ الی الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ وَالنِّکَاحِ، اِنْ اَتَّبِعُ اِلامَایُوْحٰی اِلَیَّ.[1]

۱۔ کہ میں کوہِ صفا (ومروہ) کو تمہارے لئے سونا بنادوں اور جو تمہارا مطالبہ (Demand) اور مقصد ہے میں اُس کو فوراً پورا کردُوں۔

۲۔ اور میرے پاس کوئی اَیسا آلہ نہیں کہ تمہیں اللہ کی وحی کے بغیر گذشتہ (اقوام کے) اَحوال اور آئندہ کے اُمور کے بارے میں کچھ بتاؤں۔

۳۔ اور میں فرشتہ بھی نہیں کہ کھانے، پینے اور نکاح کی لوازمات "NEEDS" کا محتاج نہ ہوں۔

میں مکمل وحیِ خداوندی کا تابع ہوں۔

[1] (تفسیر مظہری ص ۲۲۸ ج ۳)

مُدّعا اور مقصد:

پیغمبر خدا ﷺ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ: پر عمل پیرا تھے۔ اور ایسے تکوینی اُمور میں وہ خُدا کی وحی و تعلیم کے محتاج تھے۔

خلاصہ تفسیرِ طبری:

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الْآيَة

مَفَاتِحْ سے مراد خزائن الغیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سب کچھ عطا فرمایا لیکن مفاتحُ الغَیب کو پوشیدہ رکھا، یہ وہ سِرِّ مکنون ہے جو راز و اَسرار کا گنجینہ و مخزن ہے۔ برّ و بحر میں خشکی و تری کی ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا علم حاوی، دائرِ اور مُحیط ہے۔ اُس کی نظروں سے کوئی اَدنیٰ سی شے بھی مخفی نہیں۔ تمام انسانوں کی معلومات کی ایک حدّ اور انتہاء ہے، ان کی تمام تر معلومات Knowledge محدُود (Limited) ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جو خالق و مالکِ کائنات ہے، اس کو اَرض و سَماء کی ہر چیز، حتیٰ کہ ریت کے ذرّات اور درختوں کے ہر پتے کا تفصیلی علم حاصل ہے۔

فَأَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ أَنَّ عِندَهُ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ كَانَ وَيَكُونُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ مِمَّا لَمْ يَكُنْ بَعْدُ وَذٰلِكَ هُوَ الْغَيْبُ.[1]

سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ہر چیز کا علم اُسی کے پاس ہے، خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا حال و استقبال (Present and Future) سے غرضیکہ ہر چیز جو مَعرضِ وُجود میں آنے والی ہے اُس کا اور جو کچھ اس کے بعد ہوگا سب کا علم اللہ تعالیٰ کو بِالاستقلال (Direct) حاصل ہے۔ اسی کا نام "علمِ غیب" ہے۔

---

[1] طبری

الْجَامِعُ لِأَحْكَامِ الْقُرْآنِ میں علامہ قرطبی رقمطراز ہیں:

فَمَنْ شَاءَ إِطْلَاعَهُ عَلَيْهَا أَطْلَعَهُ وَمَنْ شَاءَ حَجَبَهُ عَنْهَا حَجَبَهُ، وَلَا يَكُونُ ذٰلِكَ مِنْ إِفَاضَتِهِ إِلَّا عَلَىٰ رُسُلِهِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ:

۱۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ

(سورۃ آل عمران ۳:۲۶)

۲۔ وَقَالَ: "عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ"

(سورۃ الجن ۲۶:۷۲)

"اللہ جس کسی کو علم غیب پر اطلاع دینا چاہے تو وہ اُسے اس کی اِطلاع دیتا ہے، اور جس کو وہ حجاب (پردہ) میں رکھنا چاہے اس کو (لازماً) اُس سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

اور جن پر علمِ غیب کا اِفاضہ و انکشاف فرماتا ہے وہ اُس کے رسول ہیں۔

اس کا ثبوت قرآنِ حکیم کی یہ آیات ہیں:

۱۔ اور یہ اللہ کی شایانِ شان نہیں کہ وُہ تمہیں غیب پر اطلاع دے، لیکن اللہ تعالیٰ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

(سورۃ آل عمران)

۲۔ وہ خُدا عالم الغیب ہے، پس وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، مگر جس کسی رسول کو چُن لے۔

(سورۃ الجن)

---

[1] لابی عبداللہ محمد الانصاری القرطبی

مولانا امام احمد رضا خان قادری لکھتے ہیں:

''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے''

حافظ صلاح الدین یوسف سلفی لکھتے ہیں:

''غیب کا علم ہم صرف اپنے رسولوں کو ہی دیتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی منصبی ضرورت ہے۔ اس وحی الٰہی اور اُمورِ غیبیہ کے ذریعے سے وُہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور اپنے آپ کو اللہ کا رسول ثابت کرتے ہیں۔

(حاشیہ قرآن)

لفظ نبی کی تحقیق:

نبوۃٌ کا ماخذ نبأٌ سے ہے اس کا معنی خبر کے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے:

''اَیْ اَنَّ اللّٰہَ اِطَّلَعَہٗ عَلٰی غَیْبِہٖ وَ اَعْلَمَہٗ اَنَّہٗ نَبِیُّہٗ'' [1]

یعنی نبی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر اطلاع دیتا ہے اور انہیں اس بات کا بھی علم دیتا ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ نبی کا معنی غیب کی خبر دینے والا ہوا اور اعلام واطلاع علی الغیب خواصِ نبوت سے ہے۔

الغرض مندرجہ بالا تصریحات میں علامہ قرطبی کا کتنا حسین تجزیہ ہے، جو بہت سارے اِشکال واِعتراضات کا جامع جواب وحل ہے۔

---

1 مواہب لدینہ علی الزرقانی ص ۲۷۴ ج ۴

2 مواہب لدنیہ علی الزرقانی ص ۴۸۷ ج ۴

آیت نمبر ۱۳: وَکَذٰلِکَ نُرِیٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ○

(سورۃ الانعام ۶:۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھلاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، اور اس لئے کہ وہ عینُ الیقین والوں میں ہو جائیں [1]

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ چاند وسورج، انجم وکواکب کی تاثیرات اور اُنکی عبادت کے قائل تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے رب تعالیٰ نے ساری کائنات اَرضی وسماوی کے ذرّہ ذرّہ کو آپ کے سامنے فرما دیا۔ اور آپ کی نگاہ نے وُہ سب کچھ بالاحاطہ (تفصیلاً) ملاحظہ فرما لیا جو آج کی دُنیا کی رصدگاہوں کے نتائج کا مُنتہا اور مادّی اور سائنسی علوم کے نقطۂ عُروج کا مطمحِ نظر ہے لیکن ماڈرن، جدید ٹیکنالوجی کی یہ وسعت اور آئے دن کی یہ کاوشیں ابھی مظاہرِ قدرت اور رُموزِ فطرت کی مزید دریافت کرنے میں شب وروز منہمک ومحو ہیں اور نہ معلوم کب تک یہ ان کا تجزیاتی وتحقیقی انکشافات (Inventions) کا سلسلہ جاری رہے گا، لیکن یہ تمام حقائق اور اسرارِ قُدرت، عرشِ مُعلّٰی سے لے کر تحت الثریٰ تک، آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ جل جلالہ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ صرف مشاہدہ کروا دیئے بلکہ اُن کے تخلیقی مقاصد اور فوائد سے بھی آپ کو بہرہ ور فرما دیا اور آپ قدرت کے ان تمام سربستہ اسرار ورُموز کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما کر عین الیقین کے مرتبہ پر فائز المرام ہوئے۔

---

1 رضا

اقوالِ مفسرینِ کرام:

تفسیر بغوی میں اس آیت کے تحت چند کا ذکر موجود ہے۔

۱۔ قل ابن عباس رضی اللہ عنہ:

خَلْقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ

اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق ہے۔

۲۔ مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں:

یعنی آیاتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی سب نشانیاں آپ کو دکھلائی گئیں۔

۳۔ وَقَالَ قَتَادَہ:

مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَمَلَكُوْتَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ وَالْبِحَارَ.

قتادہ کہتے ہیں کہ آسمانوں کی مملکتیں (Kingdoms of heavans and Earth) سورج، چاند، ستارے، ارضی کائنات، پہاڑ، درخت، سمندر، سبھی مراد ہیں۔

۴۔ نُرِيَهٗ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُسْتَدَلُّ بِهٖ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ.[1]

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ارض وسما اور اُن کے اندر کی ساری کائنات انہیں دکھلائی/اس کا مشاہدہ کروایا تاکہ آپ ان اشیاء کی اصلیت ملاحظہ فرما کر یقینِ کامل کے ساتھ دلائل قائم کر سکیں۔

[1] تفسیر بغوی جلد۲ص ۱۰۸، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت

تفسیر مدارک میں ہے:

قال مجاهد: فُرِّجَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ اِلٰى مَافِيْهِنَّ حَتّٰى انْتَهٰى نَظْرُهٗ اِلَى الْعَرْشِ، وَفُرِّجَتْ لَهُ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى فِيْهِنَّ.[1]

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ

ساتوں آسمان آپ کے لیے کھول دیئے گئے، تو جو کچھ اُن میں تھا، ہر چیز کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا، یہاں تک آپ کی نگاہ عرشِ معلیٰ تک جا پہنچی اور سب وہاں کا منظر بھی دیکھ لیا۔ اور پھر آپ کے لئے سات زمینوں (کے طبقات کو) منکشف فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کی ساری کائنات کو ملاحظہ فرمالیا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

اِنَّ الْمُرَادَ بِالْمَلَكُوْتِ الْاٰيَاتُ وَقِيْلَ الْعَجَائِبُ الَّتِىْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَفُرِّجَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ فِيْهِنَّ حَتّٰى انْتَهٰى بَصَرَهٗ اِلَى الْعَرْشِ، وَفُرِّجَتْ لَهُ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ فَنَظَرَ اِلٰى مَافِيْهِنَّ. وَقِيْلَ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَمَلَكُوْتُ الْاَرْضِ الْجِبَالُ وَالْاَشْجَارُ وَالْبِحَارُ.[2]

یعنی آپ کے لئے ملکوت سے مراد نشانیاں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عجائبات جو آسمانوں اور زمین کے اندر ہیں۔ اور آپ کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے، سو آپ نے ان سب کو دیکھا یہاں تک عرش تک آپ کی آنکھ پہنچی (وہاں

[1] تفسیر مدارک ج ۱ص ۳۷۳ [2] تفسیر روح المعانی ص ۱۹۷ ج ۴

کے مناظر بھی دیکھے) ساتوں زمینوں کو آپ کی خاطر کھولا گیا تو آپ نے ان کے اندر کی ہر چیز ملاحظہ فرمائی۔

اور یہ روایت بھی آتی ہے کہ آسمانوں کی بادشاہت (Kingdoms) سے مراد، سورج، چاند، ستارے مراد ہیں اور زمین کی ملکوت / مملکتوں سے مراد پہاڑ، درخت اور سمندر ہیں۔

تفسیر مظہری:

قاضی صاحب فرماتے ہیں:

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک چٹان پر کھڑا کیا گیا

وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى الْعَرْشَ وَاَسْفَلَ السَّافِلِيْنَ وَنَظَرَ اِلٰى مَكَانِهٖ فِى الْجَنَّةِ [1]

یعنی آپ کے لیے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز مُنکشف فرمادی گئی، عرش تا اَسْفَلِ اَرْض فرش کی پوری کائنات کو آپ نے ملاحظہ فرمایا، یہاں تک کہ جنت میں اپنا مکان بھی دیکھا۔

روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اَرض وسماء کی پوری کائنات کو فرمالیا تو اس کے بعد آپ کی یہ کیفیت ہوگئی کہ ہر پوشیدہ چیز آپ پر روشن وواضح ہوجاتی۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی ایک مرد کو کسی فاحشہ عورت کے ساتھ دیکھا، اس کے لئے بدُعا فرمائی، وہ آدمی فوراً مرگیا۔ پھر اس طرح ایک اور آدمی کو غلط کام کرتے ہوئے دیکھا، اُس کے حق میں بھی بدُعا فرمائی وہ بھی ہلاک ہوگیا، تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی آدمی کو ناجائز حالت میں دیکھا، آپ بدُعا فرمانے ہی والے

[1] تفسیر مظہری ص ۲۵۷ ج ۳

تھے کہ رب تعالیٰ کا حکم آگیا:

"یاابراھیم! اِنَّكَ رَجُلٌ مُسْتَجَابُ الدَّعْوَةِ فَلَا تَدْعُوَنَّ عَلٰى عِبَادِیْ" الخ [1]

اے ابراہیم! آپ مستجابُ الدعاء ہیں اس لئے (آئندہ) آپ میرے بندوں پر بددعا نہ کیجئے۔

اس لئے کہ میرے بندے تین طرح کے ہیں:

۱۔ ایک وہ کہ گناہ کے بعد وہ تائب ہوجائیں گے، تو میں ان کی بخشش فرما دوں گا۔

۲۔ دوسرے وہ سیاہ کار لوگ ہیں جن کی پشتوں سے میں نیک بخت اور صالح اولاد پیدا کروں گا جو میری عبادت کریں گے۔

۳۔ یا وہ لوگ ہیں جو مرکر میرے پاس آئیں گے اب انکی بخشش یا عذاب کا دارومدار میری مشیّت پر ہوگا، چاہے میں انہیں معاف کردوں یا عذاب دوں۔

اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وعید میں خلف جائز ہے۔[2]

ہم چاہتے ہیں کہ یہاں پر موقعہ محل کی مناسبت سے فرشتوں کی قوت وطاقت کا ایک آدھ واقعہ لکھ دیں تاکہ ہمیں ان کی خُدا داد طاقت کا اندازہ ہوجائے کہ جو چیز بظاہر ہمیں ناممکن نظر آتی ہے وہ اس کے کارخانہ قدرت میں بالفعل ممکن ہوتی ہے اور کتاب وسنت سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

[1] مظہری ص ۲۵۷ ج ۳

[2] کما حققہ علامۃ الشامی

فرشتہ کی طاقت، ملائکۃ الموت کا تصرف

اللہ تعالیٰ کا سورۃ الانعام میں ارشاد ہے:

فرشتوں کے فرائض اور قبضِ ارواح کا علم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ○

(سورۃ الانعام آیت ۶۱:۷)

ترجمہ: اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے، تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کائنات میں توالد وتناسل اور موت وحیات کا نظام قائم فرمایا ہے اور موت کے بعد پھر ایک جہان ہے جس کو آخرت کہتے ہیں۔ محشر کے دن سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا، حساب کے بعد دو راستے ہیں، جو لوگ اِطاعت گزار تھے انہیں جنت کے راستوں پر گامزن ہونا ہے اور نافرمانوں کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ بہرحال سب نے نظامِ خداوندی کے مرحلہ سے گزرنا ہے۔

روح قبض کرنے والے فرشتوں کو ''رُسُلنا'' سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح کو قبض کرنے والا فرشتہ ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں اگر صرف ملک الموت، عزرائیل علیہ السلام کا ہی تصرف ہے تو جمع کا صیغہ ''رُسُلُنَا'' تعظیم کے لئے مستعمل ہوا ہے، جیسا کہ قرآن نے موت کے محکمہ کا ذکر فرمایا ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ

(الم سجدہ ۱۱)

''کہہ دو تمہاری روحیں وہ فرشتۂ موت قبض کرتا ہے جو تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔''

متعدد فرشتوں کی طرف کی نسبت اس لحاظ سے ہے کہ وہ ملک الموت کے مددگار ہیں، وہ رگوں، شریانوں، پٹھوں سے روح نکالنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت ان کی روح پر قبضہ کر کے اللہ کی بارگاہ میں / آسمانوں میں لے جاتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موت کے محکمہ کے انچارج اور سربراہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔ کبھی تو قبضِ روح کی یہ نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے جیسے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا

(الزمر ۴۲:۳۹)

''اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے''

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے، فاعلِ / حقیقی) تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن اس کے حکم کی تعمیل فرشتہ ہی کرتا ہے۔

اور روایات سے ثابت ہے کہ انسان کی حفاظت کے لئے فرشتے رات اور دن موجود رہتے ہیں۔

کراماً کاتبین ہر انسان کے ساتھ رہ کر اُس کے اچھے اور بُرے اعمال لکھتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک کے نامۂ اعمال کو اپنے اپنے کمپیوٹر میں محفوظ رکھتے ہیں اور ایک فرشتہ جو پانچواں ہے۔

لَا یُفَارِقُہٗ لَیۡلًا وَّ لَا نَہَارًا [1]

وہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، نہ تو وہ اُسے رات کے وقت چھوڑتا ہے اور نہ دِن کو۔

ملک الموت کا تصرّف اور ارواح کا نکالنا:

علامہ بغوی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے:

وَجَاءَ فِی الْاَخْبَارِ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ الدُّنْیَا بَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ کَالْمَائِدَۃِ الصَّغِیْرَۃِ فَیَقْبِضُ مِنْ ھٰھُنَا وَمِنْ ھٰھُنَا فَاِذَا کَثُرَتِ الْاَرْوَاحُ یَدْعُو الْاَرْوَاحَ فَیُجِیْبُ لَہٗ [2]

اخبار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری دُنیا ملک الموت کے لئے ایک چھوٹے سے دسترخواں کی طرح کردی ہے تو آپ ان ارواح کو اِدھر اُدھر سے قبض کرتے ہیں، جب یہ روحیں زیادہ ہوجاتی ہیں تو آپ اُن روحوں کو پکارتے ہیں، تو وہ سب آپ کے حُکم کے مطابق حاضر ہوجاتی ہیں۔

قارئین کرام!

حضرت ملک الموت کی قوّتِ علمی وبصری کی ایک اَدنیٰ جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔

1 قرطبی ص٦) (انعام

2 تفسیر بغوی ص۱۰۳ ج۲

اب ایک اور فرشتے کی قوّتِ سماعت کا منظر بھی ملاحظہ کیجئے:

حضور علیہ السلام کے روضہ منورہ پر متعین فرشتہ، آپ پر درود شریف پڑھنے والوں کا درود پیش کرتا ہے

خدا نے ایک ایسا فرشتہ پیدا فرمایا ہے جو "اِسماعُ الخلائق" کی طاقت رکھتا ہے۔ جو دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی اُمّتِ محمدیہ کے درود وسلام کو سُننے کی طاقت رکھتا ہے، اور قُرب وبُعد کی منازل اور فاصلوں کی حدبندیوں وقیود سے مستثنیٰ ہو کر سب کی سُنتا ہے۔

القول البدیع میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ حضور فرماتے ہیں:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعْطَاہُ اِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَھُوَ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ اِذَا مِتُّ، فَلَیْسَ اَحَدٌ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا قَالَ یَامُحَمَّدُ صَلّٰی عَلَیْکَ فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ، قال فَصَلَّی الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی ذٰلِکَ الرَّجُلِ بِکُلِّ وَاحِدَۃٍ عَشْرَۃً۔ [1]

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک مخصوص فرشتہ ہے جس کو خدا نے ساری مخلوق کی آوازیں سُننے کی طاقت دی ہے، میرے انتقال کے بعد وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہوگا، تو جب کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھے گا تو وہ فرشتہ یہ عرض کرے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں آدمی جس کے باپ کا نام یہ ہے اُس نے آپ پر درود وسلام عرض کیا ہے (قبول فرمایئے) تو خداوند قدوس اُس شخص پر جس نے ایک دفعہ درود شریف پڑھا ہوگا، دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔

1 القول البدیع ص۱۱۲

اس سے فرشتہ کی قوتِ ساعت اور اس کی علمیت کا اندازہ لگائیے کہ دُنیا میں بیک وقت لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان آپ ﷺ پر درود وسلام نچھاور کرتے ہیں، تو وہ فرشتہ ساری امت کے افراد کا سلام بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اُس فرشتے کی یہ ڈیوٹی اللہ رب العزت کی طرف سے تا قیامت مقرر ہے۔

ملکُ الموت کے لئے رُوئے زمین ایک طشت کی طرح ہے:

تفسیر کشاف میں ہے:

کہ حضرت ملک الموت کے لئے یہ دُنیا ایک تھال کی طرح ہے، اور روحوں کا قبض وتصرف، آپ کے لئے کوئی مسئلہ (Problem) نہیں، جہاں سے وہ چاہیں بآسانی وہ اپنا فریضہ (Duty) انجام دے سکتے ہیں۔

مجاہد سے روایت ہے:

جُعِلَتِ الْاَرْضُ لَهٗ مِثْلُ الطَّشْتِ يَتَنَا وَلُ مَنْ يَتَنَا وَلُهٗ ، وَمَامِنْ اَهْلِ بَيْتٍ اِلَّا وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ.

اور ملک الموت کے لئے ساری دُنیا اس طرح کردی گئی ہے جس طرح ایک بڑی طشت (پلیٹ) ہو وہ جس آدمی کی روح قبض کرنا چاہے، (بڑی) آسانی سے اس کی روح کو قبض کرلیتا ہے اور ہر گھر میں موت کا فرشتہ دن میں دو مرتبہ چکر لگاتا ہے۔[1]

[1] تفسیر کشاف ص ۱۹ ج ۲

تفسیر مظہری:

قَالَ مجاهدٌ: قَدْ جُعِلَتِ الْاَرْضُ لِمَلَكِ الْمَوْتِ كَالطَّشْتِ يَتَنَاوَلُ مِنْ حَيْثُ يَشَاءُ هٰذَا يَقْبِضُ فِىْ كُلِّ سَاعَةٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ فِىْ جَمِيْعِ الْعَوَالِمِ مَالَمْ يَعْلَمْ اِلَّا اللّٰهُ، وَهُوَ يُظْهِرُ لَهُمْ بِصُوَرِ اَعْمَالِهِمْ.[1]

مفہوم واضح ہے

"قیامت کا علم عند اللہ ہے"

آیت نمبر ۱۴: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ ج لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ الاعراف ۷:۱۸۷)

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب ٹھہری ہے، تم فرماؤ، اُس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اُسے وہی اُس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین پر۔ تم پر نہ آئیگی مگر اچانک۔ تم سے ایسا پوچھتے گویا تم نے اُسے خوب تحقیق کر رکھا ہے۔ تم فرماؤ'' اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن بہت (سے) لوگ جانتے ہیں۔[2]

[1] تفسیر مظہری ص ۷۷ ج ۳ و تفسیر کبیر ص ۱۶ ج ۵ [2] رضا

تشریح: یہ آیت مکیہ ہے، مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا کہ آیت
قریش مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہے، جو قیامت کے قائم ہونے کے بارے
آپ سے بطور تعجب وحیرانی کے پوچھتے تھے کہ واقعی قیامت کا وجود ہے تو پھر
بتایئے کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟

جیسا کہ قرآن نے دوسرے مقام پر ان کے قول کا ذکر یوں کیا ہے:

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

حسن اور قتادہ کہتے ہیں:

قریش نے یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

"یا مُحَمَّدُ! بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ قَرَابَةٌ، فَاذْكُرْلَنَا مَتٰى السَّاعَةُ؟[1]

اے محمد! ہمارے اور آپ کے درمیان رشتہ داری ہے کم از کم رشتہ داری کا
خیال کرتے ہوئے ہمیں اتنا تو بتادو کہ قیامت کب واقع ہوگی؟

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اِنَّ قَوْمًا مِنَ الْيَهُوْدِ، قَالُوْيَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنَا مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ؟[2]

کچھ یہودی لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر کہنے لگے اے محمد
(ﷺ) ہمیں یہ بتایئے کہ قیامت کب واقع ہوگی؟

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس پر خدا نے فرمایا:

يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا. كَاَنَّكَ عَالِمٌ بِهَا لَسْتَ تَعْلَمُهَا

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں، گویا آپ جانتے ہیں کہ قیامت کب واقع
ہوگی (لیکن) آپ پردہ پوشی کررہے ہیں جیسا کہ آپ اسے جانتے ہی نہیں۔

[1] رازی [2] رازی ص ۴۲۳

خدا نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

آپ فرمادیجئے۔ بے شک اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ

اُس کے وقت پر صرف وُہ ہی اُس کو ظاہر فرمائے گا۔

اَىْ لَا يَعْلَمُ الْوَقْتَ الَّذِىْ تَقُوْمُ فِيْهِ اِلَّا اللّٰهُ اِسْتَاثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهَا
فَلَمْ يُطَّلِعْ عَلَيْهِ اَحَدٌ[1]

یعنی وقوعِ قیامت کا وقت کوئی نہیں جانتا، صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس پر کسی
شخص کو اطلاع دی ہی نہیں گئی (وہ ذاتِ پاک اپنی حکمت کے مطابق معین وقت
پر اُسے برپا فرمائے گا)۔

ارض وسما کے ثقیل ہونے کی وجہ:

امام سدّی فرماتے ہیں:

ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:

يَقُوْلُ: خَفِيَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا حِيْنَ
تَقُوْمُ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَانَبِىٌّ مُرْسَلٌ

بھاری پڑی ہے زمین اور آسمان میں۔

یعنی زمین اور آسمان میں کوئی بھی وقوعِ قیامت کے بارے میں نہیں
جانتا۔ یہاں تک کہ نہ تو کوئی فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی نبی مرسل۔

[1] تفسیر خازن ص ۲۷۸ ج ۲

حضرت ابن عباس کا قول ہے:

کہ جب قوم نے اصراراً حضور علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ گویا آپ ﷺ وقوع قیامت کے متعلق جانتے ہیں، لیکن انہیں بتاتے نہیں

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ قیامت کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور یہ اللہ ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، اللہ نے اس پر نہ تو کسی فرشتے کو اطلاع دی ہے اور نہ ہی کسی رسول کو۔[1]

زمین اور آسمان کس طرح بھاری ہیں؟

قال قتادہ وعتیرہ

والمعنی لَا تطیقُھَا السَّموٰاتُ وَالْاَرضُ لِعَظمِھَا لِاَنَّ السَّماءَ تَنشَقُّ وَالنُّجوْمُ تَتَنَاثَرُ وَالْبِحَارُ تَنصُبُ.[2]

حسن فرماتے ہیں:

لِاَجلِ اَنَّ عِندَ مَجِیئِھَا شُقِّقَتِ السَّمٰوٰتُ وَتَکَوَّرَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَانْتَثَرَتِ النُّجُوْمُ وَثَقُلَتْ عَلَی الْاَرْضِ لِاَجَلِ اِنَّ فِی ذٰلِکَ الْیَوْمِ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الارضِ، وَتَبطُلُ الْجِبَالُ وَالْبِحَارُ

یعنی قیامت کا آنا اس لئے بھاری، شدت والا اور ہولناک ہے کہ اس دن آسمان پھٹ جائیں گے سورج اور چاند کی روشنی مضمحل وماند پڑ جائے گی اور ستارے بکھر جائیں گے، اور زمین پر یہ چیز اس لئے بھاری ہے کہ اُس دن یہ زمینی نظام بدل دیا جائے گا اور یہ پہاڑ اور سمندر ختم ہو جائیں گے۔ (گویا ہر چیز تباہی اور بربادی کا نمونہ ہوگی)

۱ رازی، ابن کثیر، خازن، کشاف وغیرہ ۲ قرطبی ۳۳۵ ج ۷

جیسا کہ سورۃ رحمٰن میں ہے:

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

(رحمٰن ۵۵:۲۶)

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے

تفسیر مدارک میں ہے

قُلْ عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ:

اَیْ علم وَقْتِ اِرْسَائِھَا عِنْدَہٗ قَدِ اسْتَاثَرَ بِہٖ لَمْ یُخبِرْ بِہٖ اَحَدًا مِنْ مَلَکٍ مُقَرَّبٍ وَلَانَبِیٍّ مُرْسَلٍ[1]

دخول وقیام قیامت کا علم:

اُسی کے پاس ہے، یہ اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمایا ہے کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں دی، نہ تو کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

لایُجَلِّیْھَالِوَقْتِھَا اِلَّاھُوَ الایۃ

کے تحت مرقوم ہے:

اَیْ لاتَزَالُ خُفْیَۃً لَایُظْھِرُ اَمْرَھَا وَلَایَکْشِفُ خِفَاءَ عِلْمِھَا اِلَّاھُوَ وَحْدَہٗ:[2]

قیامت کے برپا ہونے کا علم اُسی کے پاس ہے یعنی قیامت کا معاملہ ہمیشہ مخفیہ رہے گا، اور اُس کے پوشیدہ رکھنے کے علم (وراز) کو سوائے اُس کی ذات کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

۱ تفسیر مدارک ص ۵۷ / کشاف ۱۵۷ ج ۲ ۲ تفسیر روح البیان ص ۲۹۱ ج ۳، تفسیر بغوی ص ۲۱۹ ج ۲

لَاتَأْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً قیامت تو اچانک آئے گی:

قیامت کے دِلدوز، ہوشربا اور جانگاہ منظر کا اندازہ مندرجہ حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

اخرجه الشَّيْخَانِ عن ابی هريره رضی الله عنه:

قال رسول الله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم:

لَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ رَجُلَانِ ثَوْبَهُمَا فَلَايَتَبَايَعَانِهِ وَلَايَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لُقْحَتِهِ فَلَا تَطْعَمُهُ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهُ فَلَايَسْقِيْ فِيْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهُ اِلٰى فِيْهِ فَلَايَطْعَمُهَا۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت یقیناً قائم ہوجائیگی دراں حالیکہ دو آدمیوں نے کپڑا (تھان) کھولا ہوگا نہ تو وہ اُسے خرید وفروخت کر پائیں گے اور نہ اُس کے لپیٹنے کی اُنہیں نوبت آئے گی، اسی طرح یکا یک (دفعۃً) قیامت آئے گی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر چلے گا لیکن اُسے دودھ پینے کی نوبت ہی نہ آئے گی، اور ایک آدمی اپنے حوض کو لیپتا ہوگا، لیکن اُسے پانی پینے کا موقعہ نہ ملے گا۔ اور اس طرح ایک آدمی نے اپنا (روٹی) کا نوالہ (لقمہ) اپنے مُنہ تک اٹھایا ہوگا (تو قیامت آجائے گی) لیکن وہ اپنا لقمہ کھا نہیں سکے گا۔

۱ تفسیر رُوح المعانی ص۱۳۳ ج۵

قیامت کے پوشیدہ رکھنے میں کیا راز ہے؟

اس کا جواب علامہ آلوسی بغدادی نے یوں دیا ہے

وَاِنَّمَا اَخْفٰى سُبْحَانَهُ اَمْرَ السَّاعَةِ لِاقْتِضَاءِ الْحِكْمَةِ التَّشْرِيْعِيَّةِ ذٰلِكَ فَاِنَّهُ اَدْعٰى اِلَى الطَّاعَةِ وَاَزْجَرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ، كَمَا اَنَّ اِخْفَاءَ الْاَجَلِ الْخَاصِ لِلْاِنْسَانِ كَذٰلِكَ ، ......وَظَاهِرُ الْاٰيَاتِ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَعْلَمْ وَقْتَ قِيَامِهَا. نَعَمْ عُلِّمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قُرْبَهَا عَلَى الْاِجْمَالِ وَاَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ.

فَقَدْ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا:

"بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى."

قیامت کے پوشیدہ رکھنے کا راز

اللہ تعالیٰ نے قیامِ قیامت کا معاملہ اس لئے پوشیدہ رکھا ہے کہ اس میں کئی ایک حکمتیں اور مصلحتیں مضمر ہیں۔

۱۔ ایک تو اس میں شرعی حکمت پوشیدہ ہے۔

(وہ یوں کہ) اطاعت وفرمانبرداری کا داعیہ اس صورت میں زیادہ قائم رہ سکتا ہے۔

۲۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ گناہوں اور مَعصِیَت سے بچتے رہیں، زجر وتوبیخ کا اعلیٰ اور فعّال مقصد بھی اس سے حاصل ہوتا ہے۔

جس طرح موت کے پوشیدہ رکھنے میں راز ہیں، اسی طرح ساعتِ قیامت میں بھی اَسرار ہیں۔

۱ تفسیر رُوح المعانی ص۱۳۴/۱۳۵ ج۵

کیا حضور کو قیامت کا علم تھا؟

اور بظاہر آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے وقوع کی مخصوص گھڑی کو نہیں جانتے تھے، ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجمالاً اس کے جلد آنے کا علم دیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس کی خبر بھی دی ہے مثلاً آپ فرماتے ہیں:

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَيْنِ.[1]

میں اور قیامت اس طرح ایک ساتھ ملے ہیں جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں (آپس میں ملی ہیں) آپ نے شہادت کی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا[2]

قیامت کا خفیہ رکھنا ہی بڑا امتحان ہے، تاکہ ہر انسان اپنے دائرہ کار کے اندر رہ کر حسبِ توفیق نیکی اور بھلائی کے کام کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتا رہے، گناہوں کے وبال اور عصیاں کاریوں، نافرمانیوں کے علل واسباب، بدی اور شر کے اشغال، سے انسان بچا رہے، درحقیقت یہی اصل مقصد ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاء. ایمان اللہ کے خوف اور اس کی رحمت کی آس واُمید کا نام ہے۔

۱ رواہ البخاری والمسلم ۲ امام ترمذی نے مرفوعاً اس کی تخریج وتصحیح فرمائی ہے

الالہ ریب، وتنقیح المقاصد: (شرح المقاصد فی علم العقائد)

یہاں پر ہم ایک عبارت شرح المقاصد فی علم العقائد پیش کرتے ہیں:

اِنَّ الْغَیْبَ هٰهُنا لَیْسَ عَلَی الْعُمُوْم بَلْ هُوَ وَقْتُ وُقُوْعِ الْقِیَامَةِ بِقَرِیْنَةِ السَّبَاقِ ولا یَبْعُدُ اَنْ یُّطَّلَعَ عَلَیْهِ بَعْضُ الرُّسُلِ مِنَ الْمَلَائِکَةِ وَالْبَشَرِیَةِ.[1]

اس آیت میں غیب سے مراد خاص غیب وقوعِ قیامت مراد ہوگا، اس سے عام غیب مراد نہیں اس لئے سیاق وسباق آیت (ذکر قیامت) کا قرینہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

اور یہ کوئی بعید نہیں کہ اللہ کے بعض رسولوں کو وقتِ وقوعِ قیامت پر مطلع کردیا جائے عام ازیں کہ وہ رسول انسانوں میں سے ہوں یا فرشتوں (ملائکہ) میں سے۔

عام فہم اور متبادر معنیٰ:

تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا۔

کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص ''وقوعِ قیامت'' پر کسی کو مطلع نہیں فرماتے مگر اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہیں، اس کا علم دے دیتے ہیں۔ اس توجیح اور تشریح کی بنا پر وہ آیات منسوخ ہوجائیں جن میں نفی موجود ہے۔

خصوصاً علوم خمسہ پر مشتمل آیت:

نتیجتًا یہ آیت عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَایُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّامَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مُأَوَّلَ یا ناسخ ٹھہرے گی۔

(سورۃ الجن)

۱ شرح المقاصد فی علم العقائد ص ۱۵۰/۱۵۱ ج ۲

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عَلٰی غَیْبِہٖ سے مراد مخصوص باری تعالیٰ کا علم ہے، جیسا کہ قاضی بیضاوی نے تصریحاً لکھا ہے، "اَلْمَخْصُوْصُ بِہٖ عِلْمُہٗ"

اس سے مراد اللہ کا مخصوص علم ہے اور وہ علم قیامت ہے

علم قیامت:

امام اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

وَقَدْ ذَھَبَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ اِلٰی اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَۃِ بِاِعْلَامِ اللّٰہ تعالیٰ وُھَوَ لایُنَافِی الْحَصْرَ فِی الْاٰیَۃِ کالایخفٰی: ۱

بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتلانے / اعلام الٰہی سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت جانتے تھے۔ اور یہ بات آیت میں حصر کے خلاف نہیں۔

آیت نمبر ۱۵: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ صلیٰ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

(سورۃ اعراف ۷:۱۸۸)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت جمع کر لی (ہوتی) خیر

۱ روح البیان ص ۲۹۳ ج ۳

اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں ۱

شان نزول: غزوہ بنی مصطلق ( ) سے واپسی کے وقت راہ میں تیز ہوا چلی، چوپائے بھاگ گئے تو نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ مدینہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو میرا ناقہ کہاں ہے۔ عبداللہ ابن ابی منافق اپنی قوم سے کہنے لگا، اُن کا کیسا عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی خبر تو دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے۔ سید عالم ﷺ پر اس کا یہ قول بھی مخفی نہ رہا۔ حضور نے فرمایا: منافق لوگ ایسا کہتے ہیں اور میرا ناقہ اس گھاٹی میں ہے، اس کی نکیل ایک درخت میں اُلجھ گئی ہے۔ چنانچہ جیسا فرمایا تھا اُسی شان سے وہ ناقہ پایا گیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ۲

تفسیر ابن کثیر:

حافظ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

اَمَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یُفَوِّضَ الْاُمُوْرُ اِلَیْہِ وَاَنْ یُخبِرَ عَنْ نَفْسِہٖ اَنَّہٗ لَایَعْلَمُ الْغَیْبَ الْمُسْتَقْبَلَ وَلَا اِطِّلَاعَ لَہٗ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّابِمَا اَطْلَعَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: "عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّامَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" الخ ۳

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اپنی ذات کے بارے میں (لوگوں کو) بتا دیں کہ وہ مستقبل کے غیب کو نہیں جانتے۔ اور انہیں ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر بھی

۱ رضا ۲ خزائن العرفان (تفسیر کبیر ص ۴۲۵ ج ۵) ۳ سورۃ الاعراف (ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۳)

(ازخود) کوئی اِطلاع نہیں۔

مگر جن چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے انہیں اِطلاع دی ہے،

جیسا کہ اُس کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ ہے، پس وہ اپنے غیب پر اطلاع نہیں دیتا مگر اپنے مُنتخب (Chosen) (پسندیدہ) رسولوں میں سے جس کو وہ چاہے۔

فائدہ جلیلہ:

حافظ عمادالدین علیہ الرحمۃ نے

اِلَّا بِمَا اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ سے اہلِ سنت وجماعت کے موقف کی توثیق وتائید فرمائی ہے، اور آپ کی تفسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے تمام اُمور کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ ازخود علم غیب کو نہیں جانتے، بلکہ اللہ کی عطاءِ وحی واِلقاء سے ہی جانتے ہیں۔

آپ کس قدر جانتے ہیں؟ اس کا آسان جواب یہی ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ: یعنی جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اللہ نے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا۔

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى.

اس نے اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی سو فرمائی۔

تفسیر کبیر:

امام رازی رقمطراز ہیں:

اَیْ اَنَا لَا اَدَّعِیْ عِلْمَ الْغَیْبِ، اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ. [1]

1 تفسیر کبیر ۴۲۵ ج ۵

میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا، میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دو خوشخبری دینے والا ہوں قدرتِ کاملہ اور علمِ محیط "لَيْسَا اِلَّا لِلّٰهِ" یہ دونوں صفات اللہ کے ساتھ مختص ہیں۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ اہلِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ کا رب اشیاء کے مہنگے اور سستے ہونے کے متعلق نہیں بتاتا، یہاں تک کہ ہم لوگ پہلے ہی سے خرید کر نفع اندوزی کرلیں اور بنجر زمین سے سرسبز وشاداب زمین کی طرف کوچ کرلیا کریں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا:

لَاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا: میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔

اگر میں اس کے برعکس ہوتا تو اپنے لئے اِستکثارِ خیر کرلیتا، اِجتنابِ سُوء اور مضرت ونقصان سے اپنے آپ کو بچالیتا۔

نفع سے مال ودولت اور ضرر سے قحط سالی اور دیگر اَمراض سے تحفظ مراد ہے۔

وَقِیْلَ: اَلْغَیْبُ الْاَجَلُ، وَالْخَیْرُ الْعَمَلُ وَالسُّوْءُ الْوَجَلُ. [1]

غیب سے مراد موت، خیر سے عمل اور سُو سے ڈر اور خوف ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ متعدد احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے بعض مغیبات کی خبریں دی ہیں اور یہ حضور کے عظیم معجزات میں سے ہے تو پھر اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ

"لَوْ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ"

میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

1 مدارک

اس کا جواب علّامہ خازن نے یوں دیا ہے:

تفسیر خازن میں ہے:

يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ قَالَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَاضُعِ وَالْاَدَبِ، وَالْمَعْنٰى لَااَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّااَنْ يُّطْلِعَنِى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَيُقَدِّرَهٗ لِىْ، وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّطْلِعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْغَيْبِ، فَلَمَّا اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَخْبَرَهٗ بِهٖ، كَمَاقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَلَايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّامَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ الخ [1]

میں کہتا ہوں، ممکن ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا ہو کہ میں غیب نہیں جانتا، یہ محض تواضع (عاجزی) اور (اللہ کے حضور میں) ادب واحترام کی بنا پر فرمایا ہو، اور معنی یہ ہوگا کہ میں خود غیب نہیں جانتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب پر اطلاع دے اور اس پر قادر فرمادے۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ آپ نے اُس وقت فرمایا تھا جب آپ کو اطلاع علی الْغَیْب نہیں دی تھی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی اِطلاع دے دی، تو آپ نے غیب کی خبریں بتائیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ.

اَلّاماشاء اللّٰهُ

اور تفسیر روح المعانی

حضور سید عالم ﷺ نے جَلْبِ مَنْفَعَت اور دَفْعِ مَضَار کا اس لئے انکار فرمایا کہ ان دنیوی فوائد ومنافع، اور ضرر ونقصان اور اَحکام وشرائع کے

[1] سورۃ الاعراف) (تفسیر خازن ص ۲۸۰ ج:۲

درمیان کسی قسم کا کوئی رابطہ وتعلق نہیں، اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا، یہ عدمِ علم کا طعنہ یا نفع ونقصان کے حصول کا نہ ہونا، آپ کے منصبِ نبوّت پر کوئی عیب وقدغن نہیں لگاتا۔

علامہ آلُوسی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

وَقَدْ عُدَّ عَدَمُ عِلْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَمْرِ الدُّنْيَا كَمَالًا لِّمَنْصَبِهٖ، اِذَا الدُّنْيَا بِاَسْرِهَا لَاشَيْءَ عِنْدَهٗ. [1]

یعنی آپ ﷺ کا دنیوی اُمور کا نہ جاننا، آپ کے منصبِ جلیل کے لئے (اس قسم کا) اعزاز وکمال ہے نہ کہ اِزْلال، اس لئے کہ یہ ساری دنیا (کائنات ارضی وسماوی) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لاشی وہیچ ہے۔

(جیسا کہ رب کا ارشاد ہے)

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (۴:۷۷)

آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا ساز وسامان قلیل (تھوڑا) ہے

اور حضور کے اخلاق عالیہ، اور آپ کے محاسن کو رب تعالیٰ نے بلند وبالا، اور افضل واعلیٰ قرار دیا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ قرار دیا ہے۔

یعنی آپ یقیناً خُلُقِ عظیم کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

مرادالکلام:

مفتی بغداد، سرخیل وسالارِ حنفیہ نے اِلَّامَاشَاءَ اللّٰهُ کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ میں اللہ کی مشیت کے ساتھ نفع وضرر کا مالک ہوں۔

ملاحظہ ہو: "اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ"

[1] تفسیر روح المعانی ص ۱۳۷ ج ۵

فَاِنَّنِیْ حِیْنَئِذٍ اَمْلِکُہٗ بِمَشِیَّتِہٖ ۔[1]

اُقول: ''یہ بھی ممکن ہے کہ حضور نے اس انداز سے جواب دیا ہو کہ ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور پیغمبر خدا نے بھی اس کی وضاحت یوں فرمائی۔ میں استقلالاً نہ ہی کسی چیز کا مالک ہوں اور نہ ہی خدا کی طرح کا غیب جانتا ہوں، اب اعتراض بھی ختم اور آیت کا مفہوم بھی صاف وشفاف ہے۔''[2]

ہمارے نبی کی وسعتِ علمی بے انتہا و عظیم ترین ہے:

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے، وہ خدا نے آپ کو سکھا دیا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

کَمَا ھُوَ الظَّاھِرُ مِنَ الْاَدِلَّۃِ الشَّرْعِیَّۃِ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''اس آیت نے بھی یہ واضح کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام نہ قادر مطلق ہوتے ہیں نہ عالِمُ الْغَیْبِ بلکہ ان کو علم وقدرت کا اتنا ہی حصہ حاصل ہوتا ہے جتنا مِنْ جانبِ اللّٰہ ان کو دے دیا جائے۔

ہاں اس میں شک وشبہ نہیں کہ جو حصہ علم اُن کو عطا ہوتا ہے، وُہ ساری مخلوقات سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خصوصاً ہمارے رسول کریم ﷺ کو اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا گیا تھا، یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا تھا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا، اور اسی عطا شدہ علم کے

۱ روح المعانی ص ۱۳۶ ج ۵
۲ نشتر

مطابق آپ نے ہزاروں غیب کی باتوں کی خبریں دیں جن کی سچائی کا ہر عام وخاص نے مشاہدہ کیا۔ اس کی وجہ سے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کا علم دیا گیا تھا مگر اس کو اصطلاح قرآن میں علم غیب نہیں کہہ سکتے۔ اور اس کی وجہ سے رسول کو ''عالم الغیب'' نہیں کہا جاسکتا۔''[1]

سورۃ انعام کی آیت نمبر ۵۰/۶۰ کے تحت، ہم معارف القرآن کا ایک اور اقتباس اسی مناسبت سے یہاں نقل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ دیگر اقتباسات بھی اصل مسئلہ جو متنازعہ بَین فریقین ہے، اس کی بڑی حد تک مزید وضاحت ہو جائے گی، اور ہمارا مقصد بھی صرف اصلاح اور امت مسلمہ کی بہتری ہے، باہمی آویزشوں کو کم کرنا ہے۔

امید ہے کہ قارئین وناظرین کرام نظرِ انصاف سے مطالعہ فرما کر جادۂ حق پر عمل پیرا ہونے کی سوچیں گے۔

معارف القرآن:

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس معاملہ میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو غیب کی ہزاروں، لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا، بلکہ تمام فرشتوں اور اوّلین وآخرین کو جتنا علم دیا گیا ہے، ان سب سے زیادہ حضور ﷺ کو عطا فرمایا گیا ہے، یہی پوری اُمت کا عقیدہ ہے۔

ہاں اس کے ساتھ ہی قرآن وسنت کی بے شمار تصریحات کے مطابق تمام آئمۃ سلف وخلف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم مُحیط صرف حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت ہے، جس طرح اس کے خالق ورازق، قادرِ مطلق ہونے میں کوئی فرشتہ یا رسول اُس کے برابر نہیں ہوسکتا، اسی طرح اس کے علم محیط میں بھی کوئی

۱ معارف القرآن جلد چہارم ص ۱۴۷/۱۴۸

اُس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتہ یا پیغمبر کو غیب کی لاکھوں چیزیں معلوم ہونے کے باوجود ''عالم الغیب'' نہیں کہا جاسکتا۔

خلاصہ یہ کہ سرورِ کائنات، سیّدُ الرُّسل، امامُ الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے کمالات کے بارہ میں بڑا جامع جملہ یہ ہے کہ

بعد از خُدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کمالاتِ علمی میں بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے بعد تمام فرشتوں اور انبیاء و رُسل سے آپ کا علم بڑھا ہوا ہے، مگر خُدا کے برابر نہیں۔ برابری کا دعویٰ کرنا عیسائیت کے غلّو کا راستہ ہے۔'' [1]

اب اس مسئلہ میں امام اہلسنت مولانا احمد رضا قادری کی تحقیق (مسئلہ علم غیب کی تفصیل کالُبِّ لباب) حاضرِ خدمت ہے:

امام احمد رضا خان بریلوی اور مسئلہ علم غیب

''یہ بات تو اَظْہَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمیع کمالات وفضائل میں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق، جِنّ و اِنس، ملائکہ و رُسل میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اَعْلَمُ الْخَلائق کا درجہ عطا کیا ہے، علوم ومعارف میں ارض وسماء کی پوری کائنات میں نہ تو آپ کا کوئی ہم پلہ و برابر ہے اور نہ ہی کوئی آپ کا شریک و سہیم. اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام فرشتوں اور انبیاء مُرسلین سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔

آپ کو جس قدر یہ علم عطا ہوا ہے وُہ تدریجی (Gradual) ہے اور منازلِ حیات کے ساتھ اس کی تکمیل ہوتی رہی ہے۔ لیکن یہ آپ کا سارا علم وَھبی ہے

[1] معارف القرآن جلد سوم ص ۳۲۸/۳۲۹

کسبی نہیں۔ عطائی ہے ذاتی نہیں، محدود ہے غیر محدود نہیں، متناہی ہے لامتناہی نہیں'' [1]

آپ کے چند اقتباسات اور بھی ملاحظہ فرمائیں امید ہے کہ اہل فکر ونظر انہیں کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور جو غلط اور بے بنیاد الزامات آپ کی ذات پر لگائے گئے ہیں وہ ھَبَاءً مَّنثُوراً ہو جائیں گے۔

نوٹ:

مناسب ہوگا کہ ہم یہاں پر بعینہ وہی تبصرے بمع اقتباسات آپ کے سامنے پیش کریں جو مکتبِ دیوبند کے مشہور مناظر جناب مولوی محمد منظور صاحب نعمانی نے اپنی کتاب ''بوارق الغیب علی من یدّعی لغیر اللہِ علم الغیب'' میں نقل کئے ہیں۔

بمصداق: ''والفضل ماشهدت بهِ الاعداء''

اقتباسات: (از مولوی محمد منظور صاحب)

الف:

''اور جو زیادہ تجربہ کار اور ہوشیار ہیں، وہ صرف ابتداءِ آفرینشِ عالم سے قیامت تک کا علم محیط مانتے ہیں، چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب جو اِس طبقہ میں یقیناً علمی برتری رکھتے ہیں، انہوں نے جہاں کہیں اس مسئلہ کی تقریر فرمائی ہے وہاں ان دونوں حدّوں کو بصراحت ذکر کر دیا ہے۔

چنانچہ ''انباء المصطفیٰ'' ص ۳ پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

[1] خالص الاعتقاد

"(حق تعالیٰ نے) روزِ اوّل سے آخر تک کا سب "مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ" انہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ) کو بتایا"

نیز اسی انباء المصطفیٰ ص ۴ پر بھی انہوں نے 'مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ' کے ساتھ "اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ" کی قید لگادی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے حضور صاحبِ قرآن ﷺ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات، جملہ ماکان ومایکون اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، جمیع مندرجاتِ لوحِ محفوظ کا علم دیا۔"

"جمیع مندرجاتِ لوحِ محفوظ" درحقیقت "مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ" ہی کی تفسیر ہے۔

چنانچہ خود موصوف "الدَّوْلَۃُ الْمَکِیَّۃُ" ص ۳۲ پر فرماتے ہیں:

"وَقَدْ بَیَّنَ صِحَاحُ الْاَحَادِیْثِ اَنَّ اللَّوْحَ مَکْتُوْبٌ فِیْهِ کُلُّ کَائِنٍ مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اِلٰی یَوْمِ الْاٰخِرِ بَلْ اِلٰی دُخُوْلِ اَهْلِ الدَّارَیْنِ مَنَازِلَهُمْ وَهُوَ الْمُعَبَّرُ عَنْهُ بِمَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ"[1]

اور یہ بات صحیح حدیثوں نے بیان کردی ہے کہ لوحِ محفوظ میں وہ تمام باتیں لکھی ہوئی ہیں جو روزِ اوّل سے روزِ آخر تک ہونے والی ہیں بلکہ اہلِ جنت کے داخلۂ جنت اور اہلِ نار کے داخلۂ نار تک کے واقعات لکھے ہوئے اور اسی کو مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نیز اسی صفحہ کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

۱ الدولۃ المکیۃ ص ۳۲ مولانا احمد رضا خان

"وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ مَقْصُوْدَنَا اِحَاطَۃُ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ الْمُثْبَتُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَهُوَ شَیْءٌ مُتَنَاهٍ۔"

تم کو (ہمارے پہلے بیان سے) معلوم ہو چکا ہے، ہمارا مقصد صرف اُس ماکان ومایکون کا احاطہ ہے جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہے اور وہ ایک محدود (Limited) چیز ہے۔

بہرحال ان کا دعویٰ صرف قیامت تک علم محیط کا ہے۔ اس کے بعد آخرت میں جو کچھ ہونے والا ہے اور جنت ودوزخ میں اَبَدُ الْآبَاد تک جو کچھ ہوگا وہ ان کے اس اصطلاحی "مَاکَان ومایکون" سے خارج ہے اور اُس کے متعلق اُن کا یہ دعویٰ نہیں کہ وُہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہے، چنانچہ یہی فاضلِ بریلوی الدولۃ المکیّۃ ص ۲۷ پر تصریح فرماتے ہیں۔

"مَعْلُوْمٌ اَنَّ مَاکَان ومایکون بِالْمَعْنَی الْمَذْکُوْرِ الْمُثْبَتُ کُلُّهُ فَرْدًا فَرْدًا تَفْصِیْلًا تَامًّا فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ لَیْسَ اِلَّا الدُّنْیَا، فَاِنَّ الْاٰخِرَۃَ بَعْدَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔"

کہ ماکان ومایکون بمعنی مذکور جو پوری تفصیل کے ساتھ فرداً فرداً لوحِ محفوظ میں ثبت ہے وہ صرف دُنیا ہی ہے، کیونکہ آخرت تو قیامت کے بعد ہے۔

فاضل بریلوی کی ان تمام تصریحات سے ان کا مسلک منقح ہوا وہ یہ ہے کہ:

ابتداءِ آفرینشِ عالم "From the very begingin of two worlds" سے لے کر ہنگامۂ محشر (حساب وکتاب وغیرہ کا دن) کے اختتام یا بالفاظِ دیگر داخلۂ جنت ونار تک کے تمام واقعات جزئیہ کلیہ دینیہ ودُنیویہ کا علم تفصیلی مُحیط حضور ﷺ کو عطا فرمایا گیا"

اور ظاہر ہے کہ یہ مجموعہ محدود بَیْنَ الْحَدَّیْنِ اور مَحْصُوْرٌ بَیْنَ

الْحَاضِرِیْنَ ہے، آفرینشِ عالم سے حق تعالیٰ کی ذات، اس کی شیون وصفات اور اُس کے غیر مُتناہی جلوے موجود تھے۔ اُن کے متعلق اِن حضرات کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ان سب کا علمِ مُحیط بھی آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے عَلٰی ھٰذَا قیامت کے بعد جنت اور دوزخ باذن اللہ تعالیٰ اَبَدُالاباد تک رہیں گی، نہ جنتی فنا ہوں گے نہ جنت، نہ ناریوں کا خاتمہ ہوگا نہ نار کا، پس وہاں ابدالاباد تک جو کچھ ہوگا، اس کے متعلق بھی ان کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ سب حضور سرورِ عالم ﷺ کو معلوم ہے، بلکہ اُن کا دعویٰ جیسا عرض کیا گیا صرف ابتداءِ آفرینش عالم سے لیکر قیامت تک کے معلومات کا ہے۔[1]

نعمانی صاحب مزید رقمطراز ہیں:

''اس کے بعد ایک چیز اور تنقیح طلب رہ جاتی ہے کہ وہ اس علم کا حصول حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کس وقت مانتے ہیں...... اور بعض دیگر حضرات کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِس علم ماکان ومایکون کا حصول شبِ معراج مانتے ہیں۔ مولوی نعیم الدین مرادآبادی کا غالباً یہی مسلک ہے جیسا کہ اَلْکَلِمَۃُ العلیا ص ۴۳ وص ۶۳ کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

''لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہاں بھی ہوشیاری اور مُناظرانہ دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو یہ علم (ماکان ویکون) تدریجی طور پر آغاز نبوّت سے بذریعہ قرآن پاک وقتاً فوقتاً عطا ہوتا رہا اور جس روز قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا، اُسی دِن اس علم کی تکمیل ہوئی، چنانچہ فاضل موصوف اَنباءُ الْمُصْطفٰی ص ۴ پر فرماتے ہیں:''

[1] ملاحظہ ہو بوارق الغیب ص ۲۵ تا ۲۷

''اور جبکہ یہ علم (علم ماکان ومایکون اِلٰی یوم القیامہ) قرآن عظیم کے "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" ہونے نے دیا۔ اور پھر ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے۔ نہ ہر آیت یا سورت کا، تو نزول جمع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو "لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ" یا منافقین کے باب میں فرمایا "لَاتَعْلَمُھُمْ" ہرگز اِن آیات کے مُنافی اور اِحاطہ علم مُصطفویٰ کا نافی نہیں۔''[1]

نیز یہی فاضل اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ ص ۲۵ پر فرماتے ہیں:

''اِنَّ تَعْلِیْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ بِالْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ نَزَلَ نَجْمًا نَجْمًا وَلَمْ یَکُنْ یَنْزِلُ کُلَّ وَقْتٍ فَصَدَقَ الْبَعْضُ فِی الْاَوْقَاتِ وَفِی الْمَعْلُوْمَاتِ جَمِیْعًا.

کہ رسولِ خُدا ﷺ کو خدا کی تعلیم قرآن کے ذریعے سے تھی اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے وقتاً فوقتاً نازل ہوا ہے اور اِس کا نزول ہر وقت نہیں ہوتا تھا، پس یہ کہنا صحیح ہے کہ حق تعالیٰ نے (آپ کو) بعض علوم غیب بعض اوقات میں عطا فرمائے۔''

فاضلِ موصوف کی اِن دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ وہ اس علم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کی تکمیل نزولِ قرآن سے پہلے نہیں مانتے، بلکہ بعد نزولِ قرآن اس کے مُدّعی ہیں۔[2]

اس کے بعد نعمانی صاحب ''اہل سنت کا عقیدہ'' کی تشریح ووضاحت بیان کرتے ہوئے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیفِ لطیف اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں:

[1] انباء المصطفیٰ ص ۴
[2] بوارق ص ۲۹

اہل سنت کا عقیدہ:

الف: علم ذاتی اور علم محیط تفصیلی جو بلا اِستثناء تمام معلومات کو حاوِی ہو خواص باری تعالیٰ سے ہے، اس میں نہ کوئی رسول شریک ہے نہ غیرِ رسول۔ اور اس پر فریقین کا اِتفاق ہے۔

چنانچہ فاضلِ بریلوی الدولۃ المکیہ کی نظر ثالث میں فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ الذَّاتِیُّ وَالْمُطْلَقُ الْمُحِیْطُ التَّفْصِیْلِیُّ مُخْتَصٌّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی

علم ذاتی اور علم بالاِستیعابِ محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

نیز اِسی کی نظرِ خامس میں ہے:

"لَانَقُوْلُ بِمُسَاوَاۃِ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا بِحَصُوْلِہٖ بِالْاِسْتِقْلَالِ وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَیْضًا اِلَّا الْبَعْضَ"۔[1]

ترجمہ: ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاءِ الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔[2]

بہرحال علم ذاتی اور علم مُحیطِ کُل تفصیلی کا کسی مخلوق کے لئے حاصل نہ ہونا مُسلمہ فریقین ہے۔[3]

(ب) حق تعالیٰ کی عطا سے بذریعہ وحی یا الہام عالمِ شہادت کی طرح عالمِ غیب کی بھی بہت سی چیزیں حق تعالیٰ کے مقرّب بندوں کو معلوم ہو جاتی ہیں، اور اس میں اَنبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کا حصہ سب سے زیادہ ہے اور جماعت اَنبیاء میں بھی خاص کر سید الانبیاء والمرسلین خاتم النّبیین ﷺ کا درجہ اِس کمال میں سب سے زیادہ بلند ہے۔ اور آپ ہی حق تعالیٰ کے بعد "فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ" کے مصداق ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم وشرّف وکرّم۔

[1] الدولۃ المکیہ [2] خالص الاعتقاد ص ۲۳ [3] نعمانی

لیکن بایں ہمہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ ﷺ کو "تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم عطا فرما دیا گیا"۔[1]

صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی الکلمۃ العلیاء" والی عبارت کو علماءِ ومتاخرین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر۱۶: وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ○

(سورۃ یونس۲۰:۱۰)

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں (کہ) اُن پر اُن کے رب کی طرف سے کوئی نشانی نہیں اتری تُم فرماؤ، غیب تو اللہ کے لئے ہے۔ اب راستہ دیکھو، میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

تشریح: "اہل باطل کا طریقہ ہے کہ جب اُن کے خلاف بُرہانِ قوِی قائِم ہوتی ہے اور وہ جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اُس بُرہان کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ وُہ پیش ہی نہیں ہوئی۔ اور یہ کہا کرتے ہیں کہ دلیل لاؤ، دلیل لاؤ تا کہ سننے والے اس مُغالطہ میں پڑ جائیں کہ اُن کے مقابل اب تک کوئی دلیل ہی نہیں قائم کی گئی۔ اس طرح کُفار نے حضور کے معجزات اور بالخصوص قرآنِ کریم معجزۂ عظیمہ ہے۔ اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اُتری۔ گویا کہ معجزات انہوں نے دیکھے ہی نہیں، اور قرآنِ پاک کو وہ نشانی شمار ہی نہیں کرتے۔

[1] الکلمۃ العلیا ص ۳ (بوارق الغیب ص ۳۱/۳۲، از مولوی محمد منظور نعمانی صاحب)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ کے لئے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

تقریر کا جواب یہ ہے کہ دلالتِ قاہرہ اِس پر قائم ہے کہ سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر قرآن پاک کا ظاہر ہونا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے۔ کیونکہ حضور اُن میں پیدا ہوئے، اُن کے درمیان حضور بڑھے، تمام زمانے حضور کے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وُہ خُوب جانتے ہیں کہ آپ نے کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ کسی اُستاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآن کریم آپ پر ظاہر ہوا، اور ایسی بے مثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نزول بغیر وحی کے ممکن ہی نہیں۔ یہ قرآن کریم معجزۂ قاہرہ ہونے کی بُرھان ہے اور جب ایسی قوِی بُرہان قائم ہے تو اِثباتِ ثبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا مطلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے۔ ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیّت پر ہے، چاہے کرے چاہے نہ کرے۔ تو یہ امرِ غیب ہوا اور اس کے لئے اِنتظار لازم آیا کہ اللہ کیا کرتا ہے، لیکن وُہ غیر ضروری نشانی جو کُفّار نے طلب کی ہے نازل فرمائے یا نہ فرمائے، نبوت ثابت ہو چکی اور رسالت کا ثبوت قاہرہ معجزات سے کمال کو پہنچ چکا۔"[1]

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"اَیْ یَقُوْلُ هٰؤُلَآءِ الْكُفَرَةُ الْمُكَذِّبُوْنَ الْمُعَانِدُوْنَ لَوْلَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ آيَةٌ مِنْ رَبِّهٖ يَعْنُوْنَ كَمَا اَعْطَى اللّٰهُ ثَمُوْدًا النَّاقَةَ اَوْ اَنْ يُحَوِّلَ لَهُمُ الصَّفَا ذَهَبًا اَوْ يُزِيْحَ عَنْهُمْ جِبَالَ مَكَّةَ وَيَجْعَلَ مَكَانَهَا بَسَاتِيْنَ وَاَنْهَارًا اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ مِمَّا اللّٰهُ عَلَيْهِ قَادِرًا وَلٰكِنَّهٗ حَكِيْمٌ فِيْ اَفْعَالِهٖ وَاَقْوَالِهٖ"

[1] خزائن العرفان ۳۰۴

یعنی کُفّارِ مکہ کے مُعانِدین اور مُکَذِّبین کا یہ کہنا تھا کہ (اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ: اَیِ الْاَمْرُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ يَعْلَمُ الْعَوَاقِبَ فِی الْاُمُوْرِ)

محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) پر اُن کے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی، جس اللہ نے حضرت صالح پیغمبر کو اُونٹنی بطور مُعجزہ عطا کی تھی، یا صفا پہاڑ کو اُن کے لئے سونا (Gold) سے بدل دے یا مکہ کے پہاڑوں کو باغات (Gardens) میں تبدیل کر دے، یا وہاں نہریں جاری کر دے ایسی باتوں پر اللہ تعالیٰ قادر ہے

لیکن وہ اپنے تمام اَقوال اور افعال میں حکیم (وقادرِ) مطلق ہے، ہر کام کے راز اور اُس کے انجام وہ بخوبی واقف ہے

اور اس سربستہ راز (غیب) کا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ تعلق ہے، اس لئے تم کچھ مدّت کے لئے انتظار کرو، اور میں بھی اپنے رب کی قدرت اور اس کی نصرت کا راستہ دیکھتا ہوں

چنانچہ مستقبل میں آنے والے حالات کے نشیب و فراز نے پلٹا کھایا، کفارِ مکہ کی شان وشوکت اور انکا سارا دبدبہ اور رعب ختم ہوگیا، اور مختصر سی مدت کے اندر سارے حجاز میں اسلام پھیل گیا، اور قرآن کی شعائیں عرب کی سرزمین سے نکل کر اَطراف واَکنافِ عالَم تک جا پہنچیں اور حق کا بول بالا ہوا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

کی ایمان اَفروز صدائیں ہر طرف گونجنے لگیں

علا ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے حسین انداز میں اس کی منظر کشی فرمائی ہے۔

آپ اس کی ادنیٰ جھلک اُن کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

فَإِنَّهُمْ بِبَرَكَةِ الرَّسُوْلِ وَطَاعَتِهٖ فِيْمَا اَمَرَهُمْ فَتَحُوا الْقُلُوْبَ وَالْاَقَالِيْمَ شَرْقًا وَغَرْبًا فِي الْمُدَّةِ الْيَسِيْرَةِ مَعَ قِلَّةِ عَدَدِهِمْ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى جُيُوْشِ سَائِرِ الْاَقَالِيْمِ مِنَ الرُّوْمِ وَالْفَارِسِ [1]

صحابہ کرام رضون اللہ علیہم اجمعین نے رسولِ دوجہاں ﷺ کی برکت اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کی بدولت، بڑی مختصر سی مدّت میں، باوجود تعداد کی قلّت کے، انہوں نے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا، اور دشمنوں کی کثیر تعداد کو جو ملک فارس اور روم تک، اور دیگر ممالک میں مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلی ہوئی تھی کو فتح و مسخر کیا اور ان کے دِلوں پر حکمرانی کی۔

عرب وعجم کے ذرّے ہوئے آفتاب جس سے
کسی روز دیکھ لینا وہ نظر اِدھر بھی ہوگی [2]

آیت نمبر ۱۷ : وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

(سورۃ یونس ۱۰:۶۱)

ترجمہ: اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرّہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی بڑی، مگر یہ سب کتاب مُبین میں ہے۔

مفہوم: اللہ تعالیٰ اِس ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے اور ارض وسماء کی کوئی چھوٹی بڑی مخلوق اُس کے علم سے مخفی اور نہ ہی اُس کے دائرۂ کار، انتظام وانصرام

[1] سورۃ انفال، تفسیر ابن کثیر ص ۳۳۱ ج ۳ — [2] مولانا ظفر علی خان ۷

ے باہر ہے بلکہ پوری کائنات ایک مسلسل نظام میں مربوط اور بندھی بندھائی ہے، اور ایک ایسا مستحکم نظام قائم ہے جو انقلابِ زمانہ کے دسترس سے باہر ہے اور وہاں روزِ اوّل سے ہی ایک ہر ایک کا ایک طریقۂ کار متعین ہو چکا ہے اُس خدا نے ہر ایک چیز کا ایک رجسٹر رکھا ہے آج کی زبان/اصطلاح میں "کمپیوٹر کا سسٹم" موجود ہے اُس میں بڑی تفصیل سے سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ اس کا نام "کتابِ مبین ☆ ہے، اور کہیں اس کو "لوح محفوظ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

رطب ویابس کا علم

جیسا کہ سورۃ انعام میں گذرا (آیت نمبر ۳۸) اور اُسی کے پاس ہیں غیب کے خزانوں کی چابیاں اور اُس کے بغیر (از خود) کوئی نہیں جانتا، اور وہ برّو بحر کی ہر چیز جانتا ہے اور ایک پتا جو گرتا ہے، اس کا علم بھی خُدا کو ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس کو وہ نہ جانتا ہو

"وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔"

(سورۃ انعام ۵۹)

غرضیکہ کائنات اَرضی وسَماوِی میں کوئی چھوٹی بڑی ایسی چیز نہیں جس کا علم ربّ تعالیٰ کو ابتداءِ آفرینش سے ہی نہ ہو۔ برّ و بحر (خشکی وتری) کی ساری کائنات کا علم مُحیط ربّ اعلیٰ کو حاصل ہے، جو کچھ دنیا میں اب ہو رہا ہے اور مستقبل (Future) میں قدرتِ ایزدی، مظاہرِ فطرت کے مطابق جو کچھ واقع ہوگا، ہر ایک کا تفصیلی علم اسی خدا کے پاس ہے۔

☆ کتاب مبین/لوح محفوظ کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیات میں ملاحظہ ہو

۱۔ سورۃ الانعام	۶:۵۹	۲۔ سورۃ الانعام	۶:۳۸
۳۔ سورۃ ہود	۱۱:۶	۴۔ سورۃ بروج	۸۵:۲۲
۵۔ سورۃ نمل	۲۷:۷۵	۶۔ سورۃ سبا	۳۴:۳

جیسا کہ سورۃ سبا میں اس کا ارشاد ہے:

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ط وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ○

(سورۃ سبا ۲:۳۴)

جانتا ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے۔ وہی مہربان بخشنے والا ہے۔

فوائدِ مظاہر قدرت وفطرت:

زمین کے وسیع وعریض پیٹ میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر جمادات، نباتات اور معدنیات کا مرکز ومدفن بنایا ہے اور قدرتی گیسوں، کانوں، تیل اور پیٹرول وغیرہ کا بیش بہا ذخائر سے معمور فرمایا ہے، سونے چاندی، لوہے تانبے سٹیل کی دھاتوں، نمک، کوئلہ کی کانوں، جڑی بوٹیوں، پھلوں، پھولوں اور دیگر لاتعداد خزائن ودفائن سے مالا مال فرمایا ہے، گرمیوں میں پانی کے ٹھنڈے چشموں اور موسم سرما میں میٹھے اور نیم گرم اور اُبلتے چشموں کا عظیم ذخیرہ دشت وجبل میں درختوں جھاڑیوں کا یہ روح پرور منظر اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پانی کے چشموں کا دلبر با ذخیرہ، وادیوں میں لہلہاتے کھیتوں سبزہ زاروں مرغزاروں اور آبشاروں کا یہ کیف آور اور حسین منظر دیکھ کر عقلِ انسانی محوِ حیرت ہو جاتی ہے۔ سمندروں میں مچھلیوں اور دیگر آبی جانوروں کے علاوہ جنگلات اور صحراؤں میں چرند وپرند، درندوں، وحشی جانوروں نیل گاؤں، ہرنوں، شیر وچیتاؤں کی کثرت، آسمانوں میں شمس وقمر اور انجم وکواکب کا یہ جگمگاتا نظام، بادلوں کا اکٹھا ہو کر مینہ برسانا باد وباراں اور برف باری کے ذریعے آبی ذخائر کا انتظام، موسمیاتی تبدیلیوں، ریت

کہساروں اور صحرائی کائنات کا وجود، برف، پوش پہاڑوں کی بلندیوں اور ...وں کے علاوہ انسانی لوازمات وضروریات کے لئے متنوع اَشیاء کا حیرت انگیز تسلسل اس بات کا غماز ہے کہ یہ پورا نظام کائنات خود بخود نہیں چل رہا، بلکہ اس ساری مخلوقات اور نظامِ اَرضی وسماوی کو چلانے والی ایک ذات پاک، واجب الوجود مستجمع جمیع الصفات ہے جس کو اللہ تعالیٰ عزّ وجل کہا جاتا ہے۔

یہ سب بہاریں، یہ بدائع اور یہ عجائباتِ قدرت اُسی خالقِ حقیقی کی شاہکار، تخلیق اور پیدا کردہ ہیں۔ جن کا ہر اعتبار سے ایک مکمل نظام "Complete Computer data system" ہے جس کو وہ اپنی مشیت قدرت کے تحت چلا رہا ہے، یہ سارے کا سارا نظام (بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے مطابق) باقاعدہ اُس کے محفوظ ہاتھوں (کنٹرول) میں ہے، جس کی مکمل فہرست موجود ہے اس کو اصطلاحِ شرعیہ میں ''کتابِ مُبین'' یا ''لوحِ محفوظ'' کہا جاتا ہے اس کی مزید وضاحت قرآن کی فصاحت وبلاغت اور اعجاز وایجاز سے بھری آیتِ ھذا میں موجود ہے:

لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○

(سورۃ سبا آیت ۳:۳۴)

اُس سے غائب نہیں ذرّہ برابر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس چھوٹی اور نہ بڑی، مگر ایک بتانے والی کتاب (مُبین) میں ہے۔

آیت نمبر ۱۸: وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ

(سورۃ ہود:۳۱:۱۱)

ترجمہ: اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں [1]

مفہوم: اس آیت کا مطلب بھی بہت واضح ہے اور قرآن کریم کی دیگر آیات بیّنات پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے کہ جتنے اَنبیاء ومُرسلین کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اس دُنیا میں تشریف لائے سب اپنے ربِّ اعلیٰ کے حضور میں سرفگندہ ہوکرتعمیل ارشادات عالی رب العالمین میں لگے رہے ہیں۔ کسی نبی نے توحید ربانی سے ہٹ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں فرمایا، یہی طریقہ کار حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک مسلسل رہا ہے سب نبیوں نے راہِ فطرت، دینِ حنیف اسلام کا پرچار فرمایا۔ گوقوموں نے اپنے محسنین جلیل القدر اَنبیاء ومرسلین کی تکذیب وتمسخر اُڑانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی، اور اُنکی دشمنی ومخاصمت میں حد سے بڑھ کر اپنی کور باطنی اور عداوت کا مظاہرہ کیا۔

مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم کا یہ طعنہ دینا کہ:

''ہم تم میں اپنے اُوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں''

اور دوسری بات یہ کہ تمہارے پاس دولت وسرمایہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ معاشرہ میں عزت وتمکین، شان وشکوہ اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ رہنے کے لئے زروسیم اور مال ودولت کا ہونا ضروری ہے۔

---
۱ رضا

حضور نوح علیہ السلام کا جواب:

وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ

(سورۃ ہود:۲۷:۱۱)

ترجمہ: اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور میں غیب (مطلق) نہیں جانتا اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔

میری دعوت کا دارومدار دولت وپیسہ پر نہیں اور نہ ہی میں نے صاحبِ ثروت، مالدار ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

جہاں تک خزانوں کا تعلق ہے، میرا یہ کبھی اِدّعا نہیں رہا، پھر تمہارا اس قسم کا مطالبہ کرنا انتہائی حماقت ہے

اور وہ کبھی یہ کہتے کہ دیکھیے جی! ہم تم پر کیسے ایمان لائیں، جو آپ کے پیروکار ہیں، وہ انتہائی غریب، نادار، خستہ حال اور زبوں حال لوگ ہیں وہ بھی خلوص سے نہیں، محض ظاہرداری اور نمائش کے طور پر تمہارے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ آپ کو ان کی اندرونی حالت اور باطنی کیفیت کا علم نہیں ہے

اور ایک خوددار انسان کے لئے یہ انتہائی مشکل ہے کہ وہ آپ جیسے بوریا نشین انسان کے ساتھ وابستہ ہوکر اپنی وضع داری کو نیلام کرتا پھرے اور خواہ مخواہ اپنی خاندانی عظمت اور قبائلی رفعت کے جنازہ نکلنے کا باعث بنے۔

اس قسم کی جاہلانہ اور لایعنی گفتگو کا جواب نہ صرف حضرت نوح علیہ السلام بلکہ آپ کے بعد بھی انبیاء نے وہی دیا جو پیغمبر اخرالزمان ﷺ نے اپنی قوم قریش کو دیا تھا۔

امام فخر الدین رازی کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں:

کہ اے احمقو! دیکھو تو سہی، میرا یہ منصب نہیں کہ میں لوگوں کے دلوں کو ٹٹولتا پھروں، جہاں تک دلوں کا تعلق ہے، قلوب وخواطر کے راز واسرار اور اندرونی کیفیت کو تو وہ علیم بذاتِ الصّدور ہی جانتا ہے اور میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں غیب جان لیتا ہوں۔

"اَنَّهٗ لَایَقْدِرُ اِلَّا مَااَقْدَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَایَعْلَمُ اِلَّا مَااَعْطَاهُ اللّٰهُ الْعِلْمَ بِهٖ." [1]

جس قدر اللہ نے انہیں مقدرت بخشی ہے، پس وہ اتنی ہی قدرت رکھتے ہیں، وہ غیب نہیں جانتے مگر اُتنا ہی جس قدر اُنہیں اُس نے عطا فرمایا ہے۔

آپ کی قوم کا تیسرا اعتراض بشریت کا تھا:

کہ ہم تمہاری اِتباع کس طرح کریں تم بھی تو ہماری طرح کے بشر (انسان) ہو مَانَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۔

ہم تو نہیں دیکھتے مگر یہی کہ تم ہماری طرح کے بشر ہو۔

اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

لَآاَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔

[1] تفسیر کبیر ص ۴۲۶ ج ۵

خداوند قدوس نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

یُوْحٰی اِلَیَّ الاية

تم کہہ دو میں ایک انسان ہوں تمہاری طرح کا بشر، بس مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ میرا اور تمہارا خدا ایک ہی (الٰہ) ہے۔

کفار کا یہ عقیدہ کہ نبی وہ ہوسکتا جو بشریت سے مُبَرّا ہو، فرشتہ ہو یا کوئی اور مخلوق، لیکن ایک انسان کا نبی ہونا جو بشری تقاضے بھی رکھتا ہو، ناممکن ہے گویا نبوت ورسالت اور بشریت کا اجتماع حیرت انگیز ہے۔

فائدہ

صدر الافاضل فرماتے ہیں:

"سیّدِ عالم ﷺ کا بلحاظ ظاہر "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" فرمانا، حکمت، ہدائت وارشاد کے لئے بطریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں، وہ تواضع کرنے والے کے علوِّ مَنصَب کی دلیل ہوتے ہیں۔ چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈنا، ترکِ اَدب اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمتی کو رَوا نہیں کہ وہ حضور ﷺ سے مُماثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس میں کچھ بھی نسبت نہیں۔" [1]

[1] خزائن العرفان

خلاصہ اورلُبِّ لباب:

تمام پیغمبر انسانی شکل، نسلِ آدم علیہ السلام میں لباسِ بشریت پہن کر تشریف لائے ہیں تاکہ غیریّت اور اَجْنَبِیَّتْ کا احساس باقی نہ رہے، اگر وہ بشریت کی بجائے فرشتے کی صورت میں تشریف لاتے، تو یہ خلافِ فطرت ہوتا اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ واشاعت میں کماحقہ، افادہ اور استفادہ کی راہیں مسدود (بند) ہوجاتیں اور رسالت ونبوت کا عظیم مقصد فوت ہوجاتا، بہرنہج، نبی کا بشریت کی صورت میں آنا درحقیقت خدا کی حکمتِ بالغہ اور فطرت کے عین مطابق ہے۔

ذاتی تصرّف، خزائنَ اللہ کی ملکیت اور ذاتی علمِ غیب کا دعویٰ نہیں:

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

لَاقُدْرَةَ لَهٗ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي خَزَائِنِ اللّٰهِ وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا مَااَطْلَعَهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ هُوَ بِمَلَكٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بَلْ هُوَ بَشَرٌ مُرْسَلٌ مُؤَيَّدٌ بِالْمُعْجِزَاتِ [1]

آپ ﷺ کو اللہ کے خزانوں پر (ذاتی طور پر، بے اذنِ اللہ) کوئی تصرُّف حاصل نہ تھا اور نہ ہی آپ غیب (مُطلق) جانتے تھے، مگر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا، اور آپ فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ بھی نہ تھے، بلکہ آپ بشر رسول اور مُعجزات سے مؤید (تائید یافتہ) ہیں۔

مفتی بغداد علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

وَالْمَعْنٰى لَا اَدَّعِي اَنَّ هَاتِيكَ الْخَزَائِنِ مُفَوَّضَةٌ اِلَيَّ اَتَصَرَّفُ فِيهَا كَيْفَ اَشَاءُ اِسْتِقْلَالًا وَاسْتِدْعَاءً [2]

[1] سورۃ ہود ابن کثیر ص ۵۴۹ ج ۳ [2] نیز ملاحظہ ہو جلد خامس ص ۱۳۷ سورۃ اعراف

[ر]وح المعانی:

مطلب یہ ہے کہ میں ان خزانوں کے مالک ہونے کا دعویدار نہیں کہ وہ [میرے] حوالے کردیئے گئے ہیں کہ میں ذاتی طور پر (اللہ تعالیٰ کی اجازت وعطا [کے بغیر]) ان میں جس طرح چاہوں تصرّف کروں۔

(الف)۔ نیز ملاحظہ ہو کشاف (ص ۲۱۴ ج ۲ قرطبی)

(ب) وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا بِاِعْلَامِهٖ (معنی ص ۴۳ ج ۶)

(ج) وَالتَّنْبِيْهُ عَلٰى اسْتِقْلَالِهٖ (ص ۱۳۶ ج ۵ معانی)

(د) قرطبی۔ اَخْبَرَ بِتَذَلُّلِهٖ وَتَوَاضُعِهٖ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ [1]

[آ]یت نمبر ۱۹: تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ [تَعْ]لَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ [لِ]لْمُتَّقِيْنَ ○

(سورۃ ہود: ۴۹:۱۱)

[ت]رجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، انہیں نہ تم جانتے [تھ]ے اور نہ تمہاری قوم اس سے پہلے۔ تو صبر کرو، بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا۔[2]

[تش]ریح: تفسیر بغوی میں علامہ بغوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اَنْبَاءُ الْغَيْبِ [س]ے مراد غیب کی خبریں ہیں۔ مِنْ اَخْبَارِ الْغَيْبِ" [3]

آپ ﷺ کو گذشتہ قوموں کے واقعات (Events) بذریعہ وحی بتائے [گئ]ے گویا یہ ایسے ہی ہے جس طرح آپ نے انہیں مشاہدہ کیا ہو۔[4]

[1] قرطبی ج ۹ ص ۲۶ مطبوعہ بیروت [2] رضا [3] تفسیر بغوی ص ۳۸۷ ج ۲ [4] ابن کثیر

اے نبی! جس طرح نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے راہ حق میں صبر واستقامت سے کام لیا آپ بھی کُفّار کی سختی اور اَذیت کو خندہ جبیں ہو کر برداشت کریں اور ان کی تکذیب اور ایذاء پر دل برداشتہ نہ ہوں اور صبر و رضا اور توکل علی اللہ کے ساتھ اپنے مقصدِ اعلیٰ Mission کو جاری رکھیں۔

علامہ الوسی اور امام فخر الدین رازی نے غیب کی دو قسمیں قرار دی ہیں

۱۔ مَالَایَتَعَلَّقُ بِهٖ عِلْمُ مَخْلُوْقٍ اَصْلًا وَهُوَ الْغَيْبُ الْمُطْلَقُ.

۲۔ وَمَالَایَتَعَلَّقُ بِهٖ عِلْمُ مَخْلُوْقٍ مُعَيَّنٍ وَهُوَ الْغَيْبُ الْمُضَافُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى ذٰلِكَ الْمَخْلُوْقِ [1]

جس غیب کا تعلق مخلوق سے بالکل نہ ہو وہ غیب مطلق کہلاتا ہے (اس کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے)

اور دوسری قسم وُہ ہے جس کے ساتھ مخلوقِ معین کا تعلق نہ ہو، اس کو مخلوق کی نسبت ہی سے غیبِ اضافی کہتے ہیں۔

پہلی قسم کی تعریف گزر چکی ہے تاہم جو چیز حواسِ خمسہ کے ذریعے یا بداہت عقل سے معلوم نہ کی جا سکتی ہو وہ غیب ہے۔ اور اس کو غیبِ مطلق کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اور جہاں عالمُ الغیب کا لفظ مستعمل ہوا ہے یہ غیب اللہ کے ذات سے مختص ہے۔ (یعنی جہاں بھی مُعرف باللام کے ساتھ غیب کا لفظ استعمال ہو وہ اللہ ہی کی شانِ شان ہے)

[1] تفسیر روح المعانی جلد ۶ ص ۷۵

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَّا اَنَّ الْغَيْبَ يَنْقَسِمُ اِلٰى مَاعَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاِلٰى مَالَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ. اَمَّا الَّذِیْ لَادَلِيْلَ عَلَيْهِ فَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى الْعَالِمُ بِهٖ لَاغَيْرُهٗ، وَاَمَّا الَّذِیْ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ، فَلَا يَمْتَنِعُ اَنْ تَقُوْلَ: نَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ مَالَنَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ. [1]

ہم نے واضح لکھا ہے کہ غیب کی تقسیم دو چیزوں پر ہوتی ہے ایک تو وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو اور ایک وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔

جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اس سے وہ غیب مراد ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

اور جس غیب پر کوئی دلیل قائم ہو، تو اس کے بارے میں کوئی ممانعت نہیں کہ تو کہے کہ ہم اُس غیب کو جانتے ہیں۔

علامہ شامی کی تشریح:

اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى مُتَفَرِّدٌ بِعِلْمِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَاَنَّهٗ اِنَّمَا يَطَّلِعُ عَلٰى بَعْضِ غُيُوْبِهِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّسَالَةِ اِطِّلَاعًا جَلِيًّا وَاضِحًا لَاشَكَّ فِيْهِ بِالْوَحْيِ الصَّرِيْحِ. وَلَا يُنَافِي ذٰلِكَ اَنْ يَّطَّلِعَ بَعْضَ اَوْلِيَاءِهٖ عَلٰى بَعْضِ ذٰلِكَ اِطِّلَاعًا دُوْنَهٗ فِي الرُّتْبَةِ. فَمَنِ ادَّعٰى عِلْمَ بَعْضِ الْحَوَادِثِ الْغَائِبَةِ بِوَحْيٍ مِنْ اَهْلِهٖ اَوْبِكَشْفٍ مِنْ ذَوِی الْكَرَامَاتِ فَهُوَ صَادِقٌ وَدَعْوَاهُ جَائِزَةٌ لِاَنَّ الْمُخْتَصَّ بِهٖ تَعَالٰى هُوَ الْغَيْبُ الْمُطْلَقُ عَلٰى اَنَّ مَايَدَّعِيْهِ الْعَبْدُ لَيْسَ غَيْبًا حَقِيْقَةً لِاَنَّهٗ اِنَّمَايَكُوْنُ بِاِعْلَامٍ مِنَ اللّٰهِ

[1] تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۷۴ [2] مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۳۱۴ ج ۲

جہاں تک غیبُ المطلق کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ اپنی تمام معلومات کے ساتھ، اس (غیب مطلق) کے ساتھ مُتفرّد ہے اور اللہ تعالیٰ بلا ریب اپنے نبیوں، رسولوں کو بطریق وحی کے مکمل، جلی اور واضح انداز میں اُن بعض غیوب کی انہیں اطلاع دیتا ہے جن کا تعلق رسالت سے ہے

اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض ولیوں کو اپنے بعض غیبوں کی اطلاع دے، گو یہ اطلاع انبیاء کرام کی نسبت سے مرتبہ میں کم ہوتی ہے اگر کوئی ہستی کسی واقعۂ غائبہ کی بطریقِ وحی کے اطلاع دے یا وُہ کرامت والوں پر منکشف فرمادے تو ایسا فرد اپنے قول میں سچا ہے اور اس کا یہ دعویٰ درست ہے اس لئے کہ جو علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے ساتھ مختص ہے وہ (اصطلاحاً) ''الغیب المطلق'' ہے اور جس غیب کا کوئی بندہ مُدّعی ہوتا ہے، وہ غیب حقیقی (ذاتی، استقلالی) نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو باِعْلامِ اللہ، اس کی اِطلاع (واجازت وعطا) سے ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

حضرت نوح علیہ السلام یا دیگر انبیاء کرام کو اَخبار و واقعات بتائے گئے ان کو قرآن کی زبان میں ''اَنْبَاءُ الْغَيْبِ'' کہا گیا ہے، معلوم ہوا کہ جو چیز اَنبیاء کو بتادی جائے اس پر غیب کا اطلاق کرنا درست ہے (كَمَاصَرَّحَ بِهِ الْعُلَمَاءُ فِي كُتُبِهِمْ)

اُمم سابقہ اور مُشکلاتِ اَنبیاء کرام:

اللہ تعالیٰ نے اُمم سابقہ کے نشیب و فراز کو پیغمبرِ خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بشکل وحی آشکارا فرمایا کہ اس سے پہلے ان حالات و واقعات کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ ہم نے ہی نوح علیہ السلام کے واقعات کو آپ تک پہنچایا ہے تاکہ آپ ان کی زندگی کے مصائب و نوائب، اور تبلیغی راہ میں جو اُنہیں مشکلات اور کٹھن مراحل پیش آئے اُن کو سامنے رکھ کر، صبر و استقامت سے اپنے فریضۂ تبلیغ میں لگے رہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تبلیغی دور بہت طویل (ساڑھے ۹ سو سال) اور کٹھن تھا، گنتی کے چند لوگ ہی حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، اس طرح دیگر انبیاء و مرسلین کی پُر آشوب زندگی کے دلیل و نہار بھی بڑے صبر آزما اور دلفگار مناظر سے بھرے پڑے ہیں۔

اُمم سابقہ نے اپنے جلیل القدر نبیوں اور رسولوں پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے، اُن کے دعوتی پروگراموں کو سبوتاژ کیا، قدم قدم پر ان کی نافرمانی کی، ان کی اس تھلیل اور تضحیک کی وجہ سے اُن پر بڑے بڑے عذاب آئے اور سوائے مخلص ایمانداروں کے وہ قومیں صفحۂ دہر سے ہمیشہ کے لئے مٹ گئیں۔

آج یہ سارے قِصص اور واقعات آپ پر وحی کئے جا رہے ہیں جو قرآنی اصطلاح میں ''اَنباءُ الغَیب'' (غیب کی خبریں) ہیں۔

(اے ہمارے حبیب ﷺ) یہ اَنباء الغیب آپ تک اس لئے پہنچا رہے ہیں تاکہ آپ اُن اقوام کی واہی و تباہی اور اُن کے عُروج و زوال کی داستانوں کا مشاہدہ فرما کر اپنے دعوتی اور تبلیغی اُمور میں اُولی العزمی، صبر و استقامت، ہمّت و عزیمت کے ساتھ ہمارا بارِ امانت و خلافت اُٹھاسکو۔

اَنْبَاءُ الرُّسُلِ کا مقصد کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کے ان واقعات کو قرآن حکیم میں جن مقاصد کے لئے بیان فرمایا ہے ان کی تشریح مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

(سورۃ ہود ۱۱:۱۲۰)

ترجمہ: اور رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ آپ کے پاس اس صورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے۔

آیت نمبر ۲۰: وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۶۸)

ترجمہ: اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے علمی مراتب کا ذکر ہے، خدا کی تعلیم سے آپ صاحب علم تھے، لیکن اکثر لوگ انبیاء کرام کے علمی مراتب اور ان کے منصب علم کے قائل نہیں، بلکہ شب و روز ان محبوبانِ الٰہی کی شان میں بے ادبی اور ان کی تعظیم و تکریم کی بجائے تنقیص و توہین کے نئے سے نئے پہلو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے اُن کے خداداد محامد و فضائل اور ان کے خصائل و شمائل اور ان کے مراتب رفیعہ کے گھٹانے میں (معاذ اللہ)

کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے

جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

لیکن لوگوں کی اکثریت انہیں نہیں جانتی۔

حضرت یعقوب کا صبرِ جمیل اور آپ کا یہ فرمانا کہ اللہ سب کو میرے پاس لائے گا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں حیرت انگیز حالات و واقعات پوشیدہ ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وسعت علمی کا خاص ذکر خداوند قدوس نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِیْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۸۳)

ترجمہ: کہا، تمہارے نفس نے تمہیں حیلہ بنا دیا۔ تو اچھا صبر ہے، قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے، بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔[1]

حضرت یوسف علیہ السلام علم الرؤیاء کے فاضل و ماہر تھے:

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی تھے۔ آپ کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ جو بے وفائی کی، اس کی تفصیل کا یہ موقعہ و محل نہیں، صرف چند مختصراً امور کو قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

---

[1] رضا

قرآن حکیم نے بڑے تزک و احتشام سے آپ کے محاسنِ علمی کا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

(الف) وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

(سورۃ یوسف ۱۲:۶)

ترجمہ: اور اسی طرح تیرا رب چن لے گا، اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا، اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر، جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی۔ بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔ [۱]

حضرت یوسف علیہ السلام کے علم کا تذکرہ آیت نمبر ۲۱ میں یوں فرمایا گیا ہے:

(ب) وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ط الاية

(سورۃ یوسف ۱۲:۲۱)

(ج) اور اس لئے کہ اُسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے، مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

(د) وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ط وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۲۲)

اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا، ہم نے اُسے حکم اور علم عطا فرمایا۔ اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ [۲]

۱، ۲ رضا

آیات بالا کی روشنی میں درجِ ذیل مسائل معلوم ہوئے:

۱۔ علم اللہ کی صفت ہے، اور انبیاء کرام اس دنیاء میں خدا کے خلیفہ اور نائب فی الارض کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اُصولِ حکمرانی کے علاوہ انہیں دینی و شرعی احکام بھی سکھاتا ہے، تاویل رُویاء کی مہارت، اور لوگوں کی احادیث کی صحیح تعبیر بتانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑی دستگاہ اور مہارتِ تامہ حاصل تھی۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو شباب و نوجوانی کے عالم میں یہ علم سکھادیا گیا تھا جبکہ آپ کی عمر شریف بقول ضحاک بیس ۲۰ سال کی اور بقول سدی تیس کی اور بقول کلبی اٹھارہ اور تیس کے درمیان تھی۔

۴۔ یوسف علیہ السلام کو فقاہت فی الدین اور حقائق اشیاء کا علم دیا گیا تھا۔ تدبیر منزل و مُدن کے علاوہ رُموز و اسرارِ جہانبانی اور خزائن الارض کے معاشی اور اقتصادی امور کا وسیع علم عطا ہوا تھا،

۵۔ آپ نے اسی لئے فرمایا تھا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ

(سورۃ یوسف ۱۲:۵۵)

یوسف (علیہ السلام) نے کہا: مجھے زمین کے خزانوں پر (مقرر) کردے، بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

۶۔ بیت المال (سرکاری خزانے) معاشی مسائل اور مالیاتی اور اقتصادی اُمور میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جس مہارت اور اپنی بے مثال دیانتداری اور وسعت علمی کا مظاہرہ فرمایا، اس پر یہ قرآنی آیات گواہ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام مجمع المحاسن تھے:

حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی خوبصورت اور حسین تھے علم وفضل، ذکاوت وذہانت کے علاوہ، عرفان وفیضانِ الٰہی کے سرچشمہ تھے۔

آپ ساری اولاد میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت محبوب تھے، اور تمام میں ممتاز اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ حسن وجمال میں بھی آپ بے نظیر، بے مثال اور یگانۂ روزگار تھے۔

آپ کی مفارقت اور جدائی حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ تھی۔

اصل امتحان:

لیکن مشیت ایزدی دیکھئے کہ آپ کے دوسرے بیٹے کھیل، کود کے بہانے آپ کو ہمراہ لے جانے کی عرض کرتے ہیں۔ اور بڑی منّت وسماجت کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لینے میں بالآخر کامیاب ہوجاتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام غیب کی اِطلاع:

بمصداق اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُوْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ.[1]

مؤمن کی فراست سے بچو، اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

قرآن مجید نے آپ کی پیشگوئی کو یوں بیان فرمایا ہے:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۱۳)

[1] ترمذی شریف ص ۱۳۵ ج ۲

ترجمہ: بولا بے شک مجھے رنج دے گا کہ اُسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اُسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اُس سے بے خبر رہو۔ چنانچہ آپ کا خدشہ اسی صورت میں ظاہر ہوا کہ عشا کے وقت وُہ اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے۔

ابا جان! ہم اپنی دوڑ میں مصروف تھے "وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ" اور ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو اپنے ساز وسامان کے پاس چھوڑ رکھا تھا تا کہ وہ اس کی حفاظت رکھیں اسی اثناء میں ایک بھیڑیا آیا اور انہیں کھا گیا لیکن ہم کتنا ہی سچ کہیں آپ ہماری بات پر یقین نہیں فرمائیں گے۔

وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود کر کے والد کے سامنے روتے ہوئے پیش کرتے ہیں، لیکن اپنے دِل کے مکر وفریب کو کیسے چھپاتے۔ زور دار انداز میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں لیکن آپ نے اُن کے جھوٹ کا پول کھول دیا کہ یہ سب تمہارا ہی خود ساختہ، من گھڑت اور جعلی ہے یہ تمہارے دل ودماغ کی اختراع اور جھوٹی کہانی ہے۔

روایات سے ثابت ہے کہ یعقوب علیہ السلام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمانے لگے یہ عجیب طرح کا بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو تو کھا گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک بھیڑیا پکڑ لائے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ یہ وہ بھیڑیا ہے جس نے ہمارے بھائی یوسف کو کھایا ہے۔

بھیڑیا اللہ کے حکم سے گویا ہوا اور کہنے لگا:

وَالَّذِی اصْطَفَاكَ نَبِيًّا مَا اَكَلْتُ لَحْمًا وَلَامَزَقْتُ جِلْدَهٗ.....وَاَنَّ لُحُوْمَ الْاَنْبِيَاءِ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا وَعَلٰى جَمِيْعِ الْوُحُوْشِ.[1]

بھیڑیے نے قسم کھا کر کہا کہ جس ذات نے آپ کو نبی بنایا ہے میں نے تو اُن کا گوشت کھایا ہے نہ ان کا چمڑا پھاڑا ہے اور نہ ہی اُن کے جسم سے کوئی بال نوچا ہے اور ہم انبیاء کے لحوم، گوشت پوست نہیں کھایا کرتے بلکہ ہم پر اور تمام وحشی جانوروں پر حرام فرمادیا گیا کہ وہ نبیوں کو کوئی گزند پہنچائیں۔ اور میں بے قصور بھیڑیا ہوں، آپ کے بیٹوں نے مجھے ناحق پکڑ رکھا ہے میں تو لاچار، مسافر اپنی خوراک کی تلاش میں نکلا تھا۔ بھیڑیے کی ساری گفتگو سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُسے چھوڑ دیا آپ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ کہہ کر (سارا قصہ صیغۂ راز میں رکھ کر) معاملہ اللہ ہی کے سپرد فرماتے ہیں۔

لیکن انہیں اپنے تئیں پورا یقین ہے کہ میرے بیٹوں کا یہ اختراعی قصہ اور اُن ہی کے دلوں کا تراشیدہ فسون ہے علامہ شبیر احمد عثمانی نے کس قدر حسین انداز میں اس حقیقت کو طشت از بام فرمایا ہے:

''بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کُرتہ کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کرسکتا تھا، انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے، کہنے لگے: وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہوگا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتا کو نہایت احتیاط سے صحیح و سالم اُتار کر رکھ گیا۔ سچ ہے:

[1] قرطبی ص ۱۵۱ ج ۹

''دروغ گورا حافظہ نمی باشد'' خون کے چھینٹے تو دیئے مگر یہ خیال نہ رہا کہ لاش کو بے ترتیبی سے نوچ اور پھاڑ کر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرمادیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔

بہر حال میں صبرِ جمیل اختیار کرتا ہوں، جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا اور نہ تم سے اِنتقام کی کوشش، صرف اپنے خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانتِ غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو ان کی حقیقت آشکارا کردے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کردیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کیئے گئے ہیں وہ پورا ہوکر رہے گا اور ایک مدتِ معین کے بعد اس مُصیبت سے نجات ملے گی''۔[1]

الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے تمام صورتِ حال کو جانتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے تو اپنے یوسف کے زندہ ہونے کا علم ہے، اور تمہارا یہ دجل وفریب یہاں نہیں چلے گا، لیکن اس امتحان میں سوائے اِن الفاظ ''فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ'' کے کچھ کہنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت یعقوب کا رونا درحقیقت اللہ کی یاد میں تھا لیکن یہ عظیم امتحان تھا:

یہاں خاص بات قابلِ غور ہے، وُہ یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں تھے، اور کم از کم آپ کو اتنا علم تو ضرور تھا کہ آپ کا خاندان کہاں رہتا ہے، آپ کے والدِ گرامی کون ہیں، اور آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلہ بھی کوئی غیر معروف نہ

[1] حاشیہ قرآن علامہ عثمانی صاحب، کذا قال الامام الرازی فی تفسیرہ

تھا اور آپ کو سو فیصد اس حقیقت کا علم تھا کہ آپ کے والدِ گرامی کے لئے آپ کی جدائی اور مفارقت کس قدر المناک ہوگی اور گھبراہٹ اور پریشانی میں آپ کن دردو انگیز حالات سے دوچار ہوئے ہوں گے اور جو والد ایک لمحہ کے لئے آپ کی مہجوری برداشت نہیں کر سکتے، اتنا طویل عرصہ ہوگیا، اُن کا کیا حال ہوا ہوگا اور یہ بات حقوقِ والدین، اور صلہ رحمی کے بھی خلاف تھی کہ آپ بالکل خاموش ہو جائیں۔

آپ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم آنے جانے والے قافلوں کے ذریعے ان پیغام تو بھیج سکتے تھے کہ میں آپ کا نورِ نظر، لختِ جگر یوسف زندہ، بقیدِ حیات، بسلامت مصر میں ہوں، میرا ہرگز فکر نہ کیجئے لیکن یہ دوطرفہ امتحان تھا، آپ بھی زبان سے کچھ کہنے اور قلم سے لکھنے کے مجاز نہ تھے اور نہ ہی کسی قافلے و قاصد کے بھیجنے کے حق میں تھے، حالانکہ مصر اور شام سے صبح و شام تجارتی قافلوں کے آنے جانے کا باقاعدہ ایک سلسلہ جاری تھا۔

ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں بیٹھے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم میں برابر روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں میں سفیدی اتر آئی۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

یَاسَفٰی عَلٰی یُوسُفَ

ہائے یوسف تیری جدائی پر افسوس!

وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۸۴)

اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں اور وہ غصہ کھاتا رہا۔

حضرت یعقوب کیوں روئے عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کا آئینہ دار تھا:

یاد رہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا بظاہر تو یوسف علیہ السلام کی جدائی کے سبب تھا، لیکن درحقیقت یہ رونا، اللہ کی بارگاہ میں تضرع وزاری، ابتہال، توکل، تبتل اور رجوع الی اللہ کا باعث تھا اور اہل اللہ کو عشقِ حقیقی کے لئے عشقِ مجازی بمنزلہ مضراب کے ایک بہانہ چاہئے۔

جیسے مولانا رومی نے بانسری کی آواز کو درحقیقت اپنے اصل سے جدائی پر شکائت وگلہ کناں، ظاہر فرمایا ہے

بشنو از نے چوں حکائت می کند
وز جدائیہا شکائت می کند

ظہوری کا شعر بھی اسی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے

اسیر عشق ظہوری نشانہٴ دارد
نشانہٴ اینکہ بہ بیداد دوست خرسند

موضح القرآن:

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یعنی کیا تم مجھے صبر سکھاؤ گے، بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکائت کرے، میں تو اُسی سے کہتا ہوں۔ جس نے درد دیا، اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ مجھ پر آزمائش ہے۔ دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو"۔ [1]

"حسنِ یوسف درحقیقت تجلیاتِ الٰہی کا مرکز اور آپ کا چہرہ جمالِ الٰہی کا آئینہ تھا، اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام اس مرکزِ تجلیات ...... سے محروم ہوئے تو پھر آپ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ہروقت ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے"۔ [2]

۱ موضح القرآن ۲ روح المعانی

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْمِحْنَةَ الشَّدِيْدَةَ كَثِيْرُ الرُّجُوْعِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَثِيْرُ الْاِشْتِغَالِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ فَيَصِيْرُ ذٰلِكَ سَبَبًا لِكَمَالِ الْاِسْتِغْرَاقِ.۱

بہر کیف یہ فراق وجدائی، غموں کا کمر توڑ پہاڑ، بڑھاپے کا عالم، جسمانی نقاہت، اعضاء میں اِضمحلال اور بینائی کا متاثر ہونا، آپ کے لئے ایک بہت بڑا اِمتحان تھا، ان مصائب ومحن کے ایّام میں اس قدر اِستقامت کے ساتھ یہ فرمانا۔

"اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ"

(سورۃ یوسف ۱۲:۸۶)

میں تو اپنی پریشانیوں اور غم کی فریاد اللہ ہی کے حضور کرتا ہوں۔

یہ اندازِ گفتگو اور بے پناہ اعتماد کے ساتھ اپنے غم واندوہ، اضطراب وصدمات کو اللہ کے سپرد کرنا اور انجام خیر کی توقع رکھنا سوائے پیغمبر کے کسی اور کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۸۶)

اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں، جو تم نہیں جانتے۔

۱ تفسیر کبیر ص ۵۰۲ ج ۶

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

اَیْ اَعْلَمُ مِنْ لُطْفِهٖ وَاِحْسَانِهٖ وَثَوَابِهٖ عَلَى الْمُصِيْبَةِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَهٗ اَنْتُمْ وَقِيْلَ اَرَادَ عِلْمَهٗ بِاَنَّ يُوْسُفَ حَيٌّ ؛ وَقِيْلَ اَرَادَ عِلْمَهٗ بِاَنَّ رُؤْيَاهُ صَادِقَةٌ، وَقِيْلَ اَعْلَمُ مِنْ اِجَابَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ اِلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ.۱

اس سے مراد یہ ہے کہ میں اُس کے لطف واحسان کو جانتا ہوں کہ مصیبت پر کتنا اجر وثواب ملتا ہے جسے تم لوگ نہیں جانتے، یا ان کا یہ یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ موجود ہیں اور اُن سے زندگی میں ضرور ملاقات ہوگی۔

یا اس سے مراد وہ خواب ہے جس کی بابت انہیں یقین تھا کہ اس کی تعبیر ضرور سامنے آئے گی۔ اور لازماً وہ خدا پریشان حال لوگوں کی دعائیں سنتا ہے، جس کا تمہیں احساس نہیں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ط

(سورۃ یوسف ۱۲:۸۷)

اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اُن کے بھائی (بنیامین) کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور اُن سے ملنے کی توقع رکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کا خواب حق ہے، ضرور واقع ہوگا"۲

۱ فتح القدیر ص ۷۱ ج ۳ ۲ خزائن العرفان

تفسیر روح البیان:

علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای لَم اَقُلْ لَّکُمْ یَابُنَیَّ حِیْنَ اَرْسَلْتُکُمْ اِلٰی مِصْرَ وَاَمَرْتُکُمْ بِالتَّجَسُّسِ وَنَهَیْتُکُمْ عَنِ الْیَائِسِ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَاتَعْلَمُوْنَ مِنْ حَیَاتِ یُوْسُفَ وَاِنْزَالِ الْفَرْجِ.

یعنی یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹو! کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا، جب میں نے تمہیں کنعان سے مصر بھیجا تھا کہ تم یوسف کی تلاش و جستجو میں لگے رہنا اور اللہ کی مدد سے مایوس نہ ہونا جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، تو میں جانتا ہوں کہ میرے یوسف بقید حیات ہیں اور میرے لئے راحت وخوشی کا باعث بنیں گے، لیکن تمہیں اس کا علم نہ تھا۔

تفسیر خازن میں ہے:

وَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهٗ کَانَ یَعْلَمُ حَیَاةَ یُوْسُفَ وَیَتَوَقَّعُ رُجُوْعَهٗ اِلَیْهِ۔[1]

اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ یوسف زندہ ہیں اور اُمید رکھتے تھے کہ وہ ایک نہ ایک دِن آپ سے ضرور ملیں گے اور آپ کو دوبارہ خوشیاں نصیب ہونگی۔ لیکن اُن کے بیٹے یہی کہتے رہے کہ یہ بڑھا سٹھیا گیا ہے۔

[1] تفسیر خازن ۱۵۵ ج ۲

تفسیر طبری میں ہے:

اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَیَرُدُّ عَلَیَّ یُوْسُفَ وَیَجْمَعُ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ وَکُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ اَنْتُمْ مِنْ ذٰلِکَ مَاکُنْتُ اَعْلَمُهٗ۔[1]

علامہ طبری کی تصریح سے بھی یہی واضح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقیناً اس بات کا علم تھا کہ یوسف علیہ السلام کو ان تک لوٹا دیا جائے گا اور ان کی ملاقات حتماً ہوگی، اور اس بات کا تمہیں علم نہیں جو کچھ کہ میں جانتا ہوں اِسی طرح علامہ قرطبی نے بھی لکھا ہے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۹۴)

جب قافلہ مصر سے جُدا ہوا، یہاں اُن کے باپ نے کہا، بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں، اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش ختم:

جب درد و الم اور آزمائش کی گھڑیاں صبرِ جمل کے ساتھ بیت گئیں، فریقین کے لئے جو رابطے کی راہیں بند تھیں اب وہ تدریجاً سبھی راستے وا ہوتے جا رہے ہیں، ہجر و فراق کے لمحات بڑی تیزی سے وصل کی صورت میں تبدیل ہو رہے ہیں، خوشی اور مسرت کے عالم میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ

(سورۃ یوسف ۱۲:۸۳)

[1] تفسیر طبری ج ۱۳/۱۴ ص ۷۹

قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے۔

جمیعاً سے مراد یوسف علیہ السلام، بنیامین اور وہ بڑا بیٹا راحیل جو مارے شرم کے وہیں مصر میں رُک گیا تھا۔

قافلہ کی روانگی:

جب یہ قافلہ جدا ہوا تو اُن کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ اگر تم مجھے سٹھایا ہوا قرار نہ دو۔

جب مصر سے قافلہ چلا تو ملک شام (کنعان) میں یعقوب علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ''میں تو یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔''

تفسیر مظہری:

قاضی صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ اَنَّ رِيحَ الْجَنَّةِ كَانَ مِنْ يُوسُفَ نَفْسِهٖ، لَامِنْ قَمِيصِ يُوسُفَ وَاِلَّا لَقَالَ رِيحُ قَمِيصِ يُوسُفَ. [1]

(یعنی یہ فرمانا کہ میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں) اس میں یہ ثبوت ہے کہ جنت کی خوشبو حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم مبارک سے آرہی تھی نہ کہ قمیص سے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں فرماتے:

''رِيحَ قَمِيصِ يُوسُفَ'' یوسف کے پیرہن کی خوشبو۔

علامہ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن:

پس رقمطراز ہیں:

قال الحسين: لَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَعْلَمَ
يُوسُفَ بِذٰلِكَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّهٗ يَرْجِعُ اِلَيْهِ بَصَرُهٗ [2]

[1] تفسیر مظہری ص۱۹۹ ج ۳ [2] قرطبی ۲۵۹ ج ۹

اگر اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو یہ بات پہلے ہی سے نہ بتا دیتا کہ اس قمیص کے ذریعے آپ کی نگاہ واپس آجائے گی تو یقیناً آپ کو اس کا علم نہ ہوتا۔

علمی نقطہ:

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں:

حضرت حسن، جسر بن فرقد اور فضیل بن عیاض رحمھم اللہ کی روایت کے مطابق جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا گیا تو اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے اسی ۸۰ سال تک غائب رہے اور دوبارہ ملاقات کے بعد تیئس ۲۳ سال تک مصر میں حکمران رہے، جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر شریف ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی تھی۔ [1]

حضرت یوسف کا کرتا اور قافلہ کی مصر سے روانگی:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا الاية

ترجمہ: میرا یہ کرتا تم لے جاؤ اور اُسے میرے والد کے مُنہ پر پر ڈال دو، ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پورے اسی ۸۰ سال تک اس آزمائش کی گھڑی میں گزار دیئے۔ [2]

اور حقیقتِ حال سے کسی کو کچھ نہ بتایا، لیکن جب اللہ تعالیٰ ربُّ العزت کی طرف سے اجازت ملی تو پھر آپ علیہ السلام نے شاہی دربار سے ایک عظیم الشان سرکاری قافلہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور اپنا مخصوص کرتہ دے کر ہدایت کی کہ میرا یہ کرتہ میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا مہجور اور فراق

[1] [2] قرطبی

زدہ بیٹے کا یہ کرتہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنے گا اور اُن کی آنکھیں دوبارہ لوٹ کر آجائیں گی۔

فتح القدیر میں ہے:

فَارْتَدَّ بَصِيْرًا:

اَلْاِرْتِدَادُ اِنْقِلَابُ شَيْءٍ اِلٰى حَالٍ قَدْ كَانَ عَلَيْهَا۔ [1]

سو آپ کی آنکھیں واپس آگئیں۔

ارتداد کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا ایسے حال کی طرف پلٹنا، جہاں اور جس طرح وہ اپنی سابقہ حالت میں تھیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی قوتِ شامہ:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ کے تحت علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

فَوَجَدَ رِیْحَهٗ مِنْ مَّسِیْرَةِ ثَمَانِیَةِ اَیَّامٍ ثَمَانِیْنَ فَرْسَخًا (وفی روایة) عَشْرَةِ اَیَّامٍ [2]

اور ایک روایت میں ہے:

وَجَدَ رِیْحَ مِنْ مَسِیْرَةِ شَهْرٍ اخرجه ابن ابی حاتم/ابن المنذر عن الحسن

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اور یہ مدّت (مسافت آٹھ دن / ایک روایت کے مطابق) دس دن کی تھی جو اسی ۸۰ فرسخ بنتے ہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق یہ ایک ماہ کی مسافت تھی جہاں سے آپ نے اپنے بیٹے کی خوشبو کو سونگھ لیا۔

[1] فتح القدیر [2] الدر المنثور ص ۵۱۵ [3] تفسیر الدر المنثور (سیوطی ۷) ص ۵۱۶ ج

ابن جریر کی روایت ہے کہ یہ ستر سال کا طویل عرصہ تھا (قرطبی) جواب خوش اسلوبی سے ختم ہو رہا تھا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی قمیص کو سونگا، سو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصارت Eye Sight کو لوٹا دیا۔

شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے، آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اُسی کے بدن کی چیز مَلنے سے چنگی ہوئیں، یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی"۔ [1]

خدا کی قدرت کا نظارہ:

علامہ عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

خدا کی قدرت یوسف علیہ السلام مصر میں موجود ہیں، کبھی نہ کہا کہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے، کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا، اب بُلانے کی ٹھہری تو اِدھر قافلۂ یوسف علیہ السلام کا قمیص لے کر مصر سے نکلا، اُدھر پیراہن یوسفی کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کے مشامِ جان کو مُعطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا، پورا واقعہ ہی عجائباتِ قدرت کا ایک مُرقع ہے۔ یعقوب علیہ السلام جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسف علیہ السلام جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے، یوسف علیہ السلام کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسف علیہ السلام کے مہمان بنیں، اس کے باوجود خداوند قدوس کی حکمتِ غامضہ اور مشیت قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رُلا کر امتحان کی تکمیل کرائے۔

[1] حاشیہ موضح القرآن

جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَعَزَّ سُلْطَانُهٗ [1]

بصیرت وبشارت کی ساعت اور علیت کا اظہار:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ یوسف ۱۲:۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا، اُس نے وہ کرتا یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا، اُسی وقت اُس کی آنکھیں پھر آئیں، کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر خازن اور تفسیر قرطبی کا تبصرہ:

ان تفاسیر کے مطابق لشکر (قافلہ شاہی) کے آگے آگے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا تھے:

قَالَ اَنَا اَذْهَبُ بِالْقَمِيْصِ الْيَوْمَ كَمَا ذَهَبْتُ بِهٖ مُلَطَّخًا بِالدَّمِ اِلٰى يَعْقُوْبَ وَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّ يُوْسُفَ اَكَلَهُ الذِّئْبُ، فَاَنَا اَذْهَبُ اِلَيْهِ بِالْقَمِيْصِ.

قال ابن عباس:

حَمَلَهٗ يَهُوْدَا وَخَرَجَ بِهٖ حَافِيًا حَاسِرًا يَعْدُوْ وَمَعَهٗ سَبْعَةُ اَرْغُفَةٍ فَلَمْ يَسْتَوْفِ اَكْلَهَا حَتّٰى اَتٰى اَبَاهُ وَكَانَتِ الْمُسَافَةُ ثَمَانِيْنَ فَرْسَخًا. [2]

اُنہوں نے کہا: کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خون آلود قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، میں نے ہی انہیں

۱ حاشیہ قرآن علامہ عثمانی ۲ تفسیر خازن ص ۵۵۵ ج ۲ تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۲۶۱

غمگین کیا تھا۔ آج یہ کرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کی زندگانی کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سُناؤں گا، تو یہودا برہنہ سر برہنہ پا کرتا لے کر اسی ۸۰ فرسنگ دوڑتے آئے، راستہ میں کھانے کے لئے سات روٹیاں ساتھ لائے تھے، فرطِ شوق کا یہ عالم تھا کہ اُن کو بھی راستہ میں کھا کر تمام نہ کر سکے۔ [1]

آیت نمبر ۲۱: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○

(سورۃ النحل ۱۶:۸۹)

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گروہ انہیں میں سے اُٹھائیں گے کہ اُن پر گواہی دے۔ اور اے محبوب! تمہیں اُن سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔ [2]

تشریح ووضاحت: دُنیا میں جتنے انبیاء ومرسلین عظام صلوٰت اللہ علیہم تشریف لائے ہیں، وہ اپنی اُمتوں پر گواہی دیں گے، اور بالآخر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے افراد سابقہ انبیا اور اُن کی اُمتوں کے متعلق گواہی دیں گے۔ اور ان کی صداقت وحقانیت کی تصدیق کریں گے کہ اے اللہ!

۱ کنز العرفان ایضاً ۲ رضا

بلاریب تیرے ان بندوں نے تیرے اَحکام کو احسن طریق سے پہنچایا ہے، اورانہوں نے اپنے فرائضِ منصبی کوخوش اُسلوبی سے انجام دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں اس کی تشریح ہے:

فَكَيْفَ اِذَاجِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○

(سورۃ النسا ۴۱:۴)

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہراُمت سے ایک گواہ لائیں اوراے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''وباشد رَسولِ شُما برشما گواہ، زِیراکہ اُو مطلع است بنورِ نبوت بررُتبہ ہر متدیّن کہ در کدّام درجہ از دینِ من رسیدہ است، وحقیقتِ ایمانِ اُوچیست وحجابیکہ بداں از ترقی مجوب ماندہ است کدّام است۔

پس اُوی شناسد گناہانِ شمارا، درجاتِ ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا، واخلاص ونفاقِ شُمارا۔

ترجمہ: اورتمہارے رسول تم پرگواہ ہوں گے، اس لئے کہ آپ ﷺ اپنے نورِ نبوت کے ساتھ مُطلع ہیں۔ ہر دیندار اُمتی کے مرتبہ پر کہ میرے دین کے کس مرتبہ اور درجہ تک پہنچا ہے۔ اوراس کے ایمان کی حقیقت سے واقف ہیں اور حجاب اور رکاوٹ سے بھی آپ باخبر ہیں کہ کس وجہ سے وُہ ترقی کی مَنازِل طے کرنے سے رُکا ہوا ہے۔

۱ رضا ۲ تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ، ص ۵۱۸ فارسی

پس آپ ﷺ تمہارے گناہوں کو بھی پہنچانتے ہیں، تمہارے ایمان کے درجات، تمہارے اچھے اور بُرے اعمال اور تمہارے نِفاق و اِخلاص کو بھی جانتے ہیں۔''

شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی قدس سرہ العزیز اور مسئلہ شہود وحضور:

آپ نماز میں تَشَہُّدْ :

''السَّلامُ عليكَ ايها النبى ورحمة الله وبركاتهٗ'' کے تحت فرماتے ہیں:

وبعضے ازعُرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سُریانِ حقیقتِ محمدیہ است در ذرائر موجودات واَفرادِ مُمکنات، پس آنحضرت ﷺ درذواتِ مُصَلّیان موجود وحاضر است۔ پس مُصَلّی راباید ازیں معنیٰ آگاہ باشد، وازیں شہود غافل نہ بود تا بانوارِقُرب واَسرارِمَعرِفت متنوِّرو فائز گردد۔'' ۱

اوربعض عُرفاءِ (صوفیاء کرام اور علماءِ ربانیین) نے کہا ہے کہ یہ خطاب (السلام عليك ايها النبى) حقیقتِ محمدّیہ کے موجودات کے ذرّوں اور ممکنات کے اَفراد میں داخل ہونے کی وجہ سے ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ اس لئے نمازی کو چاہئے کہ وُہ اِس معنیٰ (سُریانِ حقیقت محمدّیہ) سے باخبر رہے اوراس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ وہ اللہ کے اَنوارِقُرب اور معرفت کے اَسرار سے منوّر وفائز ہو۔

۱ اشعۃ اللمعات ص ۴۰۱ ج ۱ فارسی

امام غزالی اور مسئلہ خطاب:

شیخ امام غزالی علیہ الرحمۃ (متوفی سہ ھ)

نماز میں خطاب کے بارے میں اِرقام فرماہیں:

"وَاحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ ﷺ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمَ، وَقُلْ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ."

اور اپنے دِل میں نبی ﷺ اور آپ کی شخصیت کریمہ کو حاضرِ جان اور (پھر) کہو: "سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکات ہوں آپ پر" (صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین)

خواجہ شہاب الدین سُہروردی قدس سرہ العزیز:

آپ فرماتے ہیں:

"پس باید کہ بندہ ہم چناں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ را پیوستہ بر جمیع اَحوال خود ظاہراً و باطِناً واقف مُطلع بیند رسول اللہ ﷺ را، نیز ظاہر و باطن مُطلع وحاضر داند۔[2]

پس (بندۂ عارف کو) چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اپنے تمام حالات پر ظاہراً اور باطِناً واقف اور مطلع دیکھے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اپنے ظاہری اور باطنی اُمور پر مُطلع اور حاضر سمجھے۔

عارف باللہ علامہ نورالدین حلبی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

وَاَنَّ الَّذِیْ اَرَاهُ اَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِیْفَ لَایَخْلُوْمِنْهُ زَمَانٌ وَلَامَكَانٌ وَلَاعَرْشٌ وَلَا لَوْحٌ وَلَا كُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَابَرٌّ وَلَابَحْرٌ وَلَاسَهْلٌ وَلَا وَعْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ

[1] اِحیاء علوم الدین ص ۱۷۵ ج ۱ طبع۔ بیروت [2] عوارف المعارف [3] جواہر البحار ص ۱۱۵ ج ۲

علامہ نورالدین حلبی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ بے شک جو میں دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کے وُجودِ مسعُود سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ نہ کوئی زمان ومکان، نہ کوئی محل ومکان، نہ عرش نہ لوحِ محفوظ اور نہ ہی کرسی اور نہ ہی قلم، نہ خشکی اور نہ سمندر، نہ میدانی علاقے اور نہ دشوار گزار پہاڑ نہ عالمِ برزخ اور نہ ہی کوئی قبر۔

(جہاں حضور کے جلوے، آپ کی ماہ تابانی کے اَنوار اور حقیقتِ محمدیہ کی تجلیات موجود نہ ہوں)

خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اور زمین رُدنیاء کی مثال:

آپ فرماتے ہیں کہ:

"زمین درنظرِ ایں طائفہ چوں سُفرہ است، ما می گوئیم کہ چوں رُوئے ناخن است۔[1]

ترجمہ: یعنی اہل اللہ کی نگاہ میں یہ زمین اس طرح ہے، جس طرح ایک دسترخواں ہو۔ اور ہم کہتے ہیں کہ: ہمارے نزدیک یہ زمین ایک ناخن کی طرح ہے"

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝

(النحل ۱۶:۸۹)

اور ہم نے یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

تبیانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ سے کیا مرادُ ہے:

قَالَ ابن مسعود: قَدْ بَیَّنَ لَنَا فِی هٰذَا الْقُرْاٰنِ كُلَّ عِلْمٍ وَّكُلَّ شَیْءٍ.

[1] نفحات الانس ص ۲۶۸ فارسی علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ اس قران میں ہمارے لئے ہر علم اور ہر ایک چیز کا تفصیلاً علم و بیان موجود ہے۔

وقال مجاهد: كُلُّ حَلَالٍ وَكُلُّ حَرَامٍ ، وَقَوْلُ ابنِ مسعودٍ اَعَمُّ وَاَشْمَلُ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ اشْتَمَلَ عَلٰى كُلِّ عِلْمٍ نَافِعٍ مِنْ خَبَرِ مَاسَبَقَ وَعِلْمِ مَاسَيَاتِيْ وَكُلِّ حَلَالٍ وَحَرَامٍ، وَمَاالنَّاسُ اِلَيْهِ مُحْتَاجُوْنَ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ وَدِيْنِهِمْ وَمَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ [1]

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ

اس سے ہر حلال اور حرام چیز مراد ہے

لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول میں زیادہ وُسعت عمومیت اور اکملیت موجود ہے۔

اس لئے کہ قران میں ہر مفید علم، اُمم سابقہ کے حالات اور آنے والی چیزوں اور ہر حلال وحرام کا ذکر موجود ہے، جن کی لوگوں کو اپنے دینی اور دُنیوی مَعاشی اور اُخروی مسائل میں آئے دن ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

علامہ زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں:

تِبْيَانًا. بَيَانًا بَلِيْغًا... اِنَّهٗ بَيَانُ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ [2]

تبیان سے مراد واضح انداز میں، کھول کر ہر چیز کا بیان موجود ہے، خصوصاً جن کا تعلق اُمورِ دین سے ہے۔

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهَا اَفْهَامُ الرِّجَالِ

---

1 تفسیر ابن کثیر ص ۳۱۸ ج ۴
2 (کشاف ص ج ۱ بحوالہ تفسیری مظہری ص ۳۶۳ ج ۳)

یعنی قران مجید میں تمام چیزوں کا علم موجود ہے، لیکن لوگوں کے ذہن ودماغ اُن کے سمجھنے سے قاصرو بے بس ہیں۔

لیکن قران ساری انسانیت کے لئے سرچشمہ ہدائت بنا کر بھیجا گیا

جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

(سورہ فرقان ۲۵:۱)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قران اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

جس طرح حضور سید عالم ﷺ کی رسالتِ عامہ ہے اسی طرح قران کا پیغام بھی ساری مخلوق کے لئے ہے، اس لئے رب تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی ہر ضرورت اور احتیاج اور اُن کے مزاج کے مطابق نیچرل سسٹم کا تفصیلاً بھی اور اجمالاً بھی تذکرہ فرمایا ہے، اہل فکر ودانش کے لئے بہت بڑا سامان موجود ہے، ارض وسماء کی کائنات، مظاہرِ قدرت اور فطرت کا حظِ وافر موجود ہے، لھذا تبیاناً لکل شیء میں بہت وسعت ہے اور یہی چیز قرآن کے مزاج اور رُموز واسرارِ فطرت کے قریب تر ہے۔

ابو بکر بن مجاہد سے روایت ہے:

انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسی چیز نہیں جو کتاب اللہ، یعنی قرآن مجید میں موجود نہ ہو، اس پر کسی نے اُن سے کہا ''سراؤں کا ذکر کہاں ہے''؟ فرمایا: ''اس آیت میں:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ط

(سورۃ النور ۲۴:۲۹)

اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں، کہ اُن کے گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں (مثلاً سرائے وغیرہ) اور اُن کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے۔

ابن ابوالفضل مُرسی نے کہا:

کہ اوّلین وآخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علُوم کی، جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا، اُتنا ہی جانتا ہے۔

ماحاصل وخلاصہ کلام:

اِس تعارفی آیت کے تشریحی مقاصد اور علماء کرام، مفسرین عظام اور اہل اللہ کی تصریحات کو پیشِ نظر رکھ کر سید الکائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے بحر زخّار علُوم کا اندازہ لگایئے کہ ربُّ العزّت نے آپ کو کس قدر علوم ومعارف اور اسرارِ الٰہیہ سے نوازا ہوگا۔

اور بھری کائنات: ارض وسماء، شمس وقمر انجم وکواکب وَمَا فیھا کی دُنیا کا اِندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا، دشت وجبل، برّ وبحر، عرشِ اعلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک کی اَشیاء کا اِجمالی اور کہیں تفصیلی ذکر قرآن میں مذکور ہے ہر رطب ویابس کا ذکر کتابِ مُبین میں موجود ہے۔

آیت نمبر ۲۲ : وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○

(سورۃ بنی اسرائیل ۸۵:۱۷)

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ آپ جواب دے دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے، اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

تشریح: تفسیر ابن کثیر اور دیگر مفسرین کی تشریحات کا خلاصہ یہ ہے:

قریش مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور اُن میں باہمی گفتگو یہ ہوئی کہ محمد (ﷺ) ہم میں رہے اور کبھی ہم نے اُن کو صدق وامانت میں کمزور نہیں پایا، کسی اُن پر تہمت لگانے کا موقع ہاتھ نہ آیا۔ اب انہوں نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور اُن کی سیرت اور اُن کے چال چلن پر کوئی عیب لگانا تو ممکن نہیں ہے۔ یہود سے پوچھنا چاہئے کہ ایسی حالت میں کیا کیا جائے۔

اس مطلب کے لئے ایک جماعت یہود کے پاس بھیجی گئی۔ یہود نے کہا اُن سے تین سوال کرو۔ اگر تینوں کے جواب نہ دیں تو وہ نبی نہیں۔ اور اگر تینوں کا جواب دے دیں، جب بھی نہیں، اور اگر دو کا جواب دے دیں، ایک کا جواب نہ دیں تو وہ سچے نبی ہیں،

وہ تین سوال یہ ہیں:

۱۔ اصحابِ کہف کا واقعہ
۲۔ ذوالقرنین کا واقعہ
۳۔ اور روح کا حال

چنانچہ قریش نے حضور سے یہ سوال کئے۔

آپ نے اَصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے واقعات تو مُفصّل بیان کر دیئے اور روح کا معاملہ اِبہام میں رکھا، جیسا کہ تورات میں مُبہم رکھا گیا تھا۔[۱]

قریش یہ سوال کر کے نادِم ہوئے، اس میں اِختلاف ہے کہ سوال حقیقتِ روح سے تھا یا اس کی مخلوقیت سے۔ جواب دونوں کا ہوگیا۔ اور آیت میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ مخلوق کا علم، علم الٰہی کے سامنے قلیل ہے اگرچہ مَا اُوْتِیْتُمْ کا خطاب یہود کے ساتھ خاص ہو۔ (خ)

---

[۱] تفسیر روح المعانی ص۱۵۲ ج۸

علم قلیل کی حقیقت:

تفسیر فتح القدیر:

قَدِاخْتَلَفَ النَّاسُ فِی الرُّوْحِ الْمَسْئُوْلِ عَنْهُ.

فَقِیْلَ هُوَ الرُّوْحُ الْمُدَبِّرُ لِلْبَدَنِ الَّذِیْ تَكُوْنُ بِهٖ حَيَاتُهٗ، وَبِهٰذَا قَالَ اَكْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ.

جس روح کی حقیقت کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تھا، اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں (اٹھارہ اقوال تو احقر کی نگاہ سے گزرے ہیں) یعنی روح وہ لطیف شے جو نظر تو نہیں آتی، لیکن جسم میں مُضمر (جس طرح پھول میں خوشبو ہوتی ہے) اور جسم کے تمام نظام کو کنٹرول کرتی ہے، اور اسی کے ساتھ حیات کا تعلق ہے، اور اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا:

اَیْ اَنَّ عِلْمَکُمُ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ، لَیْسَ اِلَّا الْمِقْدَارُ الْقَلِیْلُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی عِلْمِ الْخَالِقِ سُبْحَانَهٗ، وَاِنْ اُوْتِیَ مِنَ الْعِلْمِ وَافِرًا، بَلْ عِلْمُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ لَیْسَ هُوَ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی عِلْمِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِلَّا كَمَا يَاْخُذُ الطَّائِرُ فِیْ مِنْقَارِهٖ مِنَ الْبَحْرِ كَمَا فِیْ حَدِیْثِ مُوْسٰی وَالْخَضِرِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ. [1]

ترجمہ: یعنی تمہارا وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے اُس کی مقدار اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت سے بہت ہی کم ہے۔ اگر چہ کسی کے پاس کتنی ہی وافر مقدار میں علم کیوں نہ ہو۔ بلکہ انبیاء کرام علیھم السلام کے علم کی مثال اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابل یوں ہے۔ جس طرح ایک پرندے کی چونچ میں سمندر سے پانی کا ایک قطرہ ہو۔

[1] فتح القدیر ۲۶۴/۳ ج ۳

امام احمد رضا بریلوی کی تحقیق انیق:

"اللہ کے علم کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا علم ایک قطرہ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْبَحْرِ اَوْ عِلْمُ لَوْحِ الْمَحْفُوْظِ سَطْرٌ مِنْ سُطُوْرِ لَوْحِ الْمُبِیْنِ. [1]

سمندر کے مقابل پانی کے ایک قطرے یا لوح محفوظ کی مثال اس طرح ہے جس طرح ایک سطر (لائن)

فاضل اجل امام اہل سنت کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

"برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علمِ الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی۔ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت (ہوسکتی) ہے۔" [2]

قلت وکثرت کا مفہوم:

مفسرین کی اصطلاح قابل غور ہے:

قِلّت وکثرت کا مدار اضافت ونسبت پر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ مافوق کی نسبت سے ایک چیز کو آپ قِلّت سے تعبیر کرتے ہیں، اور اُسی چیز کو ماتحت کے اعتبار سے آپ کثرت سے یاد کرسکتے ہو۔

حکمت یقیناً اپنی ذات کے اعتبار سے "خَیْرِ کَثِیْر" ہے لیکن اس کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف کی جائے تو وہی چیز درجۂ اَقَلِّ قَلِیْل میں شمار ہوتی ہے۔

[1] خالص الاعتقاد/وانباء المصطفیٰ [2] ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول ص ۶۱/۵۹

چنانچہ یہود نے حضور سید عالم ﷺ سے یہی سوال کیا کہ ہمیں تورات ملی ہے، جس سے ''حکمت'' موجود ہے (اے محمد!) آپ نے خود قرآن کی آیت پڑھی ہے کہ:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط

اور جس کو حکمت ملی، اس کو خیر کثیر ملی۔ (پیغمبر خدا کی طرف سے) انہیں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ:

''اِنَّ عِلْمَ التَّوْرَاةِ قَلِيْلٌ فِيْ جَنْبِ عِلْمِ اللّٰهِ''

یعنی بلا ریب! تورات کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں (بہت) قلیل ہے۔ مزید تفصیل کے لئے[1]

اسی تناسب سے جب نبی ﷺ کے علم کی نسبت خدا کے ''علمِ مُحیط'' کی طرف ہو تو اُسے ''قَلِيْلٌ'' جُزو اور بعض ''علم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہاں پر لفظ ''قلیل'' اُسی معنی و مفہوم میں مستعمل و مُشعر ہے۔ اور جب علمِ مصطفوی کی نسبت مخلوق کے علم کی طرف کی جائے تو اس وقت آپ ''اَعْلَمُ الْخَلَائِق'' کے درجہ پر ممتاز و فائز ہوں گے۔ جیسا کہ صاحبِ کشاف، علامہ آلوسی بغدادی علامہ شوکانی اور دیگر اکابرین مفسرین کرام کی تصریحات شاہد ہیں اور اسی اصول کو علماء نے ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور یہ چیزیں اہل نظر و فن کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

علم روح کے متعلق مفسرین کرام کی آراء و تحقیق:

روح کیا ہے؟

اس کا مختصر سا جواب تو ہے کہ

''مِنَ الْاِبْدَاعِيَاتِ الْكَائِنَةِ مِنْ غَيْرِ الْمَادَّةِ''

[1] (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ص ۳۳۵ ج ۳، (خلاصہ) کشاف ص ۳۷۴ ج ۲)

اس سے مراد عام روحِ انسانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق و ابداع سے بغیر کسی مادہ کے انسانوں جانوروں، حیوانوں اور باقی ذِی ارواح کے اندر موجود ہے اس سے ہر ایک چیز زندہ ہے، جس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، اس کو سمجھنے کے لئے انسان بظاہر ''ادراک و شعور'' رکھتا ہی نہیں۔

روح کے ''قِدم و حُدُوث'' کے متعلق سوال قیل وقال کی صورت میں تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کی ماہیت کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جو اس کا خالق ہے اور وہی اس کی اصلی ماہیت و ذات سے واقف ہے، حضور علیہ السلام نے بھی اسے مبہم ہی رکھا ہے۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ روح سے مراد جبرائیل یا قرآن یا ایک عظیم الشان فرشتہ یا قرآن مجید ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(خلاصہ تفسیر بیضاوی ص ۲۴۶ مطبوعہ مصر)

تفسیر ابن کثیر:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ:اَيْ مِنْ شَانِهٖ وَمِمَّا اسْتَأْثَرَ بِعِلْمِهٖ دُوْنَكُمْ. وَلِهٰذَا قَالَ: (وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا) اَيْ وَمَا يُحِيْطُ اَحَدٌ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَاشَاءَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى.

وَالْمَعْنٰى اَنَّ عِلْمَكُمْ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ قَلِيْلٌ. وَهٰذَالَّذِيْ تَسْئَلُوْنَ عَنْهُ مِنْ اَمْرِ الرُّوْحِ مِمَّا اسْتَاْثَرَ بِهٖ تَعَالٰى وَلَمْ يُطْلِعْكُمْ عَلَيْهِ، كَمَا اَنَّهٗ لَمْ يُطْلِعْكُمْ اِلَّا عَلَى الْقَلِيْلِ مِنْ عِلْمِهٖ تَعَالٰى (اِلٰى اَنْ) اَنَّ الْخَضِرَ نَظَرَ اِلٰى عُصْفُوْرٍ وَقَعَ عَلٰى حَافَّةِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً، اَيْ شَرِبَ مِنْهُ بِمِنْقَارِهٖ، فَقَالَ:

يَامُوْسٰى! مَاعِلْمِىْ وعِلْمُكَ وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فى عِلْمِ اللّٰه اِلَّا كَمَا اَخَذَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ، اَوْكَمَا قَالَ صَلَوَاتُ اللّٰه وِسلامهُ عليه[1]

ترجمہ: ''تم کہہ دو روح میرے رب کا امر ہے''

روح کا جہاں تک تعلق ہے، اس کو خدا نے اپنی ذات تک مخصوص رکھا ہے جس کا علم تمہیں نہیں دیا اسی لئے فرمایا: اور تمہیں روح کا علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا۔ اور نہیں مطلع کیا اُس نے تمہیں اپنے علم سے مگر تھوڑا سا علم۔

اس لئے کہ کوئی شخص خدا کے علم پر ایک ایک ذرّہ برابر بھی اِحاطہ نہیں کر پاتا، مگر جتنا اللہ چاہے۔ اور معنی یہ ہوگا کہ تمہارا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں (بہت) قلیل ہے۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کا تم روح کے بارے میں سوال کرتے ہو، جس کو خدا نے اپنے لئے خاص فرمایا ہے اور تمہیں اس کا اپنے علم میں سے تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

اس کی نظیر یوں سمجھو جس طرح کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چڑیا کو سمندر کے کنارے پانی پیتے دیکھا، اس موقع پر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام سے فرمایا:

اے موسیٰ!

میرا اور تیرا علم اور باقی مخلوقات کا علم اللہ جل وعلا کے علم کے مقابلے میں اس طرح ہے جتنا ایک چڑیا کی چونچ کے ساتھ سمندر میں سے ایک بوند/ قطرہ کی حیثیت ہے۔

[1] تفسیر ابن کثیر ص۳۴۷ ج۴

تفسیر مظہری علمِ روح پر تحقیق:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز رقام فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْاٰيَةُ لايَقْتَضِىْ نَفْىَ الْعِلْمِ بِالرُّوْحِ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَلَاَصْحَابِ الْبَصَائِرِ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ. فَاِنَّ طَوْرَ عِلْمِهِمْ وَرَاءَ طَوْرِ عِلْمِ الْعَالَمِيْنِ بِتَوَسُّطِ الْحَوَاسِ وَالْاِكْتِسَابِ فَاِنَّهُمْ مُلْهَمُوْنَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ بِلَاتَوَسُّطِ الْحَوَاسِ وَالْاِكْتِسَابِ، فَاِنَّ لِقُلُوْبِهِمْ اِسْمَاعٌ يَسْمَعُوْنَ بِهَامَالَايَسْمَعُهُ الْاٰذَانُ، وَاَبْصَارٌ يُبْصِرُوْنَ بِهَامَالَا يُبْصِرُهُ الْعُيُوْنُ .

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ، قال الله تعالٰى:

لَايَزَالُ عَبْدٌ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَااَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ[1]

وَقَدْ اَدْرَكَ اَصْحَابُ الْبَصَائِرِ حَقِيْقَةَ الرُّوْحِ وَظَهَرَ لَهُمْ اَنَّ لِكُلِّ اِنْسَانٍ خَمْسَةٌ مِنَ الْاَرْوَاحِ الْعُلْوِيَّةِ وَالرُّوْحِ السُّفْلِيَّةِ ، السُّفْلٰى الْمُسَمّٰى بِالنَّفْسِ سَادِسُهَا. وَالْخَامِسَةُ الْقَلْبُ وَالرُّوْحُ وَالسِّرُّ وَالْخَفِىُّ وَالَاخْفٰى يَمْتَازُ عِنْدَهُمْ كُلٌّ مِنْهَا عَنِ الْاٰخَرِ ذَاتًا وَوَصْفًا. وَيَعْرِفُوْنَهَا كَمَايَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ الخ[2]

ترجمہ: یہ آیت اس بات کا (ہرگز) تقاضا نہیں کرتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین (پیروکار) اہلِ بصائر کو روح کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ اُن کا علم جہان والوں کے علم سے وَرَاء الوریٰ (بلند وبالا) ہے اُن کے حواس (خمسہ) اور اِکتساب کا طریقۂ کار عام اِنسانوں سے ہٹ کر ہے۔ عام انسان اپنے حواس، عمل اور

[1] (الحدیث البخاری) [2] (تفسیر مظہری ص ۳۸۵ ج ۱۵/ابن کثیر ص ۲۱۳ ج ۴)

اِکتساب سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اہلِ صفا کو حقائقِ اَشیاء جاننے کے لئے اللہ کی طرف سے وحی والہام ہوتا ہے۔ وہ اپنے کانوں سے وُہ کچھ سُنتے جس کو دوسرے لوگوں کے کان نہیں سُن سکتے، اور اُن کی آنکھیں اُن اشیاء کو دیکھتی ہیں، جنہیں عام لوگوں کی نگاہیں دیکھنے سے عاجز ہیں۔

اس کا ثبوت یہ ہے جو بخاری شریف کی حدیثِ قُدسی ہے:

حضور فرماتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے:

"کہ میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا تقرُّب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں، اور جب میں اس کا دوست بن جاتا ہوں، تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وُہ دیکھتا ہے۔

اور بے شک آنکھ والوں نے حقیقتِ روح کو جانا ہے اور اُن پر اس کی حقیقت منکشف ہوئی ہے۔

بے شک انسان کے لئے پانچ اَرواحِ علویہ ہیں اور روحِ سفلی جس کو نفس سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ چھٹی قسم ہے۔ اور پانچویں قسم قلب، روح، سِرّ (بھید) خفی (پوشیدہ) اور اَخفی (ظاہر) (پر مشتمل) ہے۔

اِن اَکابرین (اہلِ اِدراک وشعور اعُرفاء) کے نزدیک ان میں سے ہر ایک چیز ذات اور وصف کے اِعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہے اور وہ اُسے جانتے ہیں، جس طرح وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں [1]۔

---

[1] (تفسیر مظہری)

فائدہ

اَرباب نظر کے لئے بیہقی وقت حضرت قاضی صاحب قدس سرہٗ کی یہ تحقیق انتہائی انیق، انمول اور بے مثال ہے آپ کی اس تحقیق سے بہت سے مسائل میں راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

(ابن مندہ کی "کتاب الرُّوح" اور امام غزالی کی "احیاء العلوم" بھی مسئلہ روح اور اُسکی حقیقت کے جاننے کے لئے بہت مفید ہے)

تفسیر ابنِ جریر:

علامہ طبری لکھتے ہیں:

یہود نے حضور سرورِ کائنات ﷺ سے روح کے متعلق دریافت کیا کہ یہ بتائیے کہ:

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ط

کا خطاب ہم سے ہے یا آپ سے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"بَلْ نَحْنُ وَاَنْتُمْ لَمْ نُؤْتَ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا"

آپ نے فرمایا اس کا تعلق ہم سے بھی ہے اور آپ سے بھی، اس لئے کہ روح (کی حیثیت) کا علم ہم سبھی کو بہت کم ملا ہے۔

اس پر یہودی کہنے لگے۔ آپ بھی عجیب آدمی ہیں، کبھی تو یہ کہتے ہو: مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط یعنی جس کو حکمت ملی، اُسے کثیر ملی۔ اور آپ کا کبھی یہ کہنا ہے کہ:

ہمیں اس (روح) کا تھوڑا سا علم حاصل ہے، اب آپ ہی بتائیے کہ ہم

کس بات کو صحیح مانیں۔

یہود کی اس طرزِ تکلم پر مندرجہ آیت کریمہ کا نزول ہوا:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

(سورۃ الکہف ۱۸:۱۰۹)

تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی، اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ ”کلمات سے مراد، اللہ تعالیٰ کا علمِ محیط، اُس کی حکمتیں اور وہ دلائل و براہین ہیں جو اس کی وحدانیت پر دال ہیں۔ انسانی عقلیں ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور دُنیا بھر کے درختوں کے قلم بن جائیں اور سارے سمندر بلکہ ان کی مثل اور بھی سمندر ہوں، وہ سب سیاہی میں بدل جائیں، قلم گھس جائیں گے اور سیاہی ختم ہو جائیگی، لیکن رب کے کلمات اور اُس کی حکمتیں ضبط تحریر میں نہیں آسکیں گی ۱۔“

فتح الباری میں ابن حجر لکھتے ہیں:

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا:

جب یہود نے یہ سنا تو کہنے لگے:

اُوْتِیْنَا عِلْماً كَثِیْرًا التوراة: وَمَنْ اُوْتِیَ التَّوْرَاةَ، فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا

ہمیں توراۃ کی شکل میں علم وافر ملا ہے اور جس کو توارۃ ملی، اس کو خیر کثیر ملی ۲۔

۱ (حواشی مولانا صلاح الدین یوسف صاحب) ۲ (فتح الباری ص۴۰۳ ج۸)

علامہ ابن حجر اور علمِ روح:

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر شارح بخاری شریف رقم فرماتے ہیں:

لَیْسَ فِی الْاٰیَةِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ لَمْ یُطْلِعْ نَبِیَّهٗ عَلٰی حَقِیْقَةِ الرُّوْحِ، بَلْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَكُوْنَ اَطْلَعَهٗ وَلَمْ یَاْمُرْهُ اَنَّهٗ یُطْلِعُهُمْ، وَقَدْ قَالُوْا فِی عِلْمِ السَّاعَةِ نَحْوَ هٰذَا. وَاللّٰهُ اعلم ۱

آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کوئی ثبوت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو روح کی حقیقت کے بارے میں نہ بتایا ہو بلکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا علم دیا ہو اور آپ کو اجازت نہ دی ہو کہ دوسرے لوگوں کو مطلع فرمائیں، اور اسی طرح کی توجیہہ علمِ قیامت کے بارے میں بھی ہے۔ واللہ اعلم

عمدۃ القاری شرح البخاری اور علامہ بدر الدین العینی

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ: کی تشریح میں علامہ لکھتے ہیں:

یہود کے جواب میں خداوند قدوس نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○

(سورۃ لقمٰن ۳۱:۲۷)

ترجمہ: اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور، تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہونگی۔ بے شک اللہ عزت و حکمت والا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہر چیز باوجود کثرت کے بھی اللہ کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہے، جس کی وضاحت ان آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں بہت واضح ہے۔

۱ (فتح الباری ص۴۰۳ ج۸، مکتبۃ التجاریہ۔ مکۃ المکرمہ)

اُصول و پرنسپل یہ ہے:

کہ قلت و کثرت کا مدار اضافت و نسبت پر ہے علم باری تعالیٰ کے علمِ محیط کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہوگی تو اس کی مثال سمندر کے مقابل ایک قطرہ کی سی ہے
فَیُوْصَفُ الشَّیْءُ بِالْقِلَّةِ مُضَافًا اِلٰی فَوْقَهٗ وَبِالْكَثْرَةِ مُضَافًا اِلٰی مَاتَحْتَهٗ

یعنی جب کسی چیز کی نسبت مافوق کی طرف ہو تو اس وقت اُس سے قلت مراد ہوتی ہے، اور جب کسی ماتحت کی طرف اضافت ہو تو اُسے کثرت سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں:

اَنَّ عِلْمَ التَّوْرَاةِ قَلِیْلٌ فِیْ جَنْبِ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی.

کہ علمِ باری تعالیٰ کے مقابل میں تورات کا علم قلیل ہے۔[1]

کیا روح کا علم پیغمبر خدا کو تھا یا نہیں؟

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ روح کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے مختص ہے۔

حَتّٰی قَالُوْا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ عَالِمًا بِهٖ، قُلْتُ جَلَّ مَنْصَبُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَبِیْبُ اللّٰهِ وَسَیِّدُ خَلْقِهٖ اَنْ یَكُوْنَ غَیْرَ عَالِمٍ بِالرُّوْحِ وَكَیْفَ وَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ بِقَوْلِهٖ (وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَظِیْمًا ط)

وَقَدْ قَالَ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ لَیْسَ فِی الْاٰیَةِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الرُّوْحَ لَایُعْلَمُ وَلَا عَلٰی اَنَّ النَّبِیَّ لَمْ یَكُنْ یَعْلَمُهَا

۱ (عینی ۱۹۹ ج ۲) ۲ (عمدۃ القاری ص ۲۰۱ ج ۲، دار التراث العربی، بیروت)

انہوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حضور ﷺ کو روح کا علم نہ تھا، لیکن میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتنا عظیم الشان منصب ہے اور آپ حبیب اللہ اور ساری کائنات کے قائد و سرابراہ ہیں، یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو حالانکہ اور آپ پر تو خداوند تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا ہے (جیسا کہ اس کا قول ہے) "کہ جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا اور آپ پر تو اللہ جل مجدہ کا فضلِ عظیم ہے۔"

اور بے شک اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں کہ آپ روح کو نہیں جانتے تھے اور نہ آپ اس کا علم اوروں کو سکھاتے تھے۔

امام فخر الدین رازی اور علمِ روح:

تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَّ مَسْئَلَةَ الرُّوْحِ یَعْرِفُهَا اَصَاغِرُ الْفَلَاسِفَةِ وَاَرَاذِلُ الْمُتَكَلِّمِیْنَ، فَلَوْقَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَعْرِفُهَا لَاَوْرَثَ ذٰلِكَ مَایُوْجِبُ التَّحْقِیْرَ وَالتَّنْفِیْرَ فَاِنَّ الْجَهْلَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ یُفِیْدُ تَحْقِیْرَ اَیِّ اِنْسَانٍ كَانَ فَكَیْفَ الرَّسُوْلُ الَّذِیْ هُوَ اَعْلَمُ الْعُلَمَاءِ وَاَفْضَلُ الْفُضَلَاءِ[1]

بے شک روح کا مسئلہ ایسا ہے کہ آج کے عام قسم کے فلاسفہ اور ادنیٰ متکلمین بھی اُسے جانتے ہیں۔ پس اگر رسول اللہ ﷺ یہ فرمادیں کہ میں روح کو نہیں جانتا تو یہ بات یقیناً آپ کی تحقیر اور نفرت کی مُوجب ہے بلکہ ایک عام آدمی کی طرف بھی جہالت و لاعلمی کی نسبت اس کی توہین کا سبب ہے چاہے کوئی شخص ہو۔

۱ (تفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی ص ۳۹۲ ج ۷)

چہ جائیکہ رسول پاک ﷺ جو خدا کی خدائی میں سب علماء کے بڑے عالم اور تمام فُضلاء سے افضل ترین ہیں، انہیں روح کے علم کے بے خبر جانا جائے۔

قرآن کی درج ذیل آیات آپ کی علمی برتری اور فضیلت کے لئے کافی ہیں

۱۔ الرحمن علم القران:
رحمٰن نے آپ کو قرآن سکھایا۔

۲۔ وعلمك مالم تكن تعلم:
اور جو کچھ آپ نہ جانتے تھے، وہ آپ کو بتا دیا۔

۳۔ وَلَارَطب ولايابِسٍ اِلَّافِىْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ:
اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

۴۔ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَاهِيَ:
یہ دعاء خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔
کہ اللہ ہمیں اَشیا کی حقیقت بتلا دے۔ سو جس ہستی کا یہ مرتبہ ومقام ہو، اس کے متعلق یہ کہنا کیسے سزاوار ہو سکتا ہے کہ آپ یہ فرمائیں کہ میں روح کا علم نہیں رکھتا۔ حالانکہ یہ متداول اور مسائل مشہورہ بین الخلق ہیں۔

الغرض:

روح کے متعلق صرف ایک ہی قول نہیں بلکہ متعدد اقوال موجود ہیں مثلاً:

۱۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ. (سورۃ الاسراء ۸۵: ۱۷)
تم کہہ دو کہ روح میرے رب کا اَمر ہے۔

۲۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا. (سورۃ النباء ۳۸: ۷۸)
جس دن روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔

۳۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا (سورۃ الشوریٰ ۵۲: ۴۲)
اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جو وحی ہمارے حکم مطابق تھی۔

۴۔ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا (سورۃ القدر ۴: ۹۷)
اس میں فرشتے اور روح نازل ہوں گے۔

۵۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ.
(سورۃ البقرہ ۲۵۳: ۲)

۶۔ تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ○ (سورۃ المعارج ۴: ۷۰)

تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی کی ترجمانی:

آپ ارقام فرماتے ہیں:
ابن ابی حاتم، عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں۔
قال "لقد قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَمَايَعْلَمُ الرُّوْحُ" وَلَعَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا يَزْعَمُ اَنَّهَا يَمْتَنِعُ الْعِلْمُ بِهَا وَاِلَّا فَلَمْ يُقْبَضْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى عَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ يُمْكِنُ العلمُ بِهٖ كَمَايَدُلُّ عليه مَااَخْرَجَهُ الامام اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَسُئِلَ الْبُخَارِىُّ عَنْهُ فقال: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصلوةُ والسَّلَامُ قَالَ: اِنِّىْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَلِىْ فَنَعِسْتُ فى صَلٰوتِىْ حَتّٰى اُسْتُثْقِلَتْ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّىْ عَزَّوَجَلَّ فِى اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فقال: يَامُحَمَّدُ فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَااَدْرِىْ رَبِّ

فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ صَدْرِي وَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ [1]

کہ حضور سید عالم ﷺ اپنے انتقال تک روح کے علم سے ناواقف تھے۔ اور ممکن ہے کہ اُن کا یہ زعم ہو کہ روح کا علم ممتنع ہے، (لیکن جہان تک حقائق کا تعلق ہے، ایسا نہیں ہے)

کیوں حضور ﷺ کی روحِ پاک کو اُس وقت قبض نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ آپ کو ہر اُس چیز کا علم دے دیا گیا جس کا علم دیا جانا ممکن تھا۔ جیسا کہ اس حدیث کی توثیق وتصدیق امام احمد اور امام ترمذی کی حدیث سے ہوتی اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کو حسن وصحیح قرار دیا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید الانس والجن ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ ایک مرتبہ میں رات کے حصہ میں نماز (نفل) ادا کرنے کی غرض سے اٹھا، اور جس قدر ممکن ہوا میں نے نماز ادا کی۔ اسی دوران مجھ پر اونگھ طاری ہوگئی کہ نماز کا ادا کرنا مشکل ہوگیا۔ تو اچانک میں اپنے آپ کو رب کے حضور میں پاتا ہوں اللہ تعالیٰ کو میں نے بہت حسین صورت (جو خدا کی شایانِ شان ہے) میں دیکھا۔

اور مجھ سے دریافت فرمایا: اے محمد! یہ ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں تو نہیں جانتا۔ پھر ارشاد ہوا: اے محمد! یہ مقرّب اور مخصوص فرشتے کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟'' میں نے عرض ''اے میرے رب! مجھے اس کا علم نہیں۔''

پھر فرمایا: ''اے محمد! یہ ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں مُتنازع ہیں؟'' میں نے عرض کیا: ''اے میرے رب! میں تو نہیں جانتا۔''

[1] (تفسیر روح المعانی ص۱۵۴ ج۸ (دالفکر)، (سورۃ الاسراء ۸۵)

پھر میں دیکھتا ہوں کہ اُس نے اپنا ید قدرت میرے سینے پر رکھا، میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے قلب میں محسوس کی، پھر ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے (ہر چیز کو) پہچان لیا۔

مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:

يَعْنِى مَا اَعْلَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِمَّا فِيْهِمَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَيْرِهِمَا، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ سِعَةِ عِلْمِهِ الَّذِىْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَىْ جَمِيعَ الكَائِنَاتِ الَّتِىْ فِى السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ. وَالْاَرْضُ هِىَ بِمَعْنَى الْجِنْسِ اَىْ وَجَمِيْعُ مَافِى الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا آه [1]

یعنی ید قدرت کے فیضان سے میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جان لیا۔

یعنی جس قدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا، جو کچھ ان میں موجود ہے مثلاً فرشتے، درخت وغیرہ درحقیقت اس سے رسول اللہ ﷺ کی وُسعتِ علم مراد ہے جس کے دروازے آپ پر کھول دیئے گئے۔

علامہ ابن حجر (قدس سرہ العزیز) فرماتے ہیں کہ تمام کائنات کا علم جو آسمانوں میں ہیں اور آسمانوں سے بھی اوپر والی مخلوق اس میں داخل ہے، جیسا کہ قصۂ معراج سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور ''اَلْاَرْضُ بِمَعْنَى الْجِنْسِ'' کے

[1] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۱۰ ج اول، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ۔ ملتان)

ہے یعنی ساتوں زمینوں بلکہ ان کے نیچے جو کچھ بھی ہے (سب کا علم حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا)۔[1]

شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰات وَالْاَرْضِ:

عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی و احاطہ آں"[2]

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ حضور سید الکائنات کو ﷺ کو آسمانوں اور زمینوں کا علم عطا فرمایا گیا۔

"گویا تمام علوم جزوی وکلی کے حصول اور اُن کے احاطہ پر یہ عبارت دال ہے"

آیت نمبر ۲۳: وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

(سورۃ النحل ۱۶:۷۷)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں، اور قیامت کا معاملہ نہیں، مگر جیسے ایک پلک کا مارنا، بلکہ اس سے بھی قریب۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے۔[2]

تشریح: اِس آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور قیامت کے منظر کا بیان ہے اور یہ کہ رب تعالیٰ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے ربُ العزت اپنے کمالِ علم وقدرت کی خبر دیتا ہے کہ اُسے آسمانوں اور زمین کی جمیع اشیاء پر مکمل قدرت حاصل ہے اور اُسے زمین وآسمان کے ہر ذرّہ کا علمِ محیط حاصل ہے۔

[1] (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ) [2] (اشعۃ اللمعات ص۳۳۳ فارسی) [2] (رضا)

تفسیر ابنِ کثیر:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاخْتِصَاصُهٗ بِعِلْمِ الْغَيْبِ، فَلَا اِطِّلَاعَ لِاَحَدٍ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يُّطْلِعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَايَشَاءُ۔[1]

اور علم غیب (مُطلق) اُسی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس پر کسی دوسرے کو کوئی اطلاع (از خود) نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسے جس قدر چاہے اطلاع دے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اَصفیاء واَنبیاء کو غیب پر اطلاع دیتا ہے۔

(كماهو الظاهر من الايات القرآنية و تفاسير المفسرين).

تفسیر مظہری:

قاضی صاحب ارقام فرماتے ہیں:

"یَعْنِیْ لَایَعْلَمُ الْغَیْبَ اَحَدٌ غَیْرُہٗ تَعَالٰی اِلَّا بِتَعْلِیْمِہٖ[2]

یعنی علم غیب کو بجز ذاتِ الٰہیہ کے کوئی نہیں جانتا، مگر اس کی تعلیم وعطاء سے۔

فائدہ:

یہی عقیدہ تمام اہلِ اسلام کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے اَنبیاء ومرسلین غیب پر اطلاع رکھتے ہیں اور جو اس عقیدہ کی نفی کرتا ہے وہ صراحۃً نصوص قرآنیہ اور بے شمار احادیثِ مبارکہ کی تصریحات کا منکر ہے، ایسا آدمی یقیناً گمراہ و بے دین بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

[1] (تفسیر ابن کثیر ص۲۱۳ ج۴) [2] (سورۃ النحل تفسیر مظہری ص۳۵۹ ج۵)

اَصحاب کہف کا واقعہ:

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ

(سورۃ الکہف ۱۸:۲۲)

اصحاب کہف کا واقعہ بھی بڑا تعجب خیز اور حیران کن ہے وہ کتنے اور کس قدر لوگ تھے، قرآن میں اجمالاً اُن کا ذکر آتا ہے۔ وہ کتنا عرصہ غار میں سوئے رہے اور پھر وہ کب بیدار ہوئے، اس کی ساری تفصیل تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

مگر اِلَّا قَلِيْلٌ کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ خدا نے اپنے قلیل / تھوڑے بندوں کو اس سے علم یقیناً دیا ہے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے وہ بعض لوگ کون ہیں؟ کیا پیغمبر خدا کے علم سے ان کا علم زیادہ؟ کیا ہمارے حضور کو خدا نے یہ علم بطور را... کے نہیں بتایا؟ اِلَّا قَلِيْلٌ کا مصداق کون ہے؟

یہ ہیں وہ سوالیہ نشانات جن کے جواب ہمیں درکار ہیں۔ ان کا مختصر اور اجمالاً جواب درج ذیل سطور میں آپ کو ملے گا۔

اصحابِ کہف ہوں یا اُن کے علاوہ دیگر واقعات وقصص غیبیہ، تمام جہانوں کی تفاصیل اور کائنات ماضیہ اور مُستقبلہ کا تفصیلی اور استقلالی علم یہ علم تو صرف ربُّ الاعلیٰ کو حاصل ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جن برگزیدہ بندوں اور مخصوص ہستیوں کو وُہ چن لے تو وہ ضرور انہیں اپنے اسرار پر اِطلاع دیتا ہے۔ جیسا کہ ہماری احادیث، شارحین قرآن واَحادیث نے اپنی اپنی کُتب میں تفصیلاً لکھا ہے۔

آیت نمبر ۲۴: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

(سورۃ النور ۱۱:۲۴)

ترجمہ: جولوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں، یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لئے بُرا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے جس نے سب سے بڑا حصہ لیا، اُس کے لئے بڑا عذاب ہے۔

تشریح: سورۃ نور کی اس آیت کا پسِ منظر جاننا ضروری ہے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے وہ منظر آپ کے سامنے رکھیں۔

پسِ منظر:

سن پانچ ۵ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت (بشریہ) کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا، اس کی تلاش میں مصروف ہوگئیں، اُدھر قافلہ نے کُوچ کیا اور آپ کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انہیں یہ خیال رہا کہ اُمّ المومنین اس میں ہیں۔ قافلہ چل دیا آپ آ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا۔ قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے، اس موقع پر حضرت صفوان اس کام پر تھے جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو

بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. پکارا۔ آپ نے کپڑے سے منہ ڈھانپ
کرلیا۔ انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ آپ پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔

منافقین سیاہ باطن نے اوہام فاسدہ پھیلائے اور آپ کی شان میں بدگوئی
شروع کی۔

بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی
کلمۂ بیجا سرزد ہوا۔

ام المومنین بیمار ہوگئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں، اس زمانہ میں انہیں
اطلاع نہ ہوئی کہ اُن کی نسبت منافقین کیا بک رہے ہیں۔ ایک روز اُم مسطح
سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی اور اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں
اس طرح روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی۔
اس حال میں سید عالم ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور حضرت ام المومنین کی طہارت
(برائت) میں یہ آیتیں اُتریں اور آپ کا شرف و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ
قرآن کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت و فضیلت بیان فرمائی گئی۔

اس دوران میں سید عالم ﷺ نے برسرِ منبر بقسم فرمادیا تھا کہ مجھے اپنے
اہل کی پاکی و خوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے اُن کے حق میں بدگوئی
(کی) ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کرسکتا ہے۔ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقین بالیقین جھوٹے ہیں۔ اُمُّ المُومنین بالیقین پاک
ہیں اللہ تعالیٰ نے سید عالم ﷺ کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ
وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے، کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ
نہ رکھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح آپ کی طہارت بیان کی اور
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تاکہ اس سایہ پر کسی کا قدم
نہ پڑے، تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ
آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ایک جُوں
کا خون لگنے سے پروردگار عالم نے آپ کو نعلین اتارنے کا حکم دیا، جو پروردگار
آپ کو نعلین شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے، ممکن نہیں کہ وہ آپ کی اہل
کی آلودگی گوارا کرے۔

اس طرح بہت سے صحابہ اور بہت سے صحابیات نے قسمیں کھائیں۔
آیت نازل ہونے سے قبل ہی اُمّ المومنین کی طرف سے قلوب مطمئن تھے۔
آیت کے نزول نے اُن کا عزّ و شرف اور زیادہ کردیا۔ تو بدگویوں کی بدگوئی اللہ
اور اس کے رسول اور صحابہ کبار کے نزدیک باطل ہے اور بدگوئی کرنے والوں
کے لئے سخت ترین مصیبت ہے[1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ کی براءت اور پاک دامنی اور آپ کی
عصمت و عفت کے لئے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اعتراض: کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا
تو آپ اس قدر پریشان کیوں ہوتے۔

جواب: ہر کام میں خدا کی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے اگر اللہ کے نبی خود ہی جواب
دیتے تو منافقین اور معاندین کے اعتراضات اور ان کی بدگمانیوں کا دنداں شکن
جواب کون دیتا۔ اور اللہ کی طرف سے یہ امتحان تھا، اس امتحان میں "صبر کا پھل
ملتا" کے مطابق آپ سرخ رُو ہوئے اور امتحان کے لمحات گزر گئے پیغمبرِ خدا کی

[1] (خزائن العرفان)

اہلیہ کی پاکدامنی اور انکی عصمت کے ساتھ ساتھ قیامت تک کی تمام خواتین کی ذوات پر الزام بازی کے لئے بھی مختص قوانین اور اُصول مرتب ہوگئے۔

خدا نے حضرت عائشہ کی براءت والی آیات نازل فرما کر نہ صرف دشمنوں کا منہ بند کر دیا، بلکہ امت مسلمہ کے پورے معاشرے کے لئے قوانین مدوّن فرما کر احسان عظیم فرمادیا۔

اس حکمت کے پیشِ نظر حضور ﷺ نے آپ کی طرف سے از خود جواب نہ دیا۔

لیکن جو مسلمان حقائق کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت، وحی، الہام، اَنباء اور اطلاع ہی سے دوسروں کو بتاتے ہیں۔

ذاتی علم غیب نبی کو ہرگز حاصل نہ تھا ایسا علم تو ذاتِ باری سے مخصوص ہے۔ حضور علیہ السلام اس اُصول پر کاربند تھے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى.

حضور اللہ کی وحی بولتے ہیں۔

بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور کا اتنا فرمادینا ہی کافی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے:

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِىْ اِلَّا خَيْرًا:

بخدا! میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا۔[1]

[1] بخاری شریف ص ۵۹۵ ج ۲

آیت نمبر ۲۵ : يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝

(سورۃ الاحزاب ۶۳:۳۳)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ، اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو، شاید قیامت پاس ہی ہو۔

شانِ نزول: مشرکین تو تمسخر و استہزاء کے طور پر رسول کریم ﷺ سے قیامت کا وقت دریافت کرتے تھے، گویا اُن کو بہت جلدی ہے اور اس کو امتحاناً پوچھتے، کیونکہ تورات میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا۔

تشریح: اس آیت میں قیامت کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور قربِ قیامت کے متعلق لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور خود ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ. آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ جس طرح یہ انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں، اس طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی زیادہ بُعد و دُوری نہیں۔

اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ قیامت کے اور میرے درمیان کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوگا۔

الغرض قیامت آئے گی، لیکن اچانک، دَفْعَۃً آئے گی جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے:

لَا يَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (سورۃ الاعراف ۱۸۷)

تم پر نہ آئے گی مگر اچانک۔

جیسا کہ تفسیر نور العرفان میں ہے:

مشرکین تو مذاق کی نیت سے اور یہود امتحان کے لئے حضور سے پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کس دن کس تاریخ، کس سال واقع ہوگی۔

ان سب کی تردید میں یہ آیتِ کریمہ اُتری۔

یہود کا مقصد تھا کہ اگر قیامت کی خبر حضور دے دیں تو ہم کہیں گے کہ آپ سچے رسول نہیں، کیونکہ توراۃ میں قیامت کو مخفی رکھا گیا اور نبی آخر الزمان کی علامت یہ بتائی گئی کہ وہ رُوح، قیامت اور اصحاب کہف کی تعداد لوگوں کو نہ بتلائیں گے۔ اور اگر نہ بتائیں تو ہم یہ کہیں، یہ کیسے رسول ہیں جو قیامت کو نہیں جانتے۔[1]

اس لئے حضور سید کائنات ﷺ نے آثارِ قیامت یعنی قیامت کی بے شمار نشانیاں تو بتائی ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت جمعہ کے دن محرم الحرام کی دس تاریخ کو ہوگی، پچھلے پہر اُس کا ظہور ہوگا۔

لیکن ایک چیز کو حضور نے ڈیکلیر نہیں فرمایا، وہ ہے سال/سن، اس کے متعلق کہیں کوئی روایت نہیں ملتی۔

چونکہ یہ اَسرارِ الٰہیہ میں ''اَخفی الاُمُور'' میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضا بھی ہے کہ اِسے پوشیدہ ہی رکھا جائے۔

حاشیہ جلالین: الصاوی میں ہے:

اَیْ لَمْ یُطَّلَعْ عَلَیْهِ اَحَدٌ،

1 تفسیر نور العرفان، مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی

وَهٰذَا اِنَّمَا هُوَ وَقْتَ السُّوَالِ. وَاِلَّا فَلَمْ یَخْرُجْ نَبِیُّنَا صلی اللّٰہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَاءِ حَتّٰی اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُغَیْبَاتِ، وَمِنْ جُمْلَتِهَا السَّاعَةُ، لٰکِنْ اَمَرَهُ بِکَتْمِ ذٰلِکَ۔[1]

قیامت کے علم کی کسی کو اطلاع نہیں دی گئی:

یعنی یہ اُس وقت کی بات ہے جب کہ قیامت کے بارے سوال کیا گیا تھا۔ ورنہ ہمارے نبی ﷺ دُنیا سے پردہ فرما نہیں ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیبوں پر اطلاع دے دی۔ اور ان غیوب میں سے قیامت بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت کے متعلق حکم دے رکھا تھا کہ آپ اُسے کسی کو نہ بتائیں۔ بلکہ مخفی رکھیں۔

ع سالک بے خبر نہ بود ز رسم وراہِ منزل ہا

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

وَلَیْسَ مِنْ شَرْطِ النَّبِیِّ اَنْ یَعْلَمَ الْغَیْبَ بِغَیْرِ تَعْلِیْمٍ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔[2]

اور نبی ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے غیب جانے۔

بڑی وضاحت سے یہ مسئلہ منقح اور صاف طور پر بیان ہوا کہ نبی بغیر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کی عطا واجازت کے علم غیب نہیں جانتے اور نہ ہی کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی ازخود غیب جانتے ہیں۔

بلکہ ساری امت مسلمہ کا یہی عقیدہ ہے کہ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ.

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر وہ چیز سکھادی، جو آپ نہیں جانتے تھے۔

1 حاشیۃ الصاوی ص ۳۵۶ ج ۳ 2 تفسیر قرطبی ص ۲۴۸ ج ۱

آیت نمبر۲۶ : وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

(سورۃ السباء آیت ۳:۳۴)

ترجمہ: اور کافر بولے، ہم پر قیامت نہ آئے گی، تم فرماؤ، کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! بے شک ضرور تم پر آئے گی، غیب جاننے والا، اور اُس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اُس سے چھوٹی اور نہ بڑی، مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے۔

علامہ رازی رقمطراز ہیں:

وَالْمَقْصُوْدُ مِنْهُ اَنَّهٗ لَمَّا شَرَحَ كَمَالَ قُدْرَتِهٖ فَكَذٰلِكَ كَمَالَ عِلْمِهٖ وَالْمَقْصُوْدُ التَّنْبِيْهُ عَلٰى اَنَّ كَمَالَ قُدْرَتِهٖ فَكَذٰلِكَ مَنْ كَانَ كَامِلًا فِي الذَّاتِ وَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ الخ [1]

اور مقصود اس سے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کمالات کی توضیح فرمائی تو اسی طرح اُس نے اپنے کمالِ علم کا اظہار فرمایا اور لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ جو ہستی اپنی ذات میں کامل ہے وُہ اپنی صفاتِ علم اور قدرت میں بھی کامل ہے وہ رب تعالیٰ عالم الغیب ہے، زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق/ساری کائنات سے بخوبی واقف ہے۔ اور خشکی و تری میں ایک ذرہ بھی

۱ تفسیر کبیر ص ۲۴۸، جز والسابع والعشرین

اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں، یہ دنیا دارُالعمل اور اِمتحان گاہ ہے ہر ایک کو عقل وشعور ملا ہے، جو شخص بھی کوئی اچھا کام کرے گا، اس کی جزا اُسے آخرت میں ملے گی اور جس نے بھی کوئی برا کام کیا، کسی سے زیادتی کی، دوسروں پر بھی ظلم کیا، عدل وانصاف کی راہوں سے ہٹ کر دستِ تظلّم بڑھا کر جبر واستبداد کا دروازہ کھولا، تو اس کی سزا دارُالمکافات میں ملے گی اور قیامت کے دِن ہر آدمی اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ لے گا۔ قیامت ضرور قائم ہوگی ہر جاندار، اِنس وجن کو نئی زندگی ملے گی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ [1]

سو جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی، وُہ اُسے دیکھ لے گا اور جس شخص نے ایک ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔

کفار، موت، آخرت:

کافر یہ کہتے تھے کہ انسان مَرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر رمیم ہو جاتی ہیں ہر چیز جب فناہ ہو کر مٹی میں مل جائے گی تو پھر آخرت کا عقیدہ، قیامِ قیامت کا تصوّر اور جزا وسزا کا نظریہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا ہی خلافِ عقل ہے۔

اس کا احسن طریق سے یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مُطلق ہے وہ جس طرح چاہے اپنے اختیار کو استعمال میں لائے، کوئی چیز اس کے دائرۂ کار سے بیروں نہیں، رطب ویابس اُس کی مملکت کا حصہ ہیں

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ. [2]

۱ سورۃ الزلزال ۷۔۸ ۲ تفسیر جمل ص ۳۲۵

ارض وسماء میں ہر چھپی ہوئی چیز کتابِ مبین یعنی "لَوْحِ مَحْفُوْظ" میں موجود ہے اور خداوند قدوس عالم الغیب ہے اور قیامت یقیناً آئے گی۔ حساب کتاب ہوگا، پھر اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ میں جانا ہوگا۔

الحمدللہ آج یہ سطور مورخہ ۲۳ جولائی ۲۰۰۶ء کو رات کے اڑھائی بجے لکھ کر فارغ ہوا
(رقمہ ابوالحمود نشتر)

آیت نمبر ۲۷ : اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○
(سورۃ لقمان ۳۴:۳۱)

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم، اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔ بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے[1]

شانِ نزول: حرث بن عمرو بن حارثہ بارگاہِ رسالت میں آیا اور کہنے لگا:

فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ

۱۔ مجھے یہ بتائیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟

۲۔ میں نے زمین میں بیج ڈال دیا اور بارش کے ہونے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ فَمَاتَمْطُرُ؟ یہ بتایئے کہ بارش کب ہوگی۔

[1] رضا

۳۔ میری بیوی حاملہ ہے، یہ بتایئے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟

۴۔ میں نے کل گذشتہ جو کام کیا، سو میں اُسے جانتا ہوں، آپ یہ بتایئے کہ: فَمَااَعْمَلُ غَدًا؟ میں کل کیا کام کروں گا؟

۵۔ مجھے اپنی جائے پیدائش کا تو علم ہے، آپ یہ بتایئے فَاَیْنَ اَمُوْتُ؟ میری موت کہاں واقع ہوگی؟

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی[1]

تفسیر خازن میں ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاس:

هٰذِهِ الْخَمْسَةُ لَایَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُصْطَفٰی، فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ یَعْلَمُ شَیْئًا مِنْ هٰذِهٖ فَاِنَّهٗ كَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ خَالَفَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ وَاَسْرَارِ كِتَابِهٖ.[2]

یہ علوم خمسہ / یعنی پانچ چیزوں کے علوم ایسے ہیں جنہیں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ممتاز نبی۔ جو شخص ان اُمور میں سے کسی ایک کے جاننے کا دعویدار ہو، اس نے قرآن کا انکار کیا، اس لئے کہ اُس نے (صراحۃً نص) قرآن کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی (صحیح) مراد اور اپنی کتاب کے اسرار کو زیادہ جانتا ہے۔

تفسیر مظہری:

قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا، اور اُس سے پوچھا کہ بتاؤ کہ میری عمر کتنی ہوگی تو فرشتے نے ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

[1] تفسیر کشاف ص ۲۱۷ ج ۳ سورۃ لقمان [2] تفسیر خازن ص ۴۵۱ ج ۳، تفسیر جمل ص ۴۱۱ ج ۳

اس کی تعبیر کسی نے پانچ دن، کسی نے پانچ ماہ اور کسی نے پانچ سال بتائی۔

فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ هُوَ اِشَارَةٌ اِلٰی هٰذِهِ الْاٰیَةِ. فَاِنَّ هٰذِهِ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَةَ مُخْتَصَّةٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰی. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۱

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف کہ پانچ علوم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ مختص ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ.

اللہ تعالیٰ کائنات کے ہر ذرّے ذرّے کا جاننے والا ہے۔

نہ صرف ان پانچ چیزوں کا علم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بلکہ ہر چیز کا حقیقی علم اللہ رب العزت ہی کے ساتھ مختص ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : مَنِ ادَّعٰی عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ فَقَدْ کَذَبَ. ۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ جو شخص ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے۔

تفسیر روح المعانی:

علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّعْلَمَ اَنَّ کُلَّ غَیْبٍ لَایَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، وَلَیْسَ الْمُغَیَّبَاتُ بِمَحْصُوْرَةٍ بِهٰذِهِ الْخَمْسِ وَاِنَّمَا خُصَّتْ بِالذِّکْرِ لِوُقُوْعِ السُّوَالِ عَنْهَا اَوْلِاَنَّهَا کَثِیْرًا مَاتَشْتَاقُ النُّفُوْسُ اِلَی الْعِلْمِ بِهَا. ۴

۱ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۲۶۵ ۲ ملخصا من تفسیر روح المعانی

۳ مدارک ص ۳۲۲ ج ۲ (سورۃ لقمان) ۴ روح المعانی ص ۱۱۲ ج ۱۱

اور چاہئے کہ یہ اہم بات جانی جائے کہ ہر غیب کو بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور غیب صرف ان پانچ چیزوں ہی میں منحصر (محدود) نہیں، ان چیزوں کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ انہی پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا تھا یا اس حصر کی وجہ یہ ہے کہ انسان (عموماً) ان پانچ چیزوں کو جاننے کے لئے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔

کیا علوم خمسہ کو اللہ کے محبوب انبیاء واولیاء بھی جانتے ہیں؟

ہم یہاں پر علماءِ کرام اور مفسرین عظام کے چند اقوال اپنے قارئین کرام کی نذر کرتے ہیں اور آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ان اهل الله کی کیا تحقیق ہے۔

امید ہے کہ یہ دلائل آپ کی معلومات میں اضافے کا باعث بنیں گے۔

مفتی بغداد علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

وَاَنَّهٗ یَجُوْزُ اَنْ یُّطْلِعَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَعْضَ اَصْفِیَائِهٖ عَلٰی اِحْدٰی هٰذِهِ الْخَمْسِ وَیَرْزُقُهٗ عَزَّوَجَلَّ الْعِلْمَ بِذٰلِكَ فِی الْجُمْلَةِ.وَعِلْمُهَاالْخَاصُ بِهٖ جَلَّ وَعَلَا مَاکَانَ عَلٰی وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ لِاَحْوَالِ کُلٍّ مِّنْهَا وَتَفْصِیْلِهٖ عَلَی الْوَجْهِ الْاَتَمِّ. ۱

اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اَصفیاء کو ان علوم خمسہ میں سے بعض کی انہیں اطلاع دے دے۔ اور اللہ بلند وبرتر بالآخر انہیں یہ علم عطا فرماتا ہے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق ہے وہ ان علوم خمسہ کو بطورِ کلیت اَحوال کے تفصیلاً، احاطہ اور وشمول کے ساتھ علٰی وجہِ الاُتم خود ہی جانتا ہے۔

۱ روح المعانی ص ۱۱۲ ج ۱۱

شرح المناوی الکبیر للجامع الصغیر میں ہے:

فَلَا يُنَافِيهِ اِطِّلَاعُ اللّٰهِ تعالىٰ بَعْضَ خَوَاصِّهٖ عَلٰى بَعْضِ الْمُغَيَّبَاتِ حَتّٰى مِنْ هٰذِهِ الْخَمْسِ لِاَنَّهَا جُزْئِيَّاتٌ مَعْدُوْدَةٌ.[1]

یعنی علوم خمسہ کو تفصیلاً احاطہ اور شمول کے اعتبار سے تمام کُلیات وجزئیات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

لیکن یہ بات ہرگز اس کی منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خواص کو بعض علوم غیبیہ کا علم عطا فرمائے، یہاں تک کہ وہ انہیں علومِ خمسہ کا علم بھی ارزانی فرمادے۔ کیونکہ یہ سب گنے چُنے، متناہی اور محدود جزئیات ہیں۔

(''خلاصہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں، اصفیاء کرام کو دیگر غیوب پر علی العموم اور علوم خمسہ پر علی الخصوص مطلع فرمادے تو یہ (علمِ عطائی) ''عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' کے منافی نہیں'')

علامہ آلوسی کی تحقیق اور مسئلہ علمِ غیب پر دلائل

پہلی دلیل:

اِنَّ اَمْرَ السَّاعَةِ اَخْفَى الْاُمُوْرِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاِنَّ مَا اَطْلَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلّم مِنْ وَقْتِ قِيَامِهَا فِيْ غَايَةِ الْاِجْمَالِ وَاِنْ كَانَ اَتَمَّ من عِلْمِ غَيْرِهٖ مِنَ الْبَشَرِ.[2]

قیامت کا معاملہ اُمورِ مذکورہ میں سب سے زیادہ اَخفٰی (انتہائی خفیہ، پوشیدہ اور نازک) ہے اور جس قدر وقوعِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عنایت فرمایا وہ انتہائی اِجمال رکھتا ہے، اگرچہ آپ کا یہ علم دوسروں کے علم سے بدرجہا مکمل اور اتم ہے۔

۱ روح المعانی ج۱۱ص۱۱۲ ۲ روح المعانی ۱۱۲ج۱۱

قیامت کے وقوع کا علم فرشتوں کو بھی حاصل ہے لیکن ان کا علم بھی اجمالی ہے تفصیلی نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواص فرشتوں کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ ہو۔

لَا اَظُنُّ اَنَّ خَوَاصَّ الْمَلَائِكَةِ اَعْلَمُ مِنْهُ بِذٰلِكَ.[1]

۲۔ تیسری دلیل یہ ہے:

وَالَّذِي اخْتَصَّ بِهٖ تعالىٰ هُوَ عِلْمُ الْجَمِيْعِ وَعِلْمُ مَفَاتِيْحِ الْغَيْبِ الْمُشَارُ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ.

اور وہ علم جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس سے مراد کل عُلُوم، (کل اشیاء کا علم) مَفَاتِحُ الْغَيْبِ مراد ہیں، جیسا کہ آیت مبارکہ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ میں اشارہ ہے۔

علم ذاتی واستقلالی:

وَلَعَلَّ الْحَقَّ اَنْ يُقَالَ: اِنَّ عِلْمَ الْغَيْبِ الْمَنْفِيَّ عَنْ غَيْرِهٖ جَلَّ وَعَلَا هُوَ مَا كَانَ لِلشَّخْصِ لِذَاتِهٖ اَيْ بِلَا وَاسِطَةٍ فِيْ ثُبُوْتِهٖ لَهٗ، وَهٰذَا مِمَّا لَا يُعْقَلُ لِاَحَدٍ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِمَكَانِ الْاِمْكَانِ فِيْهِمْ ذَاتًا وَصِفَةً.

اور اس باب میں حق یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ علمِ غیب کی نفی اللہ کے علاوہ سے اس سے مراد ''ذاتی علمِ غیب'' ہے، جو بغیر واسطہ اور ذریعہ کے ہو، ایسا علم اہلِ زمین وآسمان کے کسی فرد کے لئے ممکن نہیں۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اُسے یہ علم ذاتی وصفاتی طور پر ازخود حاصل ہے تو اس کا یہ دعویٰ بالکل غیر معقول ہے۔

۱ روح المعانی

غیب کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ سے مختص ہے:

عَلٰی تَفَرُّدِہٖ تَعَالٰی بِالْعِلْمِ اللّذَاتِی الَّذِیْ ھُوَ مِنْ اُصُوْلِ صِفَاتِ الْکَمَالِ الَّتِیْ یَجِبُ اَنْ یَّتَّصِفَ الْاِلٰہُ تَعَالٰی[1]

علم ذاتی، یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے ساتھ مختص ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کے اُصول میں سے ہے کہ اس وصف کو اُسی کی ذاتِ پاک تک ہی محدود رکھا جائے۔ (اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کیا جائے)۔

چوتھی دلیل:

وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدِ اطَّلَعَ حَبِیْبَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی وَقْتِ قِیَامِھَا عَلٰی وَجْہٍ کَامِلٍ لٰکِنْ لَّا عَلٰی وَجْہٍ یُحَاکِیْ عِلْمَہٗ تَعَالٰی بِہٖ اِلَّا اَنَّہٗ سُبْحَانَہٗ اَوْجَبَ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم کِتْمَہٗ لِحِکْمَۃٍ، وَیَکُوْنُ ذَالِکَ مِنْ خَوَاصِہٖ علیہ الصلوۃ والسلام[2]

اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے وقوع کا مکمل طور پر علم دے دیا ہو لیکن نہ اس طریق سے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات واشتباہ واقع ہو (نہ اس بات کی اجازت دی ہو کہ آپ ﷺ اس علم کو (جو اسرارِ الٰہیہ میں سے ہے) لوگوں کے سامنے بیان کرتے پھریں) بلکہ آپ پر واجب وضروری قرار دیا کہ آپ اس راز وحکمت بھری سرِ الٰہی کو چھپا کر رکھیں اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ فرمائیں۔ اور اِس ("علم قیامِ قیامت") میں بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ خصوصیت ہے۔

اَقُوْلُ، راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ

۱؎ روح المعانی ج ۲ ص ۹، نیز روح المعانی ص جلد ۱۰ سورۃ نمل ۲؎ روح المعانی ص ۱۱۳ ج ۱۱

یہی وجہِ خصوصیت ہے کہ جب حضور علیہ السلام سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ؟ مَتَی السَّاعَۃُ! قیامت کب واقع ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْھَا اَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، لٰکِنَّ اُحَدِّثُکَ عَنْ اَشْرَاطِھَا[1]

یعنی قیامت کے بارے میں مسئول عنہ (محمد ﷺ) سائل (جبرائیل) سے زیادہ نہیں جانتا۔ (یعنی دونوں کا علم برابر ہے)۔

لیکن میں آپ کو اس کی علامات/نشانیاں بتا سکتا ہوں۔[2]

فائدہ: یاد رہے کہ بعض علماء نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت جبرائیل کے علم کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ "عدمِ علم قیامت" میں دونوں برابر ہیں۔ قیامت کا علم "اَخْفَی الْاُمور" (سب سے زیادہ مخفی راز) میں سے ہے اکابرین نے اس بنا پر یہ توجیہ فرمائی ہے لیکن تحقیقی بات وہی ہے جس کو علامہ آلوسی بغدادی نے بیان کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ السَّاوِیُّ فِی الْعِلْمِ، بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اسْتَاثَرَ بِعِلْمِھَا عَلٰی وَجْہِ الْاَکْمَلِ وَیُرْشِدُ اِلٰی عِلْمِ الْاِجْمَالِیِّ بِھَا ذِکْرَ اَشْرَاطِھَا کَمَا لَایَخْفٰی۔[3]

یعنی حضور اور جبرائیل علیہما السلام قیامت کے علم میں برابر ہیں، بایں طور کہ قیامت کا علم مکمل اپنے پاس رکھا ہے (زیادہ سے زیادہ) اس کا اجمالی علم اور

۱؎ ابن کثیر ص ۴۰۰ ج ۵ ۲؎ ابن کثیر ۳؎ روح المعانی ص ۱۱۳ المجلد ۱۱

اس کی اَشراط (نشانیوں) کی راہنمائی فرماتا ہے۔ اور یہ ایک واضح بات ہے۔
یعنی قیامت کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہی اس کا کمال علم رکھتا ہے، حضور کا علم اجمالی ہے، اسی لئے آپ نے قیامت کے آثار، اس کی نشانیوں کو بیان فرمایا ہے۔

پانچویں دلیل:

یاد رہے کہ جب لفظ "عَالِمُ الْغَیْبِ" بولا جائے تو اس سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہوتی ہے۔ (اس کا ذاتی، استقلالی، علم مُحیط مراد ہوگا)
ہاں باِعلامِ الٰہی، مثلاً
"اُظْهِرُوْا" "اُطْلِعُوْا" و "اُفِیْضُوْا" وغیرہ
ماضی مجہول کے صیغوں/ الفاظ کے ساتھ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا علم غیب نبی پر ظاہر فرمادیا یا انہیں اطلاع دی گئی، اور اللہ کے فیض، اِفاضۂ الٰہی سے وہ غیب کو جانتے ہیں، تو اس عقیدہ کے ساتھ، اِطلاق درست ہوگا۔ لیکن افضل یہ ہے کہ "عالِمِ الغیب" کا اطلاق غیر اللہ پر نہ کیا جائے۔
علامہ آلوسی نے ان الفاظ میں وضاحت فرمادی ہے کہ
اِنَّ اللّٰہ تعالٰی اَعْلَمَهٗ وَعَرَّفَهٗ ذٰلِكَ بِطَرِیْقٍ مِنْ طُرُقِ الْاِعْلَامِ وَالتَّعْرِیْفِ.
اللہ نے ان کو بتادیا، اس کی پہچان و معرفت کرادی، یہ اِعلام اور تعریف کے کسی بھی طریقہ سے ہو (تو درست ہے)۔

---
1 کما سیاتی التحقیق (تفسیر روح المعانی ص ۱۱ ج ۱۰)

چھٹی دلیل:

قیامت کا علم اِنتہائی راز و اسرار اور خفیہ اُمور میں سے ہے۔
رسول اللہ ﷺ کو قیامِ قیامت کا علم دیا گیا ہے گو وہ ہے تو علمِ اجمالی، لیکن تمام انبیاء و مُرسلین، ملائکۂ مقربین کے علم سے اَتَمّ، اَکْمَلْ اور اَشمل ہے۔

ساتویں دلیل:

وَنَقَلَ الْقَسْطَلَانِیْ فی فتح الباری عَنِ الْقُرطبی:
اَنَّهٗ قَالَ مَنِ ادَّعٰی عِلْمَ شَیْءٍ مِنَ الْخَمْسِ غَیْرُ مُسْتَنِدِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانَ كَاذِبًا فِی دَعْوَاهُ.[1]
یعنی جو شخص ان علومِ خمسہ میں سے کسی کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اور درمیان میں رسول اللہ ﷺ بطور سند و فیضان/ وسیلہ کے پیش نہیں کرتا، تو ایسا شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو اُمورِ خمسہ کا علم دیا ہے اور نبی کی اتباع و پیروی میں کوئی ولی اللہ ان علوم کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا یہ دعویٰ درست ہوگا۔
جیسا کہ ملا جیون علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:

تفسیرات احمد:

وَلَكَ اَنْ نَقُوْلَ اَنَّ عِلْم هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَاِنْ كَانَ لَا یَمْلِكُهٗ اِلَّا اللّٰه، لٰكِنَّ یَجُوْزُ اَنْ یُعَلِّمَهَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ مُحِبِّهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ (اِلٰی اَنْ) اَنَّ اللّٰه تعالٰی یَطَّلِعُ الْاَوْلِیَاءَ عَلٰی بَعْضٍ مَایَشَاءُ مِنَ الْغُیُوْبِ الْخَمْسَةِ.[2]

---
1 روح المعانی 2 تفسیرات احمد ۶۰۹/۶۰۸، مطبوعہ مطبع کریمی الواقع فی بمبئی

اور آپ یہ کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان پانچ علوم خمسہ کا اگر چہ اللہ
علاوہ کوئی مالک وتصرف نہیں رکھتا لیکن جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان علوم کو اپنے محبوب
اور اولیاء کرام میں سے جسے چاہے سکھا دے۔

اور اللہ اپنے ولیوں کو جس قدر چاہے علوم خمسہ پر انہیں اطلاع دیتا ہے

آٹھویں دلیل:

موکل فرشتہ / رحم مادر:

امام بخاری نے انس بن مالک کی روایت سے بیان کیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ: يَارَبِّ نُطْفَةٌ يارب عَلَقَةٌ يا رَبِّ مُضْغَةٌ، فَإِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهٗ قَالَ: أَذَكَرٌ اَمْ اُنثٰى شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ، فَمَا الرِّزْقُ وَالْاَجَلُ؟ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ فَحِيْنَئِذٍ يَعْلَمُ بِذٰلِكَ الْمَلَكُ وَمَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ خَلْقِهٖ عَزَّوَجَلَّ۔[1]

اللہ تعالیٰ نے رحم (مادر) کے سلسلہ میں ایک فرشتے کو موکل (مقرر) فرمایا ہے، فرشتہ ان تین مدارج پر عرض کرتا ہے: کہ اے میرے رب! نطفہ یارب علقہ یارب! مُضغَہ کہ بچہ / بچی اپنے پہلے مرحلہ ''نُطفہ'' کی حالت میں پھر اب علقہ خون بستہ کی شکل میں ہے وہ اب مُضغَہ (لوتھڑے کی صورت اختیار) کر چکا ہے۔ پھر وہ فرشتہ عرض کرتا ہے: کیا وہ لڑکا ہو یا لڑکی، سعید (سعادت مند) ہو یا بد بخت؟ اس کو روزی کہاں سے ملے گی؟

اس کی موت کہاں واقع ہوگی۔ سو وہ فرشتہ ہر چیز اَرحام (Wombs) کے اندر ہی یہ ساری باتیں لکھ دیتا ہے فرشتہ ان تمام منازِل سے واقف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے، ان اَحوال کا علم اُسے عطا فرما دیتا ہے۔

[1] روح المعانی

سیکشن نمبر 3

مسئلہ علم غیب

اور

علوم خمسہ

علوم خمسہ رعلم الساعۃ

سورۃ لقمان میں زیرِ آیت علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

آیت نمبر ۲۸: إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

(سورۃ لقمٰن ۳۱:۳۴)

هٰذِهٖ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ الَّتِيْ اِسْتَأْثَرَاللّٰهُ تَعَالٰى بِعِلْمِهَا، فَلَا يَعْلَمُهَا اَحَدٌ اِلَّا بَعْدَ اِعْلَامِهٖ تَعَالٰى بِهَا؛ فَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ لَايَعْلَمُهٗ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَّلَامَلَكٌ مُقَرَّبٌ.

(لَايُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّاهُوَ) [1]

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش عطا فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ اَرحام میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کسی انسان کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کہاں واقع ہوگی، بے شک اللہ تعالیٰ ہی پورا علم (اور) پوری خبر رکھتا ہے۔

ان چیزوں کو مفاتیح الغیب کہا جاتا ہے۔ جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مختص فرمایا ہے۔

سو ان میں کسی شے کو کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا مگر اُس کے بتانے سے، سو (اسی طرح) قیامت کب واقع ہوگی اس کو نہ تو کوئی نبی مُرسل جانتا ہے اور نہ ہی کوئی مُقرّب فرشتہ۔

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۳۹۹ (سورۃ لقمان)

اہل علم جانتے ہیں کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اِلَّا بَعْدَ اِعْلَامِهٖ، مگر خدا کے بتانے اور اِعلام سے اللہ کا نبی جانتا ہے۔

اسی طرح بارش کب ہوگی لَايَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ، خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر جو خدا نے بارش پر فرشتے (الملائکۃ المقربون) مقرر فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يَّشَاءِ اللّٰهُ اور جن کو اللہ تعالیٰ چُن لے۔ اسی طرح اَرحام کا علم کوئی نہیں جانتا، کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، بد بخت ہوگا یا سعادت مند، لیکن جو فرشتے مقرر ہیں اُن کو ہر چیز کا علم ہے۔ (عَلِمَ الْمُوَكَّلُوْنَ بِذٰلِكَ، وَمَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهٖ) اور جیسا کہ تفسیر قرطبی میں ہے:

فَاللّٰهُ تعالٰى عِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ ، وَبِيَدِهِ الطُّرُقُ الْمُوَصِّلَةُ اِلَيْهِ، لَايَمْلِكُهَا اِلَّاهُوَ، فَمَنْ شَاءَ اِطْلَاعَهٗ عَلَيْهَا اِطَّلَعَهٗ وَمَنْ شَاءَ حَجَبَهٗ عَنْهَا حَجَبَهٗ. وَلَايَكُوْنُ ذٰلِكَ مِنْ اِفَاضَتِهٖ اِلَّا عَلٰى رُسُلِهٖ، بدليل قوله تعالٰى:

الف: وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ على الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

ب: وقال: عَالِمُ والْغَيْبِ فلايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

ان ہر دو بالا آیات کی روشنی میں وعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ کی تشریح میں علامہ قرطبی علیہ الرحمہ کا مفہوم یہ ہے

”کہ اُسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں اور ان چابیوں / خزائن غیب تک رسائی (Approch) کے راستے، طُرُق بھی اُسی کے پاس ہیں، اور ان کا مالک بھی وہی ہے۔

ہاں وہ جس کو چاہے ان پر اُسکو مطلع کرے۔ اور جس کو اطلاع نہ دے،

سونہ دے یہ اُسی کے اختیار میں ہے اور ان علوم خمسہ ۱ کا افاضہ صرف اُس کے رسولوں پر ہی ہوتا ہے۔

تفسیر قرطبی میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ: آیت میں توسل الی الغیوب کا استعارہ موجود ہے جس طرح عالم مشاہد میں چابی کے ذریعہ تالا کھولا جاسکتا ہے۔

"اِلَّا مَنِ اصۡطَفٰی مِنۡ عِبَادِہٖ" (ص۲ج۷) میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہے منتخب فرما کر عُلُومِ خَمسہ سے مُتعارف فرما سکتا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ [1]

اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا الخ

آپ مزید فرماتے ہیں:

وَيَحۡتَمِلُ اَنۡ يَكُوۡنَ ذٰلِكَ قَبۡلَ اَنۡ يَّطۡلِعَهُ اللّٰهُ تعالٰى عَلَى الۡغَيۡبِ فَلَمَّا اطَّلَعَهُ اَخۡبَرَبِهٖ اَوۡيَكُوۡنُ خَرَّجَ هٰذَا الۡكَلَامَ مَخۡرَجَ الۡجَوَابِ عَنۡ سُؤَالِهِمۡ.

ثُمَّ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَظۡهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اَشۡيَاءَ مِنَ الۡمُغۡيَبَاتِ، لِيَكُوۡنَ ذٰلِكَ مُعۡجِزَةً لَهٗ وَدَلَالَةً عَلٰى صِحَّةِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ انتهٰى [2]

۱ سورۃ الاعراف پ۹: ۱۸۸: ۷ ۲ تفسیر روح المعانی ص ۱۳۷ ج ۵

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین / مشرکین اور یہود کے استفسارات کا جواب دیا کہ اگر میں غیب جانتا تو ذاتی فوائد کے حصول اور نقصانات سے بچاؤ کی قبل از وقت تدبیر کر لیتا۔

علامہ آلوسی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس بات کا اِحتمال ہے کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جبکہ آپ کو "اِطلاع علی الغیب" نہ مِلی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے علم غیب پر مُطلع فرما دیا تو آپ نے اس کی خبر دیدی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ قوم نے جو آپ سے سوال کیا تھا اس کے جواب میں آپ نے یہ کلام فرمایا ہو۔

اس کے بعد ...... اللہ تعالیٰ نے بہت سے اُمُورِ غیبیہ کو آپ پر ظاہر فرمایا تا کہ یہ اِطلاع واظہار علی المغیبات آپ کا معجزہ اور آپ کی نبوت کی سچائی کی دلیل بنے۔

وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝

(سورہ انعام ۶:۵۹)

اور اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے) مفاتح الغیب پانچ ہیں:

۱۔ قیامت کا علم
۲۔ بارش کا نزول
۳۔ رحمِ مادر میں کیا ہے؟
۴۔ کل آنے والے واقعات وحوادثات وغیرہ
۵۔ اور موت کہاں واقع ہوگی؟

یاد رہے کہ ان پانچ اُمور کو عربی زبان میں عُلُومِ خَمسہ کہا جاتا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان علوم خمسہ کی اطلاع اور ان کا علم اپنے پیارے بندوں، خواص کو عطا فرماتا ہے اور خدا کے بتلائے بغیر از خود کوئی شخص کچھ نہیں جانتا جیسا کہ اس سے پہلے بھی متعدد مقامات پر تشریح کی گئی ہے۔

علمِ قیامت اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ:

سورۃ اعراف میں آیت ۷:۱۸۷ کے تحت فرماتے ہیں:

وَظَاهِرُ الْآيَاتِ اَنَّهٗ عليه الصلوة والسلام لَمْ يَعْلَمْ وَقْتَ قِيَامِهَا نَعَمْ عَلِمَ عليه الصلوة والسلام قُرْبَهَا عَلَى الْإِجْمَالِ وَاَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ: فَقَدْ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى"[1]

بظاہر آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قیامِ قیامت کا وقت نہیں جانتے تھے ہاں آپ اجمالی طور پر قُربِ قیامت کو جانتے تھے اور جس کی آپ نے خبر بھی دے دی۔

امام ترمذی نے اپنی سند صحیح کے ساتھ مرفوعاً اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

کہ "حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح ہاتھ کی دونوں انگلیاں (سبابہ اور وُسطیٰ) ایک ساتھ جڑی ہوتی ہیں۔"

اس سے مراد قُربِ قیامت ہے۔

۱ تفسیر روح المعانی ص۱۳۴ جلد۵

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ:

قُلْنَا: بَلْ يُظْهِرُهٗ عِنْدَ الْقُرْبِ مِنْ اِقَامَةِ الْقِيَامَةِ، وَ كَيْفَ لَا وَ قَدْ قَالَ: وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ○

(سورۃ الفرقان ۲۵:۲۵)

ترجمہ: اور جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے لگاتار اُتارے جائیں گے)

ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قربِ قیامت کو اپنے محبوبین پر اظہارِ غیب فرمائے گا (یعنی قیامت کے وقوع کا)

"وَلَاشَكَّ اَنَّ الْمَلٰئِكَةَ يَعْلَمُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ قِيَامَ الْقِيَامَةِ"[1]

اور بلا ریب وشک! فرشتے جان لیں گے وقوعِ قیامت کے وقت کو۔

امام رازی کی تحقیق کے مطابق اللہ کے فرشتوں کو بھی وقتِ قیامِ قیامت کا علم ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہی ہمارا مدعا ہے:

علامہ آلوسی اور علوم خمسہ کی مزید تشریح

وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ تعالىٰ قَدْ اِطَّلَعَ حَبِيْبَهٗ عليه الصلوة والسلام عَلٰى وَقْتِ قِيَامِهَا عَلٰى وَجْهٍ كَامِلٍ لٰكِنْ لَا عَلٰى وَجْهٍ يُحَاكِيْ عِلْمُهٗ تعالىٰ بِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ اَوْجَبَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتْمَهٗ لِحِكْمَتِهٖ وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ مِنْ خَوَاصِهٖ عليه الصلوة والسلام وَلَيْسَ عِنْدِيْ مَايُفِيْدُ الْجَزْمَ بِذٰلِكَ.[2]

۱ تفسیر رازی ص ۶۷۸ ۲ روح المعانی ص۱۳ ج۱۱، سورۃ لقمان

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوعِ وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو، لیکن اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے حضور ﷺ پر اس کا اخفا واجب کر دیا ہو اور یہ علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواص میں سے ہو، (لیکن اس کی میرے پاس کوئی قطعی دلیل موجود نہیں)۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

وَيَجُوْزُ اَنْ يَطَّلِعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَعْضَ اَصْفِيَائِهٖ عَلٰى اِحْدٰى هٰذِهِ الْخَمْسِ [1]

اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اصفیاء کو ان عُلومِ خمسہ میں سے کسی ایک پر اطلاع دے دے۔

شارح بخاری علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

وَقَدْ نَقَلَ الْعَسْقَلَانِى فى فتح البارى عن القرطبى: اَنَّهٗ قَالَ: مَنِ ادَّعٰى عِلْمَ شَیْءٍ مِنَ الْخَمْسِ غَيْرَ مُسْنِدِهٖ اِلٰى رسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كَانَ كَاذِبًا فِى دَعْوَاهُ.

ترجمہ: جو شخص ان اُمورِ خمسہ میں سے کسی ایک چیز کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کئے بغیر، تو ایسا شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

اِنَّ اَمْرَ السَّاعَةِ اَخْفَى الْاُمُوْرِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاِنَّ مَا اَطْلَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَقْتِ قِيَامِهَا فِىْ غَايَةِ الْاِجْمَالِ وَاِنْ كَانَ اَتَمَّ مِنْ عِلْمِ غَيْرِهٖ مِنَ الْبَشَرِ [2]

---
1 ص۱۲۱ ج۱۱ 2 روح المعانی ص۱۱۲ (سورۃ لقمان)

امور مذکورہ میں سے قیامت کے وقوع کا مسئلہ سب سے زیادہ اخفیٰ ہے۔

اور اللہ نے حضور کو جس قدر اس کا علم دیا ہے وہ انتہائی اِجمالی ہے اگرچہ آپ کا یہ علم بہ نسبت اوروں کے ہر لحاظ سے اَکْمَلُ وَاَتَمُّ ہے جیسا کہ خطیبِ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث

"مَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَهٗ فِى السَّمَاءِ"

الحدیث کی تشریح میں لکھا ہے:

"وَلَاشَكَّ اَنَّ اللّٰهَ تعالى قَدْ اِطَّلَعَه عَلٰى اَزْيَدَ مِنْ ذٰلِكَ وَاَلْقٰى عَلَيْهِ عُلُوْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ" [1]

اور کوئی شک نہیں کہ (جو ہوا میں پرندہ پرواز کرتا ہے اور اپنے بازوؤں/پروں/جناح کو حرکت دیتا ہے، اس کا بھی آپ نے ہم سے ذکر فرمایا) بلا ریب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بھی زیادہ اطلاع دی ہے اور آپ پر تو علوم اوّلین اور آخرین کے اِلقاء فرمائے

اعتراض: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فرشتہ کا علم رسول اللہ سے زیادہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: تو اس کا مختصر جواب وہی ہے جو صاحبِ روح المعانی نے دیا ہے:

وَلَا اَظُنُّ اَنَّ خَوَاصَ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِم السَّلَامُ اَعْلَمُ مِنْهُ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بِذٰلِكَ

میرا یقین ہے کہ خواص فرشتے (جبرائیل، عزرائیل، میکائیل، اسرافیل) بھی آپ ﷺ سے اَعْلَمُ (زیادہ جاننے والے) نہ تھے۔

---
1 مواہب اللدنیہ ص۱۹۲ ج۲

علامہ امام غزالی "المنقذمن الضّلال" میں فرماتے ہیں:

اللہ کے نیک بندے اتنا عظیم مرتبہ رکھتے ہیں کہ اُن کی رفعت شان بیان کرنے سے انسانی زبانیں بھی گنگ ہیں:

"ثُمَّ اَنَّهُمْ..... وهُمْ فى يَقْظَتِهِمْ يُشَاهِدُوْنَ الْمَلٰئِكَةَ وَاَرْوَاحَ الْاَنْبِيَاءِ وَيَسْمَعُوْنَ مِنْهم اَصْوَاتًا وَيَقْتَبِسُوْنَ مِنْهُمْ فَوَائِدَ.

یعنی وہ حالتِ بیداری میں فرشتوں اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے اَصوات (آوازوں) کو سنتے ہیں اور ان سے فَیض یاب ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح قاضی ابوبکر بن العربی نے بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ ۱

طفیل دوست باشد ہرچہ باشد
رُخسارِ من اینجا وتو درگل نگری

فراق دوست اگراندک است اندک نیست
درونِ دیدہ اگرنیم مُواست بسیار است

علامہ جلال الدین سیوطی اور علوم خمسہ:

آپ خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهٗ صلى الله عليه وسلم اُوْتِيَ عِلْمَ الْخَمْسِ اَيْضًا وَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوْحِ وَاَنَّهٗ اَمَرَ بِكِتْمِ ذٰالِكَ ۲

اور بعض نے فرمایا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو اُمور خمسہ کا علم بھی دیا گیا ہے، اس طرح وقوعِ قیامت کے وقت اور "روح" کا علم بھی دیا گیا تھا، لیکن ان کے اِظہار کی آپ کو اجازت نہ تھی۔ بلکہ چھپانے کا حکم تھا۔

۱ تفسیر روح المعانی ص۴۰ المجلد الحادی عشر

۲ علامہ جلال الدین سیوطی ، (خصائص کبریٰ ج ۳ ص ۱۶۰)

اور بہت سے دیگر علماء کرام اور محدثین ومفسرین عظام کے حوالہ جات محض بخوف طوالت چھوڑ دیئے گئے ہیں علماءِ اہل سنت وجماعت کی کتابیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

صرف ایک حوالہ العلامہ الشیخ المناوی کا پیشِ خدمت ہے علامہ مناوی شرح المناوی الکبیر للجامع الصغیر للسیوطی میں رقمطراز ہیں:

خَمْسٌ لَايَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ كُلِيًّا وَجُزْئِيًّا فَلَايُنَافِيْهِ اِطّلَاعُ اللّٰهِ تعالىٰ بَعْضَ خَوَاصِهٖ عَلٰى بَعْضِ الْمُغِيْبَاتِ حَتّٰى مِنْ هٰذِهِ الْخَمْسِ لِاَنَّهَا جُزْئِيَاتٌ مَعْدُوْدَةٌ وَاِنْكَارُ الْمُعْتَزِلَةِ مُكَابَرَةٌ ۱

پانچ چیزوں کے علوم کو عَلٰی وجہِ الاحاطۃ والشمول کُلّی وجزئی اعتبار سے کوئی نہیں جانتا بجز ذات الٰہ کے تو یہ منافی نہیں کہ اللہ بعض مغیبات پر اپنے بعض بندوں کو اطلاع دے، یہاں تک کہ ان پانچ اُمور پر جن کو علومِ خمسہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی تو جزیات مَعْدُوْدَۃ (گنے چنے چند ہی تو جزیات) ہیں۔

علوم خمسہ اور الشیخ احمد المدعو بملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ملاجیون قدس سرہ العزیز تفسیرات احمدیہ میں مسئلہ ھذا کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَاِنْ كَانَ اِلا اللّٰهُ" لٰكِنَّ يَجُوْزُ اَنْ يُعَلِّمَهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ مُحِبّهٖ وَ اَوْلِيَائِهٖ بِقَرِيْنَةِ قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ، عَلٰى اَنْ يَكُوْنَ الْخَبِيْرُ بِمَعْنَى الْمُخْبِرِ (اِلٰى اَنْ قَالَ)

۱ بحوالہ تفسیر روح المعانی ص۱۱۲ ج۱۱

نَعْلَمُ مِنْ كَلَامِهٖ هٰذَا اِنَّ اللّٰه تَعَالٰى يَطَّلِعُ الْاَوْلِيَاءَ عَلٰى بَعْضِ مَايَشَاءُ مِنَ الْغُيُوبِ الْخَمْسَةِ [1]

اور آپ یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ علوم خمسہ وہ ہیں کہ جن کا مالک ومتصرّف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن جائز ہے کہ رب تعالیٰ اپنے محبین اور اولیاء کاملین میں سے جن کو وہ چاہئے، انہیں یہ علوم عطا فرما دیتا ہے اس کا قرینہ آیت میں لفظ خبیر بمعنی مُخبِر ہے

علامہ بیضاوی اور صاحب مدارک کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین، اولیاء کرام میں سے جن کو چاہے انہیں ان علوم خمسہ پر مطلع فرماتا ہے۔

علامہ ابن حجر المکی الھیتمی الشافعی ف ۹۷۴ھ اپنے فتاوی میں روح کے متعلق رقمطراز ہیں:

وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ فِي الْاٰيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ تَعَالٰى لَمْ يُطْلِعْ نَبِيَّهٗ عَلٰى حَقِيْقَتِهَا بَلْ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ اِطَّلَعَهٗ وَلَمْ يَامُرْهُ اَنْ يُّطْلِعَهُمْ وَقَدْ قَالُوْا فِي عِلْمِ السَّاعَةِ نَحْوَ هٰذَا وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِطَّلَعَ عَلَيْهَا وَاُمِرَ بِكَتْمِهَا، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

بعض اکابرین نے فرمایا ہے کہ آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس سے یہ ثبوت ملتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حقیقتِ روح پر مُطلع نہیں فرمایا بلکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ نے آپ کو اسکی اطلاع دی ہے، لیکن

[1] تفسیرات احمدیہ ۶۰۸/۱۰۹۔ طبع مطبع کریمی بمبئی۔ انڈیا
[2] الفتاوی الکبریٰ الفقہیہ، الجزء الثانی ص ۴

ایسے دوسروں کو بتانے کا حکم نہ دیا ہو، اس طرح کی توجیہ علم السَّاعَةِ میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے آپ ﷺ کو وقوع وقتِ قیامت بتا دیا تھا لیکن اُسے چھپانے کا حکم تھا۔

واللہ وسبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے)

اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے اور دلوں کے اَسرار سے واقف

آیت نمبر ۲۹ : اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

(سورۃ فاطر ۳۵:۳۸)

ترجمہ: بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا، بے شک وہ دِلوں کی بات کو جانتا ہے۔[1]

توضیح: اللہ تعالیٰ خالقِ ارض وسماء ہے اور کائنات کی ہر چیز کے مقاصد سے اچھی طرح واقف ہے، اس نے ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو حسنِ ترتیب کے ساتھ مربوط فرمایا ہے اور اتنی بڑی اَرضی وسماوِی مخلوق کو پیدا فرما کر اپنے دائرۂ اختیار میں رکھا ہے کوئی شے نہ تو بے مقصد ہے اور نہ ہی رائیگاں اور بے کار۔ اور کوئی ذرّہ بھی اس کے علمِ محیط سے باہر نہیں اور جانوروں، چرند وپرند، برّی وبحری مخلوقات کے علاوہ آسمانوں کی مخلوق پر اُسے مکمل دسترس، نظم وضبط کنٹرول وتصرُّف حاصل ہے جن واِنس کی حرکات وسکنات اور اُن کے دلوں کے ارادوں اور کھٹکوں سے بھی وُہ بخوبی واقف ہے ہمارے دل ودماغ کے نہاں خانوں، اور خیالات وتصوّرات کے زاویوں سے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ شے بھی اُس سے نہاں اور پوشیدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ علیم بذاتِ الصّدور ہے یہ صفات صِرف اللہ تعالیٰ کی ہیں اور ان صفات میں وُہ یکتا ومُنفرِد ہے اُس کی مخلوق میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ جس طرح وہ اپنی ذات میں لاشریک ہے اسی طرح اپنی تمام صفات میں بھی یگانہ، بے نظیر و بے مثال ہے۔

اہلِ اسلام کا یہی عقیدہ وایمان ہے۔ اور اللہ قادرِ مطلق ہے کوئی شے اس کے قبضہ وملکیت سے باہر نہیں، جیسا کہ اُس کا اِرشاد ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ○

(سورۃ فاطر ۳۵:۴۴)

اور اللہ وہ نہیں جس کے قابو سے نکل سکے کوئی شے آسمانوں اور نہ زمین میں، بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔[۲]

اللہ عزوجل کے ہاں ہر چیز کا ایک ریکارڈ موجود ہے:

خداوند قدوس نے زندوں اور مردوں کا باقاعدہ ایک رجسٹر وریکارڈ تیار کر رکھا ہے کوئی شے اُس کے حساب وکتاب سے باہر نہیں سورۃ یٰسین میں اس حقیقت کو اس طرح بیاں فرمایا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○

(سورۃ یٰسین ۳۶:۱۲)

۱ اور ۲ رضا

ترجمہ: بے شک ہم مُردوں کو جلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا، اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے، اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔

فائدہ: مومن کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ حیاتِ اَبد، دائمی زندگی ملے گی، وہاں سزا وجزا کا عمل جاری ہوگا جسے دارِ مکافات کہتے ہیں اُن کے اچھے اعمال اور حسنات کا اُنہیں بہترین صلہ ملے گا اور بدی وشر کی سزا بھی سخت ہوگی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

(سورۃ زلزال ۷/۸:۹۹)

ترجمہ: تو جو ایک ذرّہ برابر بھلائی کرے، اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ برابر بُرائی کرے اُسے دیکھے گا۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ○

(سورۃ فاطر ۱۰:۳۵)

ترجمہ: اُسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اُسے بُلند کرتا ہے اور وُہ جو بُرے داؤں کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے اور اُنہی کا مکر برباد ہوگا۔

آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کس چیز کا نام ہے؟

آیت نمبر ۳۰ : مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(سورۃ الشوریٰ ۴۲:۵۲)

ترجمہ: اس سے پہلے تُم نہ کتاب جانتے تھے نہ اَحکام (وایمان) شرح کی تفصیل، ہاں ہم نے اُسے نُور کیا، جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں، اور بیشک تُم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ [1]

تشریح: ''اور ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی

''رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا'' ''ایک جانفزاء چیز اپنے حکم سے''

آیت بالا کا مفہوم اب واضح ہے کہ ''وحی اِلٰہی'' دلوں کی دنیا میں حیرت انگیز انقلاب اور مُسرّت وخوشی کی نویدِ جانفزاء کی مُوجب ہوتی ہے، نبی اللہ کی تعلیم ووحی سے اُن غیر معلوم اُمور کو جاننے لگتے ہیں جن سے افرادِ نسل آدم بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔

کیا ''اَنبیاء'' اللہ کی ذات (توحید) پر ایمان اور اصولِ شرعیہ کی اِساس وحقیقت سے جاہل اور بے خبر ہوتے ہیں؟

ایمانی اور عرفانی نقطۂ نظر سے اس کا وہی جواب صحیح وافضل ہے جو علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں رقم فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:

---

1. رضا

''والصّوابُ اِنَّهم مَعْصُومُون قبلَ النُّبوّةِ من الْجَهلِ بِاللّٰهِ وَصِفاتِه وَالتّشَكك فِى شَىْءٍ مِن ذٰلِكَ'' [1]

اس کا درست وباصواب جواب یہ ہے کہ بے شک تمام اَنبیاء اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں قبل از نبوت جہالت ونادانی اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالکل پاک ہوتے ہیں

کیونکہ خدا کی راہنمائی میں ان کی نوجوانی اور شباب کے شب وروز گذرتے ہیں۔ اور من جانب اللہ ان کی حفاظت ہوتی ہے اور کفر وعصیان کاری سے وہ معصوم ہوتے ہیں اس سلسلہ میں ہم اہلِ علم کے چند دلائل پیش کرتے ہیں:

۱۔ نبراس میں ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّهم عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَعْصُومُوْنَ مِن الْكُفْرِ قَبْلَ النَّبُوَّةِ وَبَعْدَهَا بِالْاِجْمَاعِ ثُمَّ ذَكَ عِصْمَتَهُمْ مِنَ الْكَبَارِ وَالصَّغَائِرِ.

یقیناً انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور بعد آلائشِ کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ یہ بات بالاجماع ثابت ہے پھر آپ نے ان کی عصمت کا ذکر فرمایا کہ وہ کبائر وصغائر سے مُنزّہ ہوتے ہیں۔

''تفسیر مظہری'' میں قاضی ثناء اللہ العثمانی المتوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

يَعْنِىْ شَرَائِعَهٗ وَمَعَامِلَةَ الَّتِىْ لَاطَرِيْقَةَ اِلَيْهِ غَيْرُ السَّمْعِ.

فَقَالَ مُحَمَّد بْنِ اَسْحَاق اَلْمُرَادُ بِالْاِيْمَانِ فِى هٰذَا المقامِ الصَّلٰوةُ، كَمَا فِى قَوْلِهٖ تعالٰى: مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ وَهٰذَا التَّفْسِيْرُ مَبْنِىٌّ عَلٰى اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ اِتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِم

---

1. قرطبی، شوریٰ جلد ۱۶ ص ۵۵ 2. قال علامہ الاقانی فی شرح جوہریۃ، نبراس شرح عقائد ص ۲۸۹

السَّلَام كَانُوا مُلْهَمِينَ مِنَ اللّٰهِ تَعالٰى بِالْإِيْمَانِ بِالصَّانِعِ الْمُتَوَحِّدِ بِصَفَاتِ الْكَمَالِ الْمُنَزَّهِ عَنِ النَّقْصِ وَالزَّوَالِ. وَمَاقِيلَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَبْلَ الْوَحْيِ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيمَ فَشَيْءٌ لَايُصَاعِدُهُ الْعَقْلُ فَاِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اُمِّيًّا لَمْ يَقْرَءِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَكُنْ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ شَائِعًا فِيْ قُرَيْشٍ كَانُوْ يَعْبُدُوْنَ الْحِجَارَةَ غَيْرَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْغَبُ اِلَى الْخَلْوَةِ قُلْتُ وَيُمْكِنُ اَنْ يُّقَالَ اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مُؤْمِنًا كَامِلًا مُحَقِّقًا بِحَقِيْقَةِ الْاِيْمَانِ لٰكِنَّ لَمْ يَدْرِ اَنَّ هٰذِهِ الْحَالَةَ اِيْمَانٌ: وَاللہ اعلم۔[1]

یعنی حضور ﷺ شریعت (کی تفاصیل) اور وہ تمام معاملات دینیہ جن تک رسائی دلائل سمعیہ کے بغیر ناممکن ہے ان کو نہیں جانتے تھے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَاالْكِتَابُ وَلَاالْاِيْمَانُ کی تشریح میں محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے اس کے ثبوت میں آپ قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ اللہ کی شایانِ شان نہیں کہ وہ تمہارے ایمانوں کو ضائع کرے۔

اور اس تفسیر کا مبنٰی و دار و مدار اِس بات پر ہے کہ تمام اہلِ علم کا اِتفاق ہے کہ اَنبیاء کرام علیہم السلام کو خدا کی طرف سے لازِمًا بتادیا جاتا تھا کہ وہ خالق کائنات کی توحید (اُس کی) ذات وصفاتِ کمالیہ جو ہر قسم کے نقص اور زوال سے منزّہ ہیں پر ایمان لائیں۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ وحی سے قبل دینِ ابراھیمی کے مطابق عبادت کرتے تھے، یہ ایسی چیز ہے جو عقل و نقل سے مطابقت نہیں رکھتی، اس لئے

[1] الشوریٰ ۵۲۔ مظہری ج ۸ ص ۳۳۴

حضور ﷺ ''اُمّی'' تھے نہ تو آپ نے کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ ہی دینِ ابراہیمی کا قریش میں چرچہ تھا، وُہ تو بت پرستی کرتے تھے آپ ﷺ تخلیہ پسند تھے۔ میں کہتا ہوں:

کہ (کتاب اور ایمان کی توجیح میں) یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ مؤمن کامل کی حیثیت سے ایمان کی حقیقت کو بخوبی جانتے تھے، لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ (موجودہ) حالت ایمان کہلاتی ہے۔

سید محمود آلوسی البغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ مفتی بغداد و مرجع اہل العراق اپنی تفسیر روح المعانی میں رقمطراز ہیں:

آپ نے چند اہم نکات بیان فرمائے ہیں، اس لئے اختصاراً ہم آپ کے ارشادات پر اکتفاء کریں گے۔

۱۔ یہ کہنا کہ آپ ﷺ قبل از وحی ایمان کے بارے میں لاعلم تھے۔ ''لَايَصِحُّ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ جَمِيْعًا قَبْلَ الْبِعْثَةِ مُؤْمِنُوْنَ لِعِصْمَتِهِمْ عَنِ الْكُفْرِ الخ

یہ کہنا صحیح نہیں، اس لئے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ تمام اَنبیاء کرام اپنی بعثت سے پہلے ''مؤمن'' ہوتے ہیں اس لئے کہ ان سے کفر کا صُدور ناممکن ہے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مجردِ ایمان باللہ کی تصدیق مراد نہیں۔

''بَلْ مَجْمُوْعُ التَّصْدِيقِ وَالْاِقْرَارِ وَالْاَعمالِ''

مراد ہے اور ایمان کی تعریف میں یہ اصول ہے کہ خداوند تعالیٰ کی توحید کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی بھی تصدیق کی جائے

اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ

وَلَاشَكَّ انه قَبْلَ الْوَحْيِ لَمْ يَكُنْ عليه الصلوة والسلام يعلم اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا عَلِمَ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْوَحْيِ.

رسول اللہ ﷺ نزولِ وحی سے پہلے یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یہ تو آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوا کہ آپ "رسول" ہیں۔

تو ایمان کی تعریف یوں ہوگی:

هُوَ التَّصْدِيْقُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ هٰذَا الْمَجْمُوْعُ ثَابِتًا قَبْلَ الْوَحْيِ بَلْ كَانَ الثَّابِتُ هُوَ التَّصْدِيْقُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى خَاصَّةً

ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کا نام ہے۔

۳۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے:

اَنَّ الْمُرَادَ شَرَائِعُ الْاِيْمَانِ وَمُعَالِمُهٗ مِمَّا لَاطَرِيْقَ اِلَيْهِ اِلَّا السَّمْعُ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ مُحيِ السُّنَّةِ الْبَغْوِيُّ وَقَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَبْلَ الْوَحْيِ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهٗ عليه الصلوة والسلام شَرَائِعُ دِيْنِهٖ.

کہ اس سے مراد ایمان کے احکام اور اُس کی علامات (Symbles) مراد ہیں جن تک اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر رسائی کی کوئی سبیل نہیں، علامہ بغوی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی توجیح پسند فرمائی ہے اور آپ مزید یہ فرماتے ہیں:

کہ نبی ﷺ وحی ملنے سے پہلے طریقۂ ابراھیمی پر گامزن تھے جبکہ آپ کو اپنی شریعت کے اَحکام نہیں ملے تھے۔

۴۔ اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ آپ یہ راز اور طریقہ نہیں جانتے تھے کہ لوگوں کو

... ایمان کس طرح دیں۔

۵۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ آیت میں درایۃً مجموع کی نفی مراد ہے یعنی آپ وحی سے پہلے "نفسِ ایمان باللہ" کو تو جانتے تھے لیکن "مجموع کتاب اور ایمان" کو نہیں جانتے تھے۔

۶۔ اور چھٹی دلیل کا اضافہ احقر (کاتب الحروف) ان الفاظ میں کرنا پسند کرتا ہے:

"وَمَنْ تَتَبَّعَ الْاَخْبَارَ يَعْلَمُ اَنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَزَالُوْا عَلٰى بَقَايَا مِنْ دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ عليه السلام مِنَ الْحَجِّ وَ الْخِتَانِ وَاِيْقَاعِ الطَّلَاقِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ تَحْرِيْمِ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ بِالْقَرَابَةِ وَالصِّهْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ اَحْرَصُ النَّاسِ عَلٰى اِتِّبَاعِ دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ.[1]

اور جو آدمی اَخبار (اَحادیث) پر نگاہ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اہل عرب دینِ ابراھیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیۃ الآثار پر ہمیشہ عمل پیرا رہے ہیں اور آپ کی یادگاریں: حج کا طریقہ کار، ختنہ کی رسم، وقوعِ طلاق، جنابت کا غُسل، محارِم سے نکاح، خواہ یہ حُرمَت قرابت داری کی وجہ سے ہو یا رشتۂ صِھر (دامادی) وغیرہ کے باعث: اور نبی ﷺ ابراھیم علیہ السلام کے دین کی اتباع وپیروی کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ حریص ومشتاق تھے۔

اور رسول کریم ﷺ نے اگر ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے اصولوں پر پابندی فرمائی ہے تو اس سلسلہ میں یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ الہام بتایا اور آپ کے دل میں القا فرمایا۔

---

۱ روح المعانی ص ۵۹ ج ۱۳

اور یہ ابہامِ نبوت سے پہلے علم وحکمت پر مبنی غور وفکر اور عبادت گزاری
خلافِ واقعہ بات نہیں اور یہ امر مبنی بر حقیقت ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے
انبیاء کرام کو علم وحکمت اور دانائی کی باتیں بچپن میں ہی سکھا دی گئی تھیں (اس
کے بے شمار شواہد کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کئے جا سکتے ہیں)

الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ میں عارف باللہ علامہ عبد الغنی
قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

(وَهُمْ) اَیِ الْاَنْبِیَاءُ وَالرُّسُلُ علیہم السلام کُلُّهُمْ (مُبَرَّؤُ[نَ]
عَنِ الْكُفْرِ) باللّٰه تعالیٰ (و) عَنِ (الْكِذْبِ مُطْلَقًا) ای قَبْلَ النبو[ة]
وَبَعْدَهَا الْعَمْدُ مِنْ ذٰلِكَ وَالسَّهْوُ وَالْكِذْبُ علی اللّٰه تعالیٰ الخ (و)
مُبَرَّؤُنَ (عَنِ الْكَبَائِرِ) مِنَ الذُّنُوْبِ (وَ) عَنِ (الصَّغَائِرِ) مِنْهَا اَيْضًا
والجمهور عَلٰی عِصْمَتِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَمَّا يُنَافِيْ مُقْتَضٰى
الْمُعْجِزَةِ ..... وَالْمَذْهَبُ عِنْدَنَا مَنْعُ الْكَبَائِرِ مُطْلَقًا وَالصَّغَائِرِ
عَمْدًا لَا سَهْوًا ۲

یعنی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرنے سے
بری ہیں اور جھوٹ بولنے سے تو مطلقاً ہی پاک وصاف ہوتے ہیں، یعنی نبوت
ملنے سے قبل اور بعد خواہ عمداً ہو یا سہواً...... اور وہ ہر طرح کے گناہوں سے بری
الذمہ ہوتے ہیں چاہے وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔

جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ انبیاء علیہم السلام اُن تمام چیزوں سے معصوم
ہوتے ہیں جو معجزہ کے تقاضوں کے برعکس ہوں۔

۱، ۲ الحدیقۃ الندیہ ج۱ ص۲۸۸

اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ کبائر (بڑے گناہوں) سے تو مطلقاً (ہر حالت
میں) پاک ہوتے ہیں اور صغائر (چھوٹے گناہوں سے) قصداً وَاِرَادَۃً معصوم
ہوتے ہیں، لیکن اگر بھول کر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا اِرتکاب
ممکن ہے۔

لیکن اس غلطی پر بھی اللہ تعالیٰ انہیں جم کر نہیں رہنے دیتا بلکہ ان کو زَجْراً
وَتَنْبِيهاً روک دیتا ہے۔

علامہ شوکانی رقمطراز ہیں:

ویکون المراد بُالذَّنب بَعْدَ الرِّسَالَةِ تَرْكُ مَاهُو الْاَوْلٰى،
وَسُمِّيَ فِیْ حَقِّهٖ لجَلَالَةِ قَدرِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ ذَنْباً فی حَقِّ غَیْرِهٖ ۱

یعنی خلافِ اولیٰ بات بھی پیغمبر سے سرزد ہو جائے تو اس کو ذَنب (گناہ)
سے تعبیر کرتے ہیں، اگرچہ وہ دوسرے کے حق میں گناہ نہ شمار کیا جاتا ہو، لیکن نبی کی
عظمتِ شان کے پیشِ نظر خلافِ اولیٰ چیز کا ارتکاب بھی نبی کی شایانِ شان نہیں۔

تفسیر جمل میں علامہ سلیمان الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ فرماتے ہیں:

وَالْاَنْبِيَاءُ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنُوْا مَعْصُوْمِيْنَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَبَعْدَهَا مِنَ
الْكَبَائِرِ وَالصَّغَائِرِ ۲

تفسیر خازن میں علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الشہیر
بالخازن المتوفی ۷۲۵ھ فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ مَعَ اِتِّفَاقِهِمْ عَلٰی اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ
قَبْلَ النُّبُوَّةِ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

۱ سورۃ الفتح، فتح القدیر ص۶۵ ج۵ ۲ جمل ۲۵۲ ج۴

اس آیت میں علماء کرام کا اختلاف ہے (اور اُن کے مختلف اقوال ہیں) باوجود اس کے اُن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام انبیاء کرام نبوت ملنے سے پہلے مؤمن تھے "لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ایمان سے یہاں مراد "صلوٰۃ" ہے اور ایمان جو اقرار باللہ سے متعلق ہے وہ مراد نہیں، اس لئے کہ حضرت محمد ﷺ قبلِ نبوت اللہ کی توحید پر ایمان رکھتے تھے۔

علامہ خازن رقم فرماتے ہیں:

لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ یُوَحِّدُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَیَحُجُّ وَیَعْتَمِرُ وَیُبْغِضُ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی وَلَایَاکُلُ مَاذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَکَانَ یَتَعَبَّدُ عَلٰی دِیْنِ اِبْرَاہِیْمَ علیہ الصلوۃ والسلام وَلَمْ تَتَبَیَّنْ لَہٗ شَرَائِعُ دِیْنِہٖ اِلَّا بَعْدَ الْوَحْیِ اِلَیْہِ[1]

اس لئے کہ نبی ﷺ نبوت کے ملنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ایک جانتے تھے، حج وعمرہ فرماتے تھے اور لات وعزیٰ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور تھان (اور بتوں کے نام) پر ذبیحہ کے کھانے سے گریز فرماتے تھے، (آپ زیادہ تر) دینِ ابراھیمی کے مطابق عبادت کرتے تھے اس وقت آپ پر اپنے دین کی تشریح اور اَحکام کی وضاحت نہ ہوئی تھی مگر نبوت ووحی ملنے کے بعد اُن تمام احکامات شریعہ کو آپ نے بخوبی جان لیا تھا اور یہ بات واضح ہے کہ حضور ﷺ کسی خاص شریعت پر مستقلاً عامل نہ تھے آیاتِ الٰہی اور مظاہر فطرت، جبال کی بلندی سمندر کی طغیانی اَفلاک کی رِفعت، انجم وکواکب کی دِلربائی اور اُن کی مہکتی روشنی، چاند اور سورج کی سر بلندی اُن کی حیرت انگیز روشنی وتمازت اور حسنِ ازل کی کرشمہ سازیوں، ہواؤں، بادلوں، دریاؤں کی مسلسل سحر آفرینیوں اور رات کی تاریکیوں اور

[1] الخازن ص ۴۰۱ ج ۴ بیروت

اُن کی ضوفشاں تابانیوں کو دیکھ کر ان کے خالق اور مالک، ربِ کائنات کے حُسن اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کیا میں تمہارا خدا نہیں؟) کے تلاش وتجسس میں ہر لحظہ بے قرار رہتے تھے۔

ناموسِ الٰہی کا ظہور اور اِطمینانِ قلب:

آپ کی عمر شریف کا ہر لحظہ غور وفکر اور معرفت وقربِ الٰہی کی تلاش میں گزرا، کبھی آپ میدانوں، ریگستانوں اور صحراؤں میں "خالقُ الارضِ وَالسَّماءِ" کی نشانیاں ملاحظہ فرماتے اور کبھی تن تنہا غار حرا میں فروکش ہو کر عرفانِ الٰہی میں مستغرق ہو جاتے بمصداق "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، (گویا) اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

بخاری شریف میں ہے:

وَکَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاء فَیَتَحَنَّثُ فِیْہِ. وَھُوَ التَّعَبُّدُ......فَجَاءَہُ الْمَلَکُ فقال: اِقْرَأْ قُلْتُ مَااَنَا بِقَارِیءٍ.[1]

آپ غار حراء میں خلوت گزیں تھے کہ نزولِ ناموس/وحی/جبرئیل) کی ابتداء اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ کے الفاظ سے ہوئی۔

غارِ حرا میں آپ پر پہلی وحی کا آغاز ہوا اور نزول وحی سے قبل اللہ کی بندگی فرماتے تھے اور "رؤیاءِ صالحہ" ملاحظہ فرماتے تھے۔ اور اچھی خواب دیکھنا یقیناً انبیاء کے لئے بمنزلہ وحی کے مُتحقق ہے قَالَ ابنُ عباسٍ رضی اللہ عنہما "رُؤْیَا الْاَنْبِیَاءِ علیہم الصلوۃ والسلام وَحْیٌ"[2]

[1] فتح الباری (کتاب بدء الوحی) ص ۲۳ ج ۱ [2] عینی، فتح الباری

میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا:

آیت نمبر ۳۱ : قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ ط اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○

(سورۃ الاحقاف ۴۶:۹)

ترجمہ: تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں۔ اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اُسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔ [1]

تشریح: اس آیت کی تشریح میں مُفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ ہم یہاں پر چند مفسرین کے حوالے سے آگے بڑھتے ہیں رئیس المفسرین علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر جلالین کے چند نقاط ملاحظہ فرمائیں:

مَا كُنْتُ بِدْعًا (بَدِيْعًا مِنَ الرُّسِلِ اَىْ اَوَّلُ مُرسَلٍ قَدْ سَبَقَ قَبْلِى كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَكَيْفَ تُكَذِّبُوْنِى [2]

یعنی میں دنیا میں کوئی عجیب، انوکھا اور پہلا رسول ہی تو نہیں آیا مجھ سے پہلے بھی تو بہت سے رسول تشریف لائے ہیں، پھر تم مجھے کیسے جھٹلاتے ہو،

وَمَااَدْرِىْ الاية فِى الدُّنْيَا أُ اُخْرَجُ مِنْ بَلَدِىْ اَمْ اُقْتَلُ كَمَا فُعِلَ بِالْاَنْبِيَاءِ قَبْلِى اَوْ تُرْمَوْنَ بِالْحِجَارَةِ اَوْيُخْسَفُ بِكُمْ كَالْمُكَذِّبِيْنَ قَبْلَكُمْ

اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اس دُنیا میں کیا سُلوک کیا جائے گا، مجھے میرے شہر سے جلاوطن کر دیا جائے گا یا میں قتل کر دیا جاؤں گا؟ جیسا کہ مجھ سے

[1] رضا [2] جلالین

پہلے دیگر انبیاء کرام کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے یا تم سے پہلی، جھٹلانے والی اقوام کی طرح تمہیں بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

(اِنْ مَاأَتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحٰى اِلَىَّ) اَىِ الْقُرْانُ وَلَا اَبْتَدِعُ مِن عِنْدِىْ شَيْئًا۔ [1]

میں تو صرف وحی کا پیروکار ہوں یعنی قرآن پاک پر میرا عمل ہے اور میں اپنی طرف سے کسی نئی چیز کا مُوجد و اختراع کرنے والا نہیں۔ جیسا کہ تفسیر امام رازی میں ہے: یعنی

اِنِّىْ لَااَقُوْلُ قَوْلًا وَلَااَعْمَلُ عَمَلًا اِلَّا بِمُقْتَضَى الْوَحْيِ [2]

اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا، اس سے مراد قیامت ہے (جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار خوش ہوئے) ورلاتِ وعُزیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگے)

نکتہٴ خاص:

ہم ایک ایسے نبی کی کس طرح پیروی کریں جس کو یہ معلوم نہیں کہ اُن کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ اُن کے ساتھ کیا کرے گا اس پر رب تعالیٰ نے درج ذیل آیت نازل فرمائی:

لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَاَخَّرَ

تو یہ آیت ("ومااَدْرِىْ مَايُفْعَلُ الاية) منسوخ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے کفار کا مُنہ کالا کیا صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ، آپ کو مبارک ہو خدا نے یہ

[1] جلالین [2] تفسیر کبیر رازی ص ۱۰

وضاحت تو فرمادی کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، کاش کہ ہمیں بھی معلوم ہو جاتا کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، اور یہ آیت بھی نازل ہوئی:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا[1]''

ترجمہ: اے نبی آپ مسلمانوں کو خوشخبری دے دیں کہ اُن پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل وکرم ہوگا۔

(غرضیکہ ان دونوں آیتوں کے نزول سے صحابہ کو اچھی طرح پتہ چل گیا کہ حضور ﷺ اور اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا)

تنسیخ آیت کا یہ قول (۱) حضرت انس، (۲) ابن عباس، (۳) قتادہ (۴) حسن، (۵) عکرمہ اور (۶) ضحاک کا ہے۔

اُمّ العلاء ایک انصاری خاتون نے کہا: ہم نے مہاجرین کو (بذریعہ قرعہ اندازی) آپس میں تقسیم کرلیا، عثمان ابن مظعون، ہمارے مُقدر میں آئے، انہیں ہم نے اپنا مہمان بنایا، بالآخر آپ کا وصال ہوگیا، انصاریہ خاتون نے کہا:

اے ابا السائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو آپ کو اللہ نے مُعزز ومُکرم (یعنی آپ جنتی ہیں) فرمادیا ہے اس پر نبی پاک ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا:

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مُعزز ومُکرم فرمادیا ہے؟''

تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں (اگر وہ جنتی نہیں) تو پھر اور کون؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جہاں تک اُن کا تعلق ہے، انہیں موت آئی ہم نے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا، سو بخدا! میں ضرور اُن کے لئے جنت کی آرزو و اُمید رکھتا ہوں،

اور خدا کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

اس پر اس انصاریہ نے عرض کیا، خدا کی قسم! میں اس کے بعد کبھی کسی آدمی کی پاکیزگی اور طہارت (جنتی ہونے کا) بیان نہیں کروں گی۔

امام ثعلبی نے اس کو بیان کیا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے اس وقت بیان کی جبکہ ''غفرانِ ذنب'' کا آپ کو علم نہیں تھا۔ اور غزوۂ حدیبیہ میں (سن ٦ ھ کو) اپنی وفات شریف سے چار سال پہلے آپ کو اپنی نجات (غفرانِ ذنب) کا پتہ چلا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو فرداً فرداً ہر آدمی کا علم (اور اس کے انجام کار کی خبر) تفصیلاً بتادی گئی بایں طور کہ زید کی اُخروی زندگی کی ہر تفصیل اور اسی طرح عمرو کے احوال کی خبر بھی دے دی گئی ہو۔

علامہ سیّد آلوسی کی تحقیق:

خلاصۂ کلام یہ کہ درائت کی نفی اور شے ہے اور علم کی نفی شے دیگر۔ اس باریک نقطہ کی وضاحت ہم عنقریب کریں گے سردست علامہ آلوسی قدس سرہ العزیز کی تحقیق حاضر ہے ملاحظہ فرمائیں:

وَالَّذِي اخْتَارَهُ اَنَّ الْمَعْنٰى عَلٰى نَفْيِ الدِّرَايَةِ مِنْ غَيْرِ جِهَةِ الْوَحْيِ سَوَاءٌ كَانَتِ الدِّرَايَةُ تَفْصِيلِيَّةً اَوْ اِجْمَالِيَّةً وَسَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْاُمُورِ الدِّينِيَّةِ اَوِ الْاُخْرَوِيَّةِ وَاَعْتَقِدُ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى اُوتِيَ مِنَ الْعِلْمِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَصِفَاتِهِ وَشُئُونِهِ وَالْعِلْمُ بِاَشْيَاءَ يُعَدُّ الْعِلْمُ بِهَا كَمَالًا مَالَمْ يُؤْتِهِ اَحَدٌ غَيْرُهُ مِنَ الْعَالَمِينَ، وَلَا اَعْتَقِدُ فَوَاتَ كَمَالٍ بِعَدَمِ الْعِلْمِ بِحَوَادِثِ دُنْيَوِيَّةٍ

جُزْئِيَّةٍ كَعَدمِ الْعِلْمِ بِمَا يَصْنَعُ زَيْدٌ مَثَلًا فِيْ بَيْتِهٖ وَمَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ فِيْ يَوْمِهٖ اَوْغَدِهٖ. وَلَااَرٰى حَسَنًا قَوْلَ الْقَائِلِ : "اَنَّهٗ عليه الصلوٰة يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَاَسْتَحْسِنُ اَنْ يُقَالَ بَدْلَهٗ: اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِطَّلَعَهُ اللّٰهُ عَلَى الْغَيْبِ اَوْعَلَّمَهٗ سُبْحَانَهٗ اِيَّاهُ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ[1]

یعنی آیتِ ھٰذا کی تشریح میں مختار اور میرا پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ یہاں "درایۃ" کی نفی ہے، جس کا تعلق وحی سے نہیں۔ عام ازیں کہ وُہ درائت تفصیلی ہو یا اِجمالی، خواہ اس کا تعلق دنیوی اُمور سے ہو یا احوالِ آخرت سے، اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اس وقت تک وصال نہیں فرمایا جب تک آپ ﷺ کو (من جانبِ اللہ) اللہ کی ذات اور اس کی صفات وافعال (اُمورِ متعلقات) کے علم کے علاوہ اُن اَشْیَاء کا علم بھی نہ دے دیا گیا ہو، جو صفات کمال میں شمار کی جاتی ہیں اور (مزید یہ کہ) جو صفات رسول اللہ کو عطا کی گئی ہیں، وہ آپ کے بغیر پوری کائنات میں سے کسی کو بھی نہیں دِی گئیں۔

اور یہ بھی میرا اعتقاد نہیں کہ بالفرض وپیغمبر خدا ﷺ کو حَوادِث ووَقائع میں سے کسی دینوی واقع کا جزوی علم نہ ہوتو (عدمِ علم کی وجہ سے) آپ کے کمالات میں کوئی کمی یا فرق آجائے گا، مثلاً یہ کہنا کہ زید گھر میں کیا کر رہا ہے اور آج کا دن اس پر کیسے گزرا یا کل کیا واقعہ ہوگا اور میں کسی قائل کا یوں کہنا بھی مستحسن نہیں سمجھتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو "عالم الغیب" کہے۔ اور اس کی بجائے یہ کہنا پسند کرتا ہوں کہ یوں کہا جائے "کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو غیب پر مطلع فرمادیا یا اللہ کی تعلیم سے آپ (غیب) جانتے ہیں یا اس قسم کے الفاظ" "کہ اللہ نے آپ کو علم عطا فرمایا" "اخبار بالغیب سے نوازا" وغیرہ الفاظ......

[1] روح المعانی ج ۱۳ص ۱۰

قول: لفظِ "عَالِمُ الْغیب" کا اِطلاق رسولُ اللہ پر درست نہیں۔ چونکہ مطلقًا ایسا لفظ بولنے / لکھنے سے عامۃ النّاس یہ سمجھیں گے کہ رسول اللہ بھی اللہ کی طرح علمِ غیب جانتے ہیں۔ یہ صراحۃً شرک ہے۔ جیسا کہ متعدد مقامات پر اس سے پہلے بھی علماء کی تصریحات گزری ہیں۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی: قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ظاہر ایں حدیث آں است کہ عاقبت مبہم است وہیچکس نمیداند کہ آخر چہ خواہد شد وچہ کار خواہد کرد۔ وایں در باب انبیاء ورسل خصوصاً سید المرسلین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم مُنفی است بدلائل قطعیہ کہ دلالت دارند بر جُزم ویقین بحسن عاقبت ایشاں و وَرُوْدِ ایں حدیث عثمان بن مظعون بود رضی اللہ عنہ از کبار مہاجرین بود اول کسی کہ از ہجرت بمدینہ از مہاجرین فوت کرد، اُو بود۔ وآنحضرت بعد از موت بہ جَبینِ وے بوسہ زَد واَشک ریخت واُو را در بقیع بحضورِ شریف خود، دفن کرد، وعنایاتِ بسیار کرد۔ زنے در آنجا حاضر بود گفت: "مہیا باد ترا بہشت اے ابن مظعون کہ عاقبتِ تُو بہ خیر است"

پس آنحضرت آن زن را بریں سُخن تَوبیخ کرد وایں حدیث فرمود۔ ودر حقیقت مضمون آن زجر ومنع است بر طریقِ مُبالغہ بر سُوءِ اَدب در حضرت نبوت وحکم بر غیب وجزم بداں۔ وخلاصۂ آں کنایت ست از عدم تصریح بعلمِ غیب دنیا وحقیقتِ کلام مرادنہ۔

یا مراد عدم دریافت اَحوالِ عاقبت ست چہ در دُنیا وچہ در آخرت بتفصیل، علم باحوالِ غیب بہ تفصیل جز پروردگار تعالیٰ را نباشد اگر چہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام بخیر است۔ وبعضے گفتہ اند کہ مراد عدم دریافت در اُمورِ دنیا ویہ است نہ آخرویہ۔

[1] نشتر

یامُراد آنست کہ نمی دانیم کہ بموت خواہم مُرد یا بقتل، نمی دانم کہ نازل خواہد شد برشما عذاب ونکال چنانچہ براُمم سابقہ نازل شد یانہ۔

وبعضے گفتہ اند کہ مراد تردُّد در فتح مکّہ ووقتِ اوست وایں بمعانی نہ موافق سوق حدیث است۔ وحق آنست کہ ورُودِ ایں قول پیش از نزولِ قول حق بسیار است لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. اول ابہام بود در عاقبت وبعد از نزولِ ایں یقین شد کہ عاقبت بخیراست کذا قیل واللہ اعلم [1]

ترجمہ: اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ عاقبت مبہم (پوشیدہ) ہے اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ بالآخر کل کیا کام کرے گا۔ اور یہ بات انبیاء کرام اور رُسُل عِظام خصوصاً سیدُ المُرسلین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم کے بارے میں حق (وناروا) ہے، اس لئے کہ جزم ویقین کے ساتھ انبیاء کرام کی نجات اور حسن عاقبت سے متعلق دلائل قطعیہ شاہد ہیں۔

اور یہ حدیث عُثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ آپ کا شمار کبار مہاجرین صحابہ میں ہوتا ہے، مدینہ طیبہ میں مہاجرین میں سے جس کی پہلی موت واقع ہوئی، وہ آپ ہی کی ذات تھی، آپ کے وصال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، آنسو بہائے اور اپنی موجودگی میں انہیں جنت البقیع میں دفنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن پر بڑی عنایات فرماتے تھے۔ غرضیکہ وہاں ایک عورت (اُمّ العلاء انصاریہ) حاضر تھیں انہوں نے یہ کہا کہ "اے ابن مظعون! تمہیں جنت نصیب ہو، تمہاری عاقبت بہت اچھی ہے"۔

اس پر رسول اللہ نے انہیں زجر وتوبیخ کے طور پر اس حدیث کو بیان فرمایا۔

درحقیقت اس حدیث کے مضمون کا خلاصہ زجر وممانعت ہے (گو

[1] اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۵۲/۲۵۳، ۲۵۴

ممانعت) حدِ مبالغہ پر مبنی سہی، لیکن دربارِ رسالت ونبوت میں غیب پر حکم لگانا اور اس پر جزم ویقین کر لینا...... سوءادبی پر محمول ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ کنایۃً یہ ہے کہ اَدَباً علمِ غیب کی عدم تصریح مراد ہے اور حقیقتِ کلام مراد نہیں۔

یا آخرت کے تفصیلی حالات دریافت کرنے کی ممانعت ہو، چاہے دنیا ہو چاہے آخرت۔

☆ غیبی احوال کا تفصیلی علم سوائے پروردگار کے کسی کو نہیں اگرچہ وہ اجمالاً معلوم ہیں، اس لئے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عاقبت بالخیر ہے اور بعض نے کہا ہے۔

☆ عدمِ دریافت (لا اَعْلَم) سے مراد اُمورِ دُنیوی ہیں نہ کہ آخروی۔

☆ یا اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ ہماری موت کس طرح واقعہ ہوگی؟ آیا طبعًا موت واقع ہوگی یا بذریعہ قتل؟ میں نہیں جانتا کہ تم پر پہلی اقوام کی طرح عذاب وفتنوں کا نزول ہوگا یا نہیں۔

☆ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو فتح مکہ کے بارے میں ایک قسم کا شک وتردّد تھا کہ اس کی فتح کب اور کس وقت ہوگی، لیکن یہ معانی (توجیہات) حدیث کے مقاصد (سوقِ حدیث) سے (دُور ہیں) مطابقت نہیں رکھتے۔

☆ اور حق یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا:

وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ، الحدیث ف

(بخدا میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو کر نہیں جانتا) اللہ جل جلالہ کے فرمانِ برحق:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الاٰیۃ

(الفتح ۲:۴۸)

(تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) نازل ہونے سے پہلے کا ہے، اس سے پہلے آپ کو امورِ آخرت کے بارے کسی قدرت ابہام تردُّد سا تھا، لیکن نزولِ آیت کے بعد یقین ہو گیا کہ عاقبت محمود و بالخیر ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

يُرِيْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَلَمأ نَزَلَتْ فَرِحَ المشركُونَ واليهود والمنافقونَ وقالوا: كَيْفَ نَتَّبِعُ نبيًّا لَايَدْرِىْ مَايُفْعَلُ بِهٖ وَلابنا، وَانَّهُ لَافَضْلَ لَهٗ عَلَيْنَا، وَلَوْلَا انَّه اِبْتَدَعَ الَّذِىْ يَقُوْلُهٗ يقُوْلُهٗ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ لَأَخْبَرَهُ الّذِىْ بَعَثَهٗ بِمَا يَفْعَلُ بِهٖ؛ منزلت:

"لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَاَخَّرَ" فَنُسِخَتْ هٰذِهِ الْآيَهُ، وَاَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَ الْكُفَّارِ. وَقَالَتِ الصَّحَابَةُ حَنِيْئًا لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه، لَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ مَايُفْعَلُ بكَ يارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَلَيْتَ شَعَرَنَا مَاهُوَ فَاعِلٌ بِنَا؟ فَنَزَلَتْ: "لِيُدْخِلَ الْمُوْمِنِيْنَ وَالْمُوْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ" الاية

وَنَزَلَتْ: "وَبَشِّرِ الْمُوْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا"

قَالَهٗ انس وابن عباس وقتاده والحسن وعكرمه والضحاك.

وقالت اُمُّ الْعلاءِ اِمْرَءَ ةٌ مِنَ الْانصارِ: "اِقْتَسَمْنَا الْمُهَاجِرِيْنَ فَطَارَلَنَا+عثمانُ ابْنُ مَظْعُوْنِ بن حُذَافَةَ بن جُمَع ، فَاَنْزَلْنَاهُ اَبْيَاتَنَا فَتُوُفِّيَ، فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائبِ! اِنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَكَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَايُدْرِيْكَ اَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهٗ"؟ فَقُلْتُ: بِاَبِىْ وَاُمِّىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَنْ؟ !"اَمَّاهُوَ فَقَدْجَاءَهُ الْيَقِيْنُ

وَ...رَاَيْنَا اِلّا خيراً فَوَاللّٰهِ اِنّى لَاَرْجُوْلَهٗ الجنَّةَ وَواللّٰهِ اِنّى لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا اَدْرِىْ مَايُفْعَلُ بِىْ وَلَابِكُم".

...: فَوَاللّٰهِ لااُزَكِّى بَعْدَهٗ اَحَدًا اَبَدًا.

...كره الثَّعلبيّ وقالَ: وَاِنَّمَاقَالَ هٰذَالَمْ يَعْلَمْ بِغُفْرَانِ ذَنْبِهٖ اِنَّمَاغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذَنْبَهٗ فِى غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِاَرْبَعِ سِنِيْنَ۔[1]

...درایۃ کی نفی مراد ہے:

...تفسیر روح المعانی میں ہے:

وقديقال: المرادُ ايضا انه عليه الصلوة والسلام مَايَدْرِىْ ...ذٰلِكَ عَلَى التَّفْصِيْلِ ، وَمَا ذُكِرَ لَايَتَعَيَّنُ فِيْهِ حُصُولُ الْعِلْمِ التَّفْصِيْلِيّ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ عَلَيه الصلوةُ والسلامُ قَدْاُعلِمَ بِذٰلِكَ فِىْ مَبْدءِ الْاَمرِ اِجْمَالًا بَلْ فِى اِعْلَامِهٖ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ...بِاَحْوَالِ كلِ شخصٍ عَلٰى سَبِيلِ التَفْصِيْلِ بِاَنْ يَكُوْنَ قَدْ أُعْلِمَ عليهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ بِاَحْوالِ زَيْدٍ مَثَلًا فِى الْاٰخِرةِ على التَّفْصِيل وَبِاَحْوالِ عَمْرٍ وَكَذٰلِكَ وهٰكذا[2]

اور اس آیت کی تشریح میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفصیلی احوال نہیں جانتے تھے اور جو چیز بیان ہوئی ہے اس سے علم تفصیلی کا حصول متعین نہیں ہوتا، چونکہ اس بات کا جواز بھی ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداءً اجمالی طور پر بتا دیا گیا ہو۔ بلکہ بعد میں............

---

[1] تفسیر قرطبی ص ۱۸۵/۱۸۶ ج ۱۶ السادس عشر [2] سورۃ الاحقاف تفسیر روح المعانی ص ۱۰ جلد ۱۳

قال البغوی:

وهذا قول انس وقتادہ والحسن وعکرمہ قالوا: اِنَّمَا قَالَ هٰذَا قَبْلَ ان یخبرہ بِغُفْرَانِ ذَنْبِهٖ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَنُسِخَ ذٰلِكَ [1]

الغرض خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح ونصرت دے گا، آپ کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دے گا جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحقِ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدين كُلِّهٖ.

اور اُمت کے بارے میں فرمایا:

ماکان اللّٰہ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَاكَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ. فَاَخْبَرَهٗ مَايَصْنَعُ بِهٖ وَاُمَّتِهٖ هٰذَا قَوْلُ السدی. [2]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ:

پہلا قول: آپ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مدعا یہ ہے:

لَايَجُوْزُ الْحُكْمُ قَطْعًا عَلٰى شَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِالنَّجَاةِ اَوْبِالْهَلَاكِ لِاَنَّهٗ اِدّعاءُ عِلْمِ الْغَيْبِ وَلَاعِلْمٌ عَلَى الْبَوَاطِنِ وَالسَّرَائِرِ اِلَّا اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ غَيْرَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَاكَانَ ظَاهِرُ حَالِهٖ خَيْرًا يُرْجُوْلَهُ الْخَيْرُ وَمَعْنٰى قولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَااَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَايُفْعَلُ بِيْ وَلَابِكُمْ اَنَّهٗ قَدْ عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ عُلُوْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَعَ ذٰلِكَ مَااَدْرِيْ تَفْصِيْلًا مَايُفْعَلُ بِيْ وَلَابِكُمْ [3]

[1] تفسیر مظہری ص ۳۹۵/۳۵۶ جلد ۸ [2] مظہری ص ۳۹۸ ج ۸
[3] تفسیر مظہری ص ۳۹۶ ج ۸

کہ کسی معین آدمی کی نجات یا جہنمی ہونے کا قطعی حکم لگانا درست نہیں، اس لئے کہ یہ "علم الغیب" کا دعویٰ کرنا ہے اور اندرونی اَحوال اور اَسرار کا علم بجز رب تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہنے کی اجازت ہے کہ ایک آدمی کی ظاہری حالت اچھی ہے تو اُس کے لئے خیر انجات (جنت) کی اُمید کی جاسکتی ہے اور بس اور حضور علیہ السلام کے اِرشاد وَاللّٰهِ مَااَدْرِىْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَايُفْعَلُ بِيْ وَلَابِكُمْ. کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علوم اولین وآخرین کی تعلیم دی ہے اس کے باوجود میں تفصیلاً نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

قاضی صاحب کا فیصلہ:

وهذا الحديث يؤيد قولَ مَنْ قَالَ؟

دوسرا قول: مَعْنَاهُ مَااَدْرِيْ مَايُفْعَلُ بِيْ وَلَابِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِلَّا فَمَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ

یہ حدیث اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا میں (تفصیلاً) نہیں جانتا۔

تیسرا قول یہ بھی ہے فی الدارین اِذْ لَاعِلْمَ لِیْ بِالْغَيْبِ. مجھے علم غیب حاصل نہیں۔

آپ نے دنیاء اور آخرت دونوں کے متعلق فرمایا کیونکہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحىٰ اِلَيَّ کا تعلق بھی اسی واقعہ سے ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تفسیر کبیر میں ہے:

قال ابن عباس فی رِوَایَۃِ الْکَلْبِی: لَمَّا اِشْتَدَّ الْبَلَاءُ بِاَصْحَابِ النبیّ صَلّی اللّٰہُ بِمَکَّۃَ رأَیٰ فِی الْمَنَامِ اَنَّہ یُھَاجِرُ اِلٰی اَرْضٍ ذَاتِ نَخْلٍ وَشَجَرٍ وَمَاءٍ،

جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر کفار مکہ کی سختیاں اور معاشی مصائب بڑھ گئے، اور وہ خواب جو نبی ﷺ نے دیکھا تھا کہ آپ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں جو سرسبز وشاداب ہے جہاں کھجوروں، درختوں اور پانی کی فراوانی ہے اصحاب کو یہ خواب کا واقعہ بتایا تو اصحاب میں ایک قسم کی خوشی اور مسرت محسوس ہوئی، ایک تو کفار کی آئے دن کی مصیبتوں کے نجات مل جائے گی اور دوسرے یہ کہ معاشی لحاظ سے حالات سدھر جائیں گے۔ چنانچہ کچھ مدت تک وہ اس وقت کا انتظار کرتے رہے، جب انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی گئیں تو ایک دن اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا، اس کا کیا ہوا؟ ہم کب اس سرزمین کی طرف ہجرت کریں گے جس کا وعدہ آپ سے خواب میں ہوا تھا؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی جواب نہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمادی:

"مَااَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَابِکُمْ"

آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے تو یہ (ایک مجمل سا) خواب دیکھا تھا، میں اللہ کی طرف سے وحی کا منتظر ہوں (جس میں میری تفصیلی راہنمائی ہوگی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت (حدیث) کے مطابق مشرکین، منافقین اور یہود نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگے:

کیف نَتَّبِعُ نَبِیًّا لایَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِہٖ وبِنَا.

ہم اس نبی کی کس طرح پیروی کریں جس کو اس بات کا علم نہیں کہ اُن کے ساتھ کس قسم کا معاملہ ہوگا اور ہمارا کیا حشر ہوگا! اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اِنَّافَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنْبِکَ. (الی ان) وکانَ ذٰلِکَ فَوْزاً عَظِیْماً.

(الفتح ۱۔۵)

وَنَسَخَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَاَرْغَمَ اللّٰہُ اَنْفَ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ.[1]

سورۃ فتح کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جسے اللہ تعالیٰ نے "فوزِ عظیم" اور "فتح مبین" (بڑی کامیاب) قرار دیا۔ منافقین اور کفار کے ناک خاک آلود (رُسوا) ہوئے۔ اور پہلی آیت منسوخ ہوگئی۔ اس پر صحابہ کرام نے خوشی ومسرت کا اظہار کیا کہ اب ہم پر ساری حقیقت حال منکشف ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اور ہم سے کیسا سلوک فرمائے گا۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے جنت کا وعدہ ہے:

اور مومنین کے لئے خوشخبری ہے کہ ان کے لئے

"مِنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا"

اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

بخاری شریف اور حدیث در آیت:

بخاری شریف میں انصاریہ خاتون رضی اللہ عنہا کا واقعہ موجود ہے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[1] التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی ج ۱۰ ص ۹

والله مَاأَدْرِیْ وَاَنَا رسولُ اللّٰهِ مَايُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ [1]

اور بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۳۷ پر یوں ہے:

وَواللّٰهِ ماأَدْرِیْ وَاَنَا رسول الله مَاذَايُفْعَلُ بِیْ فَقَالَتْ والله لِمَا اُزَكِّیْ بَعْدَهٗ اَحَدًا اَبَدًا.

اُمّ العَلاء نے جب یہ کہا کہ

"هَنِيْئًا لَكَ الْجَنَّةُ"

تمہیں جنت کی بشارت ہو،

تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اور اللہ کی قسم ہے! میں اللہ کا رسول ہو کر (دِرَایَۃً) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا، انہوں نے عرض کیا: وَاللّٰہِ! میں ان کے بعد کبھی بھی کسی شخص کے متعلق (جنتی ہونے کی قطعیت کے ساتھ) تزکیہ (حمد وثنا) نہ کروں گی۔

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

فان قُلْتَ: مَعْلُوْمٌ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَغْفُوْرٌ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ وَمَا تَاَخَّرَ وَلَهُ الْمَقَامَاتُ الْمَحْمُوْدَةُ مَالَيْسَ لِغَيْرِهٖ. قُلْتُ هُوَ نَفْيُ الدِّرَايَةِ التَّفْصِيْلِيَّةِ وَالْمَعْلُوْمُ هُوَ الْاِجْمَالِیُّ [2]

اگر کوئی اعتراض کرے کہ رسول اللہ کے متعلق معلوم ہے کہ آپ کے مَاتَقَدَّمَ وَمَاتَاَخَّرَ سبھی ذُنُوب معاف ہیں۔

حالانکہ آپ کے مقاماتِ عالیہ محمودہ ایسے ہیں جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔

میں کہتا ہوں: یہ نفی درایتِ تفصیلیہ کی ہے اور جو چیزیں معلوم ہیں وہ اجمالی ہیں۔

۱ بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۳۹ ۲ کرمانی (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۷)

علی قاری کی توجیہ:

یہی بات حضرت ملا علی قاری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مرقات میں بیان کی ہے:

وَثَانِيْهَا: ان يكون هٰذا مَنْسُوْخًا بِقوله تعالى لِيغفِرَلَكَ الله مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَاَخَّرَ كَمَا ذَكَرَهٗ ابن عبّاس الخ اِلٰى اَنْ وَثَالِثُهَا اَنْ يَكُوْنَ نَفْيًا لِلدِّرَايَةِ المُفَصَّلَةِ دُوْنَ الْمُجْمَلَةِ. وَالْمُرَادُ مِنَ الْاُمُوْرِ الدنيويه بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ صلى الله عليه وسلم هِيَ الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ وَالشِّبْعُ وَالرِّیُّ وَ الصِّحَةُ وَالْفَقْرُ وَالْغِنٰى [1]

امورِ دُنیوی سے بھوک، پیاس، سیر شکمی، سیرابی، مرض، صحت، فقر اور غنی (مالداری) مراد ہیں۔

جہاں تک (ذاتی طور پر) علم غیب کے جاننے کا تعلق ہے آپ ﷺ نے اس کی نفی فرمائی ہے کہ آپ نہ تو اس سے واقف ہیں اور نہ ہی آپ کو اس کی اطلاع حاصل ہے (کہ بغیر وحی کے از خود علم غیب جان لیں) لیکن یہ بھی مطلب نہیں کہ آپ اپنی اُخروی نجات سے بالکل بے بہرہ تھے (اور زیادہ سے زیادہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ نزولِ آیاتِ قرآنیہ کے بعد مکمل تفصیل کے ساتھ آپ کو نہ صرف اپنی اور اپنی اُمت مرحومہ کی نجات کا علم ہو چکا تھا بلکہ پہلی اُمم پر بھی آپ کو شاہد بنا کر ان کی اُخروی نجات کا باعث بنایا گیا ہے جیسا کہ علامہ خازن نے لکھا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (بے شک ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور نذیر بنا کر بھیجا ہے) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

۱ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۷۶ ج ۵

اَلْخِطَابُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ذَكَرَهُ فِيْ مَعْرِضِ الْاِمْتِنَانِ عَلَيْهِ حَيْثُ شَرَّفَهُ بِالرِّسَالَةِ وَبَعَثَهُ اِلَى الْكَافَّةِ شَاهِداً عَلٰى اَعْمَالِ اُمَّتِهٖ[1]

یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے بطورِ احسان وامتنان کے ارشاد ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسالت وبعثتِ عامہ کے ساتھ بھیجا، آپ اپنی اُمت کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بہت بڑی شان ہے

ہمارے اَعمال اور نیکیوں کو تو ہمارے بزرگ اور قرابت دار بھی اللہ کی عنائت سے واقف ہیں اور جانتے ہیں اور پھر اچھے اعمال کو دیکھ کر وہ عالمِ برزخ میں خوش ہوتے ہیں اور ہمارے بُرے اَعمال ملاحظہ کرتے ہیں تو ہمارے حق میں رشد وہدائت کی دُعا کرتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

تُعْرَضُ اَعمالُ الْاَحْيَاءِ على الموتٰى، فَاِذَا رَأَوْا حَسَناً فَرِحُوا وَاسْتَبْشَرُوا وَاِنْ رَأَوْا سُوْءً قَالُوْا اَللّٰهُمَّ رَاجِعْ بِهٖ[2]

غرضیکہ اگر علم غیب کے جاننے کی نفی ہے تو ''بدون تعلیم الٰہی'' کے مراد ہے۔

علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے کتنا شاندار تجزیہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں:

اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يُّفَوِّضَ الْاُمُوْرَ اِلَيْهِ، وَاَنْ يُّخْبِرَ عَنْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ لَايَعْلَمُ الْغَيْبَ الْمُسْتَقْبَلَ وَلَااِطِّلَاعَ لَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِمَا اَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَمَا قال الله تعالىٰ (عَالِمُ الْغَيْبِ فلايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّامَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ.[3]

[1] خازن ص ۱۵۵ ج ۴ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۳۷۱ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۳ ج ۳

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام کاموں (اُمور) کو اللہ کے تفویض (سُپرد) فرمائیں، اور اپنے متعلق (لوگوں کو) بتادیں کہ وہ مُستقبل کے غیب کو جانتے ہیں اور نہ ہی آنے والی کسی چیز پر آپ کو اطلاع، مگر جس قدر اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کو اِطلاع دی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اللہ عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر اُمسلّط نہیں فرماتا مگر جسے چاہے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔[1]

اللہ تعالیٰ اپنے مُختار وممتاز اَنبیاء کرام کو غیب پر مُسلَّط فرماتا ہے اور اِطلاع کامل اور کشفِ تام عطا فرماتا ہے۔

ملا علی قاری اور عطائی علم غیب:

استخارہ کی دُعا کے الفاظ:

وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْب''

کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

(وَلَآاَقْدِرُ) عَلٰى شَيْءٍ اِلَّابِقُدْرَتِكَ وَحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ ، (وَتَعْلَمُ) بِالْعِلْمِ الْمُحِيْطِ بِجَمِيْعِ الْاَشْيَاءِ خَيْرِهَا وَشَرِّهَا كُلِّيْهَا وَجُزْئِيْهَا مُمْكِنِهَا وَغَيْرِهَا (وَلَااَعْلَمُ) شَيْئًا مِنْهَا اِلَّابِاِعْلَامِكَ وَاِلْهَامِكَ[2]

اور میں (بذاتہ) کسی شے پر قادر نہیں، مگر تیری قدرت اور طاقت اور تیری توفیق سے۔

اور تو ہی جانتا ہے اپنے علمِ محیط کے ذریعے تمام اَشیاء کو، اچھی، بری، کُل اور جُز، ممکن وغیرہ تمام چیزوں پر تیرا علم چھایا ہوا ہے۔ اور میں ان میں سے کسی چیز کو (از خود) نہیں جانتا مگر تیرے اِعلام (بتانے) اور الہام سے۔

[1] (جن ۷۲ ۲۶/۲۷) [2] مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۲۰۷

ان مختصر سی تصریحات کا خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اِعلام (وحی) کے ذریعے علومِ اولین و آخرین کو جانتے ہیں اور خدا کی تعلیم کے بغیر کچھ نہیں جانتے الحمدللہ یہی عقیدہ مسلمانانِ عالم کا ہے۔

اَللّٰہ یھدینا الی صراط مستقیم۔

(اللہ تعالیٰ) سب کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

۲۔ اور یہ توجیہ بھی قابل غور ہے:

کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کے ارشاد لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ سے منسوخ ہو جیسا کہ اس روایت کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں درایتِ مُفَصَّلہ کی نفی ہے نہ کہ درایت مُجْمَلہ کی۔

میں (ملّا علی قاری) کہتا ہوں کہ درست اور صحیح یہی ہے کہ (حضور نے فرمایا) کہ میں آخرت کے اُمور کی حقیقت کو تفصیلاً وتشریحاً نہیں جانتا۔

لیکن دیگر آیات کے نزول کے بعد تفصیلاً آپ پر تمام مخفی اَسرار منکشف ہو گئے اور کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔[1]

درایۃ اور علم کا فرق:

درایہ کی لغوی تعریف:

دَرَیٰ یَدْرِیْ دَرْیًا، دِرَایَۃ کی لغوی تعریف میں مندرجہ کتب کی تصریحات حاضر ہیں:

۱ ملا علی قاری

(۱) مصباح اللغات میں لکھا:

''حیلہ سے جاننا'' [1]

۲۔ المنجد میں ہے:

دَرَیٰ دَرْیًا. دِرَایَۃً وَھٰذَا الْمَصْدَرُ الْاٰخِیْرُ اَکْثَرُ مَصَادِرِہٖ اِسْتِعْمَالاً، الشّیی وَبِالشیئی: تَوَصَّلَ اِلٰی عِلْمِہٖ [2]

۳۔ اساس البلاغۃ زمخشری میں ہے: ص ۱۸۷

دَرَیْتُ الشَّیْءِ، دَرَایَۃً...... ودَرَیْتُہٗ وادّریتہ . ختلَہ

۴۔ المفردات فی غرائب القران:

اَلدِرَّایَۃُ الْمَعْرِفَۃُ، اَلْمُدْرِکَۃُ مِنَ الْخَتْلِ والدرایۃ لمایتعلم علیہ الطعن.

وللناقۃ التی ینصبھا الصائد لیانس بھا الصید فیستترمن ورائھا فیرمیہ،

الدرایۃ لاتستعمل فی اللہ تعالیٰ

(المفردات لِلْاِمَامِ الراغب الاصفھانی متوفی ۵۰۲ھ)

۵۔ معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ

Edites by J.Milton Cowan

Be Cognizant, to deceive (some one), Fool, mislead, to Conceal.

۶۔ محیط المحیط

قاموس مطوّل للغۃ العربیۃ

تالیف المعلم بطرس البستانی میں ہے:

۱ (اندازہ) مصباح اللغات ص ۲۳۸، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی) ۲ المنجد ۲۱۴

علمه اوتوصل الى علمه بضرب من الحيلة. ودرى الص
دريا ختله[1]

خلاصہ نمبر ایک میں صراحتہً درایۃ کا معنیٰ ''حیلہ سے جاننا'' لکھا ہے
منجد میں لکھا ہے کہ یہ مصدر اکثر و بیشتر استعمال ہوتا ہے
''وہ اپنے علم تک پہنچا''
یعنی درایت کا معنیٰ ہوگا کہ کسی چیز کا حاصل کرنا، اور کسی ذریعہ سے وہاں تک پہنچا،

قاضی ثناءاللہ رقمطراز ہیں:

وَاِنَّمَا جُعِلَ الْعِلْمُ لِلّٰهِ وَالدِّرَايَةُ لِلْعَبْدِ لِاَنَّ فِيْهَا مَعْنَى الْحِيلَةِ فَيُشْعَرُ بِالْفَرْقِ

(سورۃ الجن)

علم کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور درایت کا تعلق بندے سے ہے، درایت حیلہ (مکر) سے جاننے کا نام ہے۔ (اب یہ فرق ظاہر ہے اس لئے علم کی نسبت خدا کی طرف تو کرسکتے ہیں لیکن ''درایۃ'' کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کرسکتے۔

۷۔ تاج العروس میں ہے:

دريته ودريت به علمته او علمته بضرب من الحيلة ولذا لايطلق على الله تعالى

[1] محیط المحیط ص ۶۴۹

...مبین کی بشارتِ عظمیٰ:

...نمبر ۳۲: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ○ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا ...م مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا ...قِيْمًا ○ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ○

(سورۃ الفتح ۱، ۲، ۳: ۴۸)

...جمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی، تاکہ اللہ تمہارے سبب ...گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ اور اپنی نعمتیں تم پر تمام ...دے۔ اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔[1]

...شانِ نزول: اس آیت مبارک کا تعلق رسولِ پاک ﷺ کے اُس ارشاد سے ...ہے جو بخاری شریف میں ہے آپ نے فرمایا تھا:

وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ.[2]

بخدا مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔

...فتح مبین سے کیا مراد ہے؟:

☆ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مشرکین کے ساتھ ...حدیبیہ ۶ھ کے مقام پر صلح ہوئی تو بظاہر یہ کڑی شرائط کے تحت مسلمانوں کی ...حمایت میں نہ تھی، لیکن نتائج و عواقب کے اعتبار سے فتح مبین تھی۔

☆ قَالَ الذُّهْرِيُّ: لَمْ يَكُنْ فَتْحٌ اَعْظَمُ مِنْ صُلْحِ الْحُدَيْبِيَّةِ، وَذٰلِكَ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ اخْتَلَطُوْا بِالْمُسْلِمِيْنَ، فَسَمِعُوْا كَلَامَهُمْ فَتَمَكَّنَ الْاِسْلَامُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ، وَاَسْلَمَ فِيْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ خَلْقٌ كَثِيْرٌ وَكَثُرَ بِهٖ سَوَادُ الْاِسْلَامِ.

[1] رضا [2] بخاری شریف

امام زہری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے صلح حدیبیہ سے بڑھ کر کوئی دوسری اتنی عظیم فتح نہیں اس موقع پر ہوسکتی کافروں کی مسلمانوں سے بات چیت ہوئی نتیجۂ اسلام اُن کے دلوں میں گھر کر گیا (مُتمکِّن ہوا) اور تین سال کے عرصہ میں بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اس طرح اسلام کی شان شوکت میں اضافہ ہوا۔

امام شعبی کہتے ہیں:

۱۔ صلح حدیبیہ میں جس قدر آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی پوری تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادیئے اور صحابہ کی آپ نے بیعت لی، جس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔

۳۔ اور اہل روم کو خدا نے اہل فارس پر غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں نے اہل کتاب کی فتح پر خوشی کا مظاہرہ کیا فتح سے مراد یا تو فتح مکہ ہے، یا فتح خیبر لیکن پہلا قول ہی (صلح حدیبیہ والا) زیادہ صحیح ہے۔

شانِ نزول:

اِنَّا فَتَحْنَا حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور پر نازل ہوئی، حضور کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور صحابہ نے حضور کو مبارکبادیں دیں۔[1]

حدیبیہ ایک کنواں ہے مکہ مکرّمہ کے نزدیک۔ واقعہ یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے خواب دیکھا کہ حضور مع اپنے اصحاب کے مکہ مکرّمہ میں داخل ہوئے، کوئی حلق کئے ہوئے کوئی قصر کئے ہوئے کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے، کعبہ کی کنجی لی طواف فرمایا، عمرہ کیا اور اصحاب کو اس خواب کی خبر دی سب خوش ہوئے

[1] بخاری ومسلم وترمذی

حضور نے عُمرہ کا قصد فرمایا اور ایک ہزار چار سو 1400 اصحاب کے ساتھ یکم ذی القعدہ ٦ ھ کو روانہ ہوگئے ذوالحلیفہ پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھا اور حضور کے ساتھ اکثر اصحاب نے، جحفہ سے احرام باندھا راہ میں پانی ختم ہوگیا، اصحاب نے عرض کیا کہ پانی لشکر میں بالکل باقی نہیں ہے سوائے حضور کے آفتابہ کے، کہ اس میں تھوڑا سا پانی ہے، حضور نے آفتابہ میں دست مبارک ڈالا تو اُنگشت ہائے مبارک سے چشمے جوش مارنے لگے، تمام لشکر نے پیا، وضو کئے۔ جب مقام عُسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کُفارِ قریش بڑے ساز وسامان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جب حدیبیہ پر پہنچے تو اس کا پانی ختم ہوگیا ایک قطرہ تک نہ رہا، گرمی بہت شدید تھی حضور ﷺ نے کنوئیں میں کلی فرمائی اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا سب نے پیا اونٹوں کو پلایا۔

یہاں کفارِ قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی شخص بھیجے گئے، سب نے جاکر یہی بیان کیا کہ حضور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں لیکن انہیں یقین نہ آیا، آخر کار اُنہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہائت متمول شخص تھے تحقیقِ حال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آکر دیکھا کہ حضور ﷺ دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کے لئے غسالہ شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہوجاتا ہے وہ اپنے چہروں اور بدن پر برکت کے لئے ملتا ہے۔ کوئی بال جسم اَقدس کا گرنے نہیں پاتا، اگر احیاناً جدا ہو تو صحابہ اُس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں جب حضور کلام فرماتے ہیں، تو سب ساکت ہوجاتے ہیں، حضور کے ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اُوپر کو نہیں اُٹھا

سکتا، عُروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہوں
فارس وروم ومصر کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں
دیکھی جو محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی اُن کے اصحاب میں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے
کہ تُم اُن کے مقابل کامیاب نہ ہوسکو گے۔ قریش نے کہا: ایسی بات مت کہو، ہم
اس سال انہیں واپس کردیں گے، وہ اگلے سال آئیں۔ عُروہ نے کہا کہ مجھے
اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے یہ کہہ کر وہ مع اپنے ہمراہیوں کے طائف
واپس چلے گئے۔ اور اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرف باسلام کیا یہیں حضور
نے اپنے اصحاب سے بیعت لی، اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں، بیعت کی خبر سے
کفار خوف زدہ ہوئے اور اُن کے اہل الرائے نے یہی سمجھا کہ صلح کرلیں چنانچہ صلح
نامہ لکھا گیا اور سال آئندہ حضور کا تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق
میں بہت نافع ہوئی، بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی، اسی لئے اکثر
مفسرین فتح سے صُلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض تمام فتوحات اسلام جو آئندہ
ہونے والی تھیں۔ اور ماضی کے صیغے سے تعبیر اُن کے یقینی ہونے کی وجہ سے ہے۔[1]

اللہ کا نبی وحی سے بولتا ہے:

آیت نمبر ۳۳: وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ○ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ○ عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ○ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ○

(سورۃ النجم ۳، ۴، ۵ اور ۱۰: ۵۳)

ترجمہ: اور وُہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وُہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (۴) انہیں سکھایا، سخت قوّتوں والے طاقتور نے (۵)
اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (۱۰)

[1] (خازن و روح البیان) "خزائن العرفان"

تشریح: ان آیات میں وحی کا ذکر ہے، پیغمبرِ خدا دینی اُمور اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار فرماتے اور جو حکم ملتا اُسی کے مطابق عمل فرماتے اور جس قسم کی راہنمائی ہوتی اس پر گامزن ہوتے آپ کو واقعہ معراج میں بہت نوازا گیا، عجائبات قدرت کو آپ نے ملاحظہ فرمایا ارض وسما کی اہم اشیاء اور خدا کی تخلیق، فرشتوں، جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمایا: لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡکُبۡرٰی۔ "بے شک آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔" اللہ تعالیٰ نے کس قدر نوازا جس کا سارا بھید وراز اِن الفاظ کے اندر پنہاں ہے:

فَاَوۡحٰی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی۔

اکثر علماءِ مُفسرین کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وحی فرمائی (جمل)

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی"

یہ وحی بلاواسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خُدا اور رُسول کے درمیان اَسرار ہیں جن پر اُن کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

بقلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی اور مُحِبّ و مُحبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو اُن کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[1]

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی

[1] (روح البیان)

قسم کے علوم تھے (۱) ایک تو علم شرائع واحکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے (۲) دوسرے معارفِ الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔ تیسرے ۳ حقائق ودقائق علوم ذوقیہ جو صرف اَخصّ الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں اور ایک قسم کے وہ اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی اُن کا تحمل نہیں کرسکتا۔ قاضی صاحب رقمطراز ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْاٰيَاتِ الْعَجَائِبُ الْمَلَكُوْتِيَّةُ الَّتِیْ رَاٰى هَا فِیْ لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ فِیْ مَسِيْرِهٖ وَعَوْدِهٖ مِنَ الْبُرَاقِ وَالسَّمٰوٰتُ وَالْاَنْبِيَاءُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالسِّدْرَةُ الْمُنْتَهٰى وَجَنَّةُ الْمَاوٰى ۲

اور آیات (Signs) سے مراد آسمان بالا کی بادشاہتوں کی عجائبات (حیراں کن) چیزیں مراد ہیں جو آپ نے شبِ معراج کے سفر میں جاتے اور لوٹتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں، آسمانوں کی وسعت، انبیاء کرام، فرشتوں (کی کثرت) سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کی اشیاء وغیرہ ہیں۔

۲۔ روی مسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

قال لَقَدْ رَاٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قال رَاٰى جِبْرَائِيلَ فِی صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ

وروی البخاری: قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا خَضِرًا سَدَّ الْاُفَاقَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

آیاتِ کُبریٰ سے مراد یہ (بھی) ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی (اصلی) شکل میں ملاحظہ فرمایا جن کے چھ سو ۶۰۰ پر ہیں۔

امام بخاری کی روایت ہے کہ آپ نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے آسمانوں کے اُفق (Horizon) کو مسدود کر رکھا تھا۔

۱ تفسیر روح البیان ۲ تفسیر مظہری ص ۱۱۴ ج ۹

غرضیکہ اللہ کی آیات میں ذاتِ الٰہیہ کے جلوے بھی مشاہدہ فرمائے، جس طرح شیشے کے اندر سورج کی شعائیں منعکس ہوتی ہیں گویا آپ بمنزلہ مراۃ (شیشہ) کے ہیں۔

۲۔ اور دوسری بات یہ فرمائی:

وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَافِیْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ ثم قرءت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآية ۱

جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ ﷺ کل کے واقعات کا علمِ غیب رکھتے ہیں سو اس نے آپ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، بلاشبہ قیامت کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ ہیں: قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِیْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يقول: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۲

۳۔ اور یہ بات کہ

مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَنْظِرِيْنِیْ وَلَا تَعْجَلِيْنِیْ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى، فقالت اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ رسول اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. ۳

جس شخص کا یہ گمان ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے سو اس نے اللہ پر بہت بڑا افترا باندھا راوی (مسروق) کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگا کر بیٹھا تھا تو میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا!

۱ تفسیر جمل ۲ مسلم شریف ص ۹۸ ۳ الحدیث المسلم ج ۱ ص ۱۸

یا اُمّ المؤمنین !

آپ مجھے موقعہ دیجئے اور جلدی نہ فرمائیں۔ یہ فرمایئے کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی

اور بے شک اُسے دیکھا درحالیکہ وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس امت میں پہلی عورت ہوں جنہوں نے یہ سوال براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے کیا (آپ سوال کئے گئے) تو آپ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

ایک اعتراض اور اسکا جواب:

حضرت عائشہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۱۔ وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ یَا اُمَّہْ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعْرِیْ مِمَّا قُلْتَ[1]

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا اے امّاں جان! یہ بتایئے کہ کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو (شبِ معراج میں) دیکھا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''آپ کی یہ گفتگو سن کر تو میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔''

جو شخص یہ دعویٰ کرے محمد رسول اللہ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے ''فَقَدْ کَذَبَ'' سو اُس نے جھوٹ بولا ہے پھر آپ نے لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ کی تلاوت فرمائی۔ اس خدا کو تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ پاتیں اور وہ سب کو دیکھتا ہے

[1] حاشیہ الجمل علی الجلالین ص ۲۲۵/ ۲۲۶

ان سب کی آنکھیں اُس کے اِحاطہ میں ہیں: ان تینوں شبہات کے جوابات امام نووی اور ملا علی قاری وغیرھم قدس سرھم العالیہ کے حوالے سے درجِ ذیل ہیں:

۱۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کوئی اچنبے یا اعتراض کی بات نہیں۔

فان الْعَائشَةَ لم تُخْبِرْ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ لَم اَرَ رَبِّیْ

حضرت عائشہ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو سنا ہو کہ آپ بتاتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، بہر حال جو کچھ بھی آپ نے ذکر کیا، سو کیا، ان آیات کی تاویل کی جاسکتی ہے۔

وَالصَّحابیُّ اِذَا قَالَ قَوْلًا وَخالَفَهٗ غَیْرُهٗ مِنْهُمْ لَمْ یَکُنْ قَوْلُهٗ حُجَّةً وَاِذَا صَحَّتِ الرِّوَایَاتُ عَنْ ابْنِ عَبّاسٍ فِی اِثْبَاتِ الرُّؤْیَةِ وَجَبَ الْمَصِیْرُ اِلٰی اِثْبَاتِهَا فَاِنَّهَا لَیْسَتْ مِمَّا یُدْرَکُ بِالْعَقْلِ وَیُؤْخَذُ بِالظَّنِّ وَاِنَّمَا یُتَلَقّٰی بِالسَّمَاعِ وَلَا یَسْتَجِیْزُ اَحَدٌ اَنْ یُظَنَّ بِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَکَلَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِالظَّنِّ وَالْاِجْتِهَادِ وَقَدْ قَالَ مَعْمَرُ بْنُ رَاشِد. حِیْنَ ذُکِرَ اِخْتِلَافُ عائشَةَ وابْنُ عبّاسٍ مَاعَائِشَةُ عِنْدَنَا بِاَعْلَمَ مِنْ ابْنِ عبّاسٍ ثُمّ ابْنُ عَبَّاسٍ اَثْبَتَ شَیْئًا نَفَاهُ غَیْرُهٗ وَالْمُثْبَتُ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّافِیْ هٰذَا کَلَامُ صَاحِبِ التَّحْرِیْرِ[1]

جب صحابی کوئی بات کہتا ہے اور اُن کے خلاف اگر کسی دوسرے صحابی کا قول آئے تو وہ حُجت نہیں ہوتا جب اثباتِ رُؤیت میں ابن عباس سے روایات صحیح آچکی ہیں، تو واجب ہے کہ اُن کی توجیح اِثبات سے کی جائے گی، اِس لئے کہ یہ روایات ایسی نہیں کہ جو عقل وادراک سے معلوم کی جاسکیں یا ظن وتخمین سے

[1] ھذا مارقمہ الامام النووی فی حاشیہ مسلم شریف ص ۹۷

اندازہ لگا سکیں، ان کا تعلق صرف سماع سے ہے اور کوئی شخص اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بدگمانی کی جائے کہ آپ نے اس مسئلہ میں اپنے ظن اور اجتہاد سے کام لیا ہے اور معمر بن راشد نے بڑی پختہ بات کی ہے جب کسی مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس کے مابین اختلافات ہوں تو پھر ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اعلم نہ ہونگی پھر یہ بھی ہے کہ جب ابن عباس (حبر الامۃ) نے ایک بات کو ثابت کیا ہے اور دوسرے نے اس کی نفی کی ہے تو مثبت (Positive) اپنے منفی (Negative) پر مقدم ہوگا۔

رویت عینی براویت بن عباس:

عن ابن عباس رضی عنہا انّہٗ رَاٰہٗ بِعَیْنِہٖ وَبِہٖ قال انس وعکرمۃ الربیع [2] حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رب تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور یہی قول حضرت انس، عکرمہ اور ربیع کا ہے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔

آپ دَنو مِنَ اللہ کی توضیح میں فرماتے ہیں:

فَیَکُوْنُ مَعْنٰی دُنُوِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَقُرْبُہٗ مِنْہُ ظُھُوْرُ عَظِیْمِ مَنْزِلَتِہٖ لَدَیْہِ وَاِشْرَاقُ مَعْرِفَتِہٖ وَاِطِّلَاعُہٗ مِنْ غَیْبِہٖ وَاَسْرَارِ مَلَکُوْتِہٖ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَطَّلِعْ سِوَاہُ عَلَیْہِ [1]

حضور سید عالم ﷺ کا خدا کے قُرب ودَنو کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے عظیم مراتب کا ظہور اور اس کی معرفت وعرفان کا اِشراق (ضوفگن وطلوع) اور

[1] امام نووی علی شرح مسلم ص ۹۷ ج اول [2] شرح الشفا لملا علی قاری

خدائی مملکتوں وسلطنتوں (Kingdoms) کے اَسرار (Secrets) وغُیوب (Hidden Creatures) پر اِطلاع مقصود ہے جن پر آپ کی ذاتِ مُقدّسہ کے علاوہ کسی دوسرے کو خُدا نے اطلاع نہیں دی۔

فالْحَاصِلُ اَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ اکثرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم راٰی رَبَّہٗ بِعَیْنَیْ رَاسِہٖ لَیْلَۃَ الْاِسْرَاءِ لِحدِیْثِ ابنِ عباس وَغَیْرِہٖ مِمَّاتَقَدَّمَ، وَاِثْبَاتُ ھٰذَا لَایَاْخُذُوْنَہٗ اِلَّا بِالسَّمَاعِ مِنْ رسولِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مِمَّا لَایَنْبَغِیْ اَنْ یُتَشَکَّکَ فِیْہِ [1]

حاصل کلام یہ کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنے سَر کی آنکھوں سے دیکھا، جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (وغیرہ) کی حدیث شاہد ہے اور اس قسم کی حدیث کو وہ رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی درست قرار دیتے ہیں یہ ایسی چیز نہیں کہ جس میں کسی قسم کا شک وشبہ کیا جائے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت (دیدار) کا انکار صرف اپنے اجتہاد اور قرآن کی آیت سے اِستنباط فرما کر فرماتی ہوں اور آیت میں ادراک یعنی اِحاطہ کی نفی ہے، (نہ کہ مطلقاً دیکھنے کی) واللہ اعلم بالصواب اور جہاں تک علم غیب کا تعلق ہے اس بات پر ساری اُمت کا مجموعۂ اتفاق ہے کہ ''علم الغیب'' یہ اللہ کی ذاتی صفت ہے اور ذاتی اور استقلالی طور پر آنے والے کل اور جُملہ اُمور کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہاں اس کی تعلیم وعطاء، اِخبار واِنباء، وحی والہام کے ذریعہ صرف نبی اللہ ﷺ ہی نہیں بلکہ دیگر انبیاء ومرسلین اور کاملین امت، اَصفیاء واَولیاء کرام بھی جانتے ہیں، لیکن اُن کا علم بالنِّسبۃ الی اللہ

[1] نووی

جُزئی علم ہے اور اس کی نسبت یوں سمجھئے جس طرح ایک قطرہ کی سمندر یا ایک ذرہ کی ریگستان سے ہو۔

لیکن یہ تمام عُلوم اللہ تعالیٰ نے انہیں ودیعت فرمائے ہیں از خود وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

اس لئے حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا نے ذاتی اور اِستقلالی علم غیب کی نفی کی ہے جو مُدعا کے عین مطابق ہے۔ (فلامنافاۃ فیہ)

۳۔ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے مراد یہ ہے کہ آنکھ اپنے حاسہ سے (قُوۃِ بَاصِرَۃ) سے دیکھتی ہے اور جس جگہ یا چیز کو وہ دیکھتی ہے اُس کا ایک مخصوص محدوُد ''دائرہ کار'' (Vision) ہدف ہوتا ہے جو کہ لازماً محدود ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ واجبُ الوجود ہے لیکن تحدیُد اور حُدود سے مبرّا ہے اس لئے اُس کا اِدراک یعنی احاطہ (Cover up) کرنا ناممکن (Impossible) ہے۔

بنابریں کہہ سکتے ہیں:

قُلْنَا اَلْمُرَادُ بِالْاِدْرَاکِ اَلْاِحَاطَۃُ اِذْذَاتُہٗ تَعَالٰی لَاتُحَاطُ وَلَایَلْزَمُ مِنْ نَفْیِھَا نَفْیُ الرُّؤْیَۃِ بِدُوْنِھَا [1]

ہم کہتے ہیں کہ اس ادراک کو جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنیاد بنایا ہے) مراد اِحاطہ کرنا ہے، لیکن اللہ کی ذاتِ پاک کا اِحاطہ نہیں کیا جاسکتا، اور ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔

۴۔ ہمارا دعویٰ یہ بھی نہیں کہ رُؤیۃ اور کلام میں تلازم ہو اس لئے کہ رُویت کلام کے بغیر بھی ممکن ہے جیسا کہ اس سے پہلے بھی ذکر ہوا ہے کہ

۱۔ شرح الشفاء

اِنَّ اللّٰہَ اِخْتَصَّ مُوْسٰی بِالْکَلَامِ (اَیْ مِن بَیْنِ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ علیہم السلام فَلَایُنَافِی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَعَ اَیْضًا لَہُ الْکَلَامُ عَلٰی وَفْقِ الْمَرَامِ وَکَذَا قَوْلُہٗ)

وَاِبْرٰھِیْمَ بِالْخُلَّۃِ وَمُحَمَّداً بِالرُّؤْیَۃِ (اَیْ الْبَصَرِیَّۃِ) [1]

کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مختص فرمایا (یعنی تمام انبیاء میں آپ کا یہ اختصاص ہے اور یہ بات ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے خلاف دلیل نہیں چونکہ آپ ﷺ نے بھی اپنے مقصد کی حد تک کلام فرمائی ہے)

اور ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے خلت (خالص دوستی) کے لئے چنا اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے دیدار کے لئے مخصوص فرمایا:

وصالِ یار کا وعدہ ہے فردائے قیامت پر
یقین مجھ کو نہیں ہے گور تک اپنی رسائی کا

رسول اللہ نے رب تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے:

اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ایک روایت تو ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ راہ بعینہٖ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا، اس بات کے قائلین میں حضرت ابن مسعود، ابی ذر اور حسن اور امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

۲۔ حضرت ابوالعالیہ حضرت عبداللہ عباس سے روائت کرتے ہیں کہ "رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَیْنِ. کہ اللہ کو آپ نے دو مرتبہ اپنے فواد (دِل سے) دیکھا ہے۔

۱۔ شفا مع الشرح لملاعلی قاری ص ۳۱۹ ج ۱ اور قرطبی ص ۹۲ ج ۱۷

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رویۃ بصر یہ مراد ہو یا رؤیۃ بالفؤاد، اس ا...
میں کوئی منافات (Contadition) نہیں کہ بصیرت اور بصارت یعنی ظاہری او...
باطنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہو جیسا کہ قرآن نے بیان فرمایا ہے: "ماکذب
الفؤاد رأی" دل نے اُسے نہیں جھٹلایا جو (آنکھ نے) دیکھا یعنی دل نے اپ...
دیکھنے کی تصدیق و توثیق کی بَلْ صَدَّقَهٗ وَطَابَقَهٗ وَوَافَقَهٗ (ملا علی قاری)
تو معنی یہ ہوں گے

"مااعتقد قلب محمد خلاف مارأی ببصرہ وھی مشاھدۃ
ربہ تعالٰی بفوادہ بجعل بصرہ فیہ اوببصرہ بجعل فؤادہ فیہ لان
مذھب اھل السنۃ ان الرؤیۃ بالارادۃ لابالقدرۃ.

یعنی محمد ﷺ کے دل نے اپنی آنکھوں دیکھے کے خلاف عقیدہ نہیں رکھا
(اس کی مطابقت کی ہے) اور دل سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے، اس طرح کی اس
دل (قلب) میں بصر (Eye) رکھ دی گئی یا آنکھ (بصر) میں فؤاد رکھ دیا گیا اس لئے
اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رویت کا تعلق ارادہ سے ہے نہ کہ قدرت کے ساتھ۔

کمال زندگی دیدار ذاتِ است
طریقش رُستن از بند جہات است

(اقبال)

وحی کی صورتیں:

وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق قریب ہوا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی، پھر
وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عَبْدِہٖ مُحَمَّدٍ [1]

[1] فتح القدیر ص ۱۵۱ ج ۵، علامہ شوکانی

ثُمَّ دَنٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ.
پھر محمد ﷺ اپنے رب کے قریب ہوئے (ضحاک) [1]

۲۔ قال سعید بن جبیر:
اَوْحَی اللّٰہُ ھُوَ
اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ الْاٰیَۃَ
یعنی اللہ تعالیٰ نے خود وحی فرمائی اور سورۂ "اَلَمْ نَشْرَحْ" کا تحفہ آپ کو عطا
فرمایا۔

۳۔ لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ نے جو منظر دیکھا اس کی حقیقت ان الفاظ
میں بیان ہوئی۔
مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی
مَاکَذَبَ فُؤَادُ مُحَمَّدٍ ﷺ مارآہ بصرہ لیلۃ المعراج (علامہ
شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) یعنی لیلۃ المعراج میں محمد ﷺ کے دِل نے نہیں جھٹلایا جو کچھ
آپ کی آنکھ نے دیکھا۔

۴۔ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَصَّ مُوْسٰی بِالْکَلَامِ وَمُحَمَّدًا بِالرُّءْیَۃِ. بے شک
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام کے لئے مختص فرمایا اور محمد مصطفیٰ
ﷺ کو اپنے دیدار (رؤیۃ) کے لئے جیسا کہ دوسری روایت سے بھی اس کی
توثیق ہوتی ہے:
وَھُوَ حُدَیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّۃُ لِاِبْرَاھِیْمَ
وَالْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَالرُّؤْیَۃُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. [2]

[1] الشفاء [2] نووی شرح مسلم ص ۹۷ ج اول

۵۔ حضرت عکرمہ راوی ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت (کیا)
"هَلْ رَأَىٰ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ؟" کیا حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا؟ آ
نے فرمایا "نَعَمْ" جی ہاں۔ اسی کو حضرت شعبہ سے قتادہ نے روایت کیا۔

۶۔ حضرت انس سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

كَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ لَقَدْ رَأَىٰ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ

حضرت حسن بصری حلفاً فرماتے تھے کہ بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس، ابن عمر، انس، امام جعفر صادق محمد بن کعب رضی اللہ عنہم حضور کے دیدار کے قائل ہیں۔

۷۔ امام قرطبی رقمطراز ہیں:

اَلْاِدْرَاكُ بِمعنى الْاِحَاطَةِ وَالتَّحدِيْدِ

اِدراک اِحاطہ اور تحدید کا نام ہے۔

آپ نے دیدارِ ایزد متعال کے بارے میں قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے اِستدلال فرمایا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

اور اُس دن کچھ چہرے اپنے رب کا دیدار کرتے ہوئے تروتازہ اور خوش وخرم ہوں گے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں۔ آپ مز فرماتے ہیں:

لاتدرِكُهُ الْاَبْصَارُ الْمَخْلُوْقَةُ فِي الدُّنْيَا، لٰكِن يَخْلُقُ لِمَنْ يُرِيْدُ كَرَامَتَهٗ بَصَرًا وَاِدْرَاكًا وَشُعُوْرًا يَرَاهُ بِهٖ كَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ۱

۱ قرطبی ص ۵۵ ج ۷

دنیا کے اندر مخلوق کی آنکھیں اللہ کے دیدار کا اِحاطہ نہیں کر سکتیں، لیکن اللہ تعالیٰ اکرام وعزت کے طور پر جس کو چاہے بصر (آنکھ) اِدراک اور شعور پیدا فرما کر اپنا جلوہ و دیدار کرا دے، جیسا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا دیدار کرا دیا۔

کیا اللہ کا دُنیا میں دیدار ممکن ہے؟

اس کا جواب علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ نے یوں دیا ہے:

اذ رُؤيَتُهٗ تعالى في الدنيا جَائِزَةٌ عَقْلًا، اِذْلَوْلَمْ تَكُنْ جَائِزَةً لَكَانَ سَوال مُوْسٰى عليه السلام مُسْتَحِيْلًا، وَمحالٌ اَنْ يَجْهَلَ نَبِيٌّ مَايَجُوزُ عَلَى اللّٰهِ وَمَالَايَجُوْزُ، بَلْ لَمْ يَسْئَلْ اِلَّا جَائِزًا غَيْرَ مُسْتَحِيْلٍ.

اس کا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رُویت عقلاً جائز ہے، اگر یہ رویت جائز نہ ہوتی تو پھر موسیٰ علیہ السلام کا (رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ) کا سوال کرنا ناممکن ومحال ہوتا، اور یہ بات از قبیل محال ہے کہ ایک نبی کو اتنا علم بھی نہیں کہ کونسی چیز اللہ کے لئے جائز ہے اور کونسی جائز نہیں، بلکہ آپ نے کسی محال چیز کا سوال نہیں کیا، مگر ایک جائز بات کا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا تو آپ نے یہ جواب دیا:

"اَنَا اَقُوْلُ بِحَدِيْثِ ابنِ عبّاسٍ: بِعَيْنِهٖ رَاٰهُ رَاٰهُ حَتّٰى اِنْقَطَعَ نَفْسُهٗ يَعْنِىْ نفسُ اَحْمَدَ" ۱

خلاصہ کلام یہ کہ گو بعض جلیل القدر علماء اور متکلمین رحمہم اللہ علیہم نے اس دنیاء میں دیدار خداوندی کو ناممکن ومُستبعَد شمار کیا ہے کہ انسان فانی ہے اور رب تعالیٰ باقی ہے اس دنیاء میں فانی کی باقی سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے؟ لیکن جب

۱ قرطبی ص ۵۶ ج ۷

اللہ تعالیٰ کسی کی آنکھ میں وہ قوت وطاقت عطا فرمادے تو وہ دیدار کرسکتی ہے، اس کے حق میں رؤیۃ ممتنع ومحال نہیں ہے۔[1]

جب تمام حجابات اٹھالیے گئے، عرشِ اعلیٰ کے رب نے فرش والے کو ایسی رِفعت دی (وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ) اور واقعۂ اِسراء ومعراج میں عجائبات قدرت دکھائے اور اُس آنکھ نے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی) لقد رَأٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی. بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔)

کے نظارے لئے، درحقیقت ان آیاتِ قدرت کے دکھلانے میں کمال قوتِ محمدی کا اظہار مقصود ہے اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسے جلیل القدر فرشتے بھی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے سے چونکیں۔

لَوْدَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَاحْتَرَقْتُ

اگر میں ایک پورا برابر بھی آگے بڑھوں تو جل (کر خاکستر ہو) جاؤں۔[2]

اس مقام پر جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں وہاں لامکاں میں آپ بڑے سکون وراحت کے ساتھ دیدارِ مقصود سے بہرہ اندوز ہوئے اور اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے جلووں میں ڈوب کر، اِنشراح صدر کے ساتھ تمام عجائبات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ پر مُحیط ہوگیا۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس پورے واقعہ کی روح کو اپنے ایمان افروز اَشعار میں قلمبند فرمایا ہے۔ جو اس مضمون کی جان ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا! عرش پر اُڑتا ہے پھریرا تیرا

[1] ملاحظہ ہو قرطبی [2] بخاری

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں سلام

(رضا)

سید قطب اور دیدارِ مصطفیٰ:

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سِدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ اپنی منزل پر رک گئے۔

وَصَعِدَ مُحَمَّدٌ... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... دَرَجَةً اُخْرٰی اَقْرَبُ اِلٰی عرشِ رَبِّهٖ وَاَدْنٰی.... وَ كُلُّهٗ غیبٌ مِنْ غیب اللّٰه، اُطْلِعَ عَلَيْهِ عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰی:[1]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے گئے، یہاں تک کہ آپ عرشِ عظیم کے قریب ایسے مقام پر پہنچے کہ آپ کو اُدْنُ مِنِّیْ (میرے قریب ہوجاؤ) کی صدائیں آنے لگیں وہاں تو غیب ہی غیب تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبٌ مِنْ غَیْبِ اللّٰه پر مطلع فرمایا۔

الرحمٰن نے اپنے بندے کو قرآن سکھایا اور بیان ماکان ومایکون کی تعلیم دی:

آیت نمبر ۳۴ : اَلرَّحْمٰنُ . عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
(سورۃ الرحمٰن نمبر ۱، ۲، ۳، ۴: ۵۵)

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا بیان اُنہیں سکھایا۔

[1] سید قطب القرآن ص ۳۴۰۷ ج ۶

تشریح: سورۃ الرحمٰن عروس القرآن ہے:

لِکُلِّ شَیْءٍ عُرُوْسٌ وعُروسُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ

حُسن و جمال (beauty) ہوتا ہے جس طرح دولہا کی ایک انفرادیت ہوتی ہے اور وہ براتیوں میں اپنی پوشاک ونوعیت کے اعتبار سے نکھرا ہوا اور ممتاز نظر آتا ہے اسی طرح سورۃ رحمٰن قرآن کی خوبصورتی میں بمنزلہ دلہن کے ہے۔

ترکیب نحوی کے اعتبار سے:

اللّٰہُ الرحمنُ :الرحمن رَبُّنا : ھُوَ الرَّحْمٰنُ

تینوں طرح مبتدا اور خبر کے اعتبار سے معانی درست ہونگے۔

جب مشرکین مکہ سے کہا گیا کہ:

"اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ"

اس پر انہوں نے کہا:

"مَاالرَّحْمٰنُ: رحمان کیا چیز ہے؟

غرضیکہ انہوں نے رحمٰن کا انکار کیا تو اس کا جواب یہ دیا گیا:

اَلرَّحمٰنُ عَلَّمَ الْقُراٰنَ، رحمٰن وہ ہے جس نے قران سکھایا

اور یہ بھی کُفار کا کہنا تھا کہ محمد کو کوئی بشر آکر سکھاتا پڑھاتا ہے، اس کی بھی تردید فرمادی گئی کہ اُس نبی اُمّی ﷺ (فداہ علیہ ابی وامی) کو رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اور آپ کو (باوجودیکہ کہ اُمّی تھے) دقیقہ دانِ عالَم بنایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ: انسان کو پیدا فرمایا،

اس سے مراد عامۃ الناس یعنی آدم علیہ السلام کی ساری اولاد مراد ہے، جنسِ آدم کو باقی حیوانات و دیگر کائنات پر برتری عطا فرمائی گئی ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ.

بے شک ہم نے انسان کو بہترین شکل میں پیدا فرمایا،

اسے عقل وتدبّر، حکمت ودانائی سمع وبصر قلب وفُؤاد، کی قوتیں دے کر اپنا نائب فی الارض اور اپنی قدرتِ کاملہ کا مظہر اَتم بنایا، خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [1]

انسان سے مراد کون ہے؟

۱۔ پہلی توجیہ تو ہم نے بیان کردی جس کا مفہوم اکثر و بیشتر علماء کرام نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مطلق انسان مراد ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۳۔ قَالَ ابْنُ الکیسان: المرادُ بِالانسان مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

۴۔ قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں:

عَلَّمَہُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ اَسْمَاءَ کُلِّ شَیْءٍ، عَلَّمَہُ اللُّغَاتِ کُلَّھَا. فکانَ اٰدَمُ یَتَکَلَّمُ بِسَبْعِمِاءَۃِ اَلْفِ لُغَۃٍ اَفْضَلُھَا الْعَرَبِیَّۃُ.[2]

جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان یعنی ہرچیز کے نام سکھائے آپ کو تمام لغات/زبانوں کا علم دیا،

اس لئے حضرت آدم علیہ السلام سات لاکھ زبانوں میں گفتگو فرماتے تھے، ان تمام زبانوں (Languages) میں افضل ترین زبانِ عربی (Arabic Language) ہے۔

۱؎ مسلم شریف ۲؎ تفسیر مظہری ص ۱۴۵ ج ۹

۵۔ ابو العالیہ اور حسن فرماتے ہیں کہ
"المراد جِنسُ الْاِنْسَانِ، اس سے مراد جنسِ آدم ہے۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ:

۱۔ آپ ﷺ کو بیان سکھایا وَجَازَ اَنْ يُّقَالَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيَانَ يَعْنِي الْقُرْاٰنَ فِيْهِ بَيَانُ مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ مِنَ الْاَزَلِ اِلَى الْاَبَدِ مُطَابِقًا لِبَيَانِ مَنْ مَضٰى مِنَ الرُّسُلِ هِدَايَةً لِلنَّاسِ وَاٰيَةً عَلٰى نُبُوَّتِهٖ[1]

اور جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں، آپ کو بیان یعنی قرآن سکھایا، اس میں بیان ہے مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا، اَزَلْ سے اَبَدْ تک۔
انبیاء و مرسلین کے قصص انکے ذکرِ خیر پر مشتمل بیان کے مطابق وہ قرآن لوگوں کے لئے ہدیات اور آپ کی نبوت پر معجزہ و آیۃ (Symbel) کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔ وَقَالَ السُّدِّیُ
عَلَّمَ كُلَّ قَوْمٍ لِسَانَهُمُ الَّذِيْنَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِهٖ بیان کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر قوم کو ان کی زبان اُنہیں سکھادی جس میں وہ باتیں کرتے ہیں۔ اور اس میں اپنے مَافِی الضَّمِیْر کا اظہار کر لیتے ہیں۔

۳۔ تفسیر خازن میں ہے:
وَقِيْلَ اَرَادَ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِيْ بيان مَايَكُوْنُ وَمَاكَانَ، لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم يُنْبِئُ عَنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّيْنِ، وقيل عَلَّمَه بَيَانَ الْاَحْكَامِ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَ الْحُدُوْدِ وَالْاَحْكَام

[1] تفسیر مظہری عربی ص ۱۳۵ ج ۹ [2] تفسیر الخازن ص ۲۲۵ ج ۴) (ایضاً تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۹۹

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اِنْسَان" سے مراد ذاتِ محمد رسول اللہ ﷺ ہے، اللہ نے آپ کو گذشتہ اور آنے والے اَحوال و واقعات بتائے اس لئے کہ نبی علیہ السلام اولین اور آخرین کی خبریں بتاتے ہیں اور قیامت کے دن کے متعلق اطلاع دیتے ہیں اور یہ قول بھی ہے کہ:
کہ آپ کو اللہ نے حلال اور حرام کے احکام اور حدود اور احکامِ شرعیہ کے مسائل سکھائے۔
اسی طرح حاشیہ جمل علی الجلالین میں تفصیل مذکور ہے۔[1]

تفسیر قرطبی:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَ الْقُرْآنَ: اَیْ عَلَّمَهٗ نَبِيَّهٗ

۱۔ قال ابن عباس وقتادہ والحسن: یعنی آدم علیہ السلام
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ: (۱) اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ

۲۔ وَقِيْلَ: عَلَّمَهُ اللُّغَاتِ كُلَّهَا

۳۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا وَابْنِ كَيْسَانَ: اَلْاِنْسَانُ هٰهُنَا يُرَادُ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۔ وَقِيْلَ: مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ، لِاَنَّهٗ بَيَّنَ عَنِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَيَوْمِ الدِّيْنِ

خلاصہ یہ کہ:
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو قرآن جیسی مقدس اور آخری الہامی کتاب عطا فرمائی اور آپ کو علم القرآن عطا کیا گیا، علم ماکان ومایکون سے نوازا گیا، سابقہ انبیاء و مرسلین، ان کی امم کے واقعات اور آخرین کے قیامت تک کے وقائع سے باخبر فرمایا گیا۔

[1] جمل ص ۲۵۲ ج ۴

''تنبیہ: سورۃ نجم میں فرمایا تھا:

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی الخ

یہاں کھول دیا کہ قرآن کا اصلی مُعَلِّمْ اللّٰہ ہے گو فرشتہ کے توسّط سے ہو۔''

میرے دشمنوں سے دوستی مت رکھو:

آیت نمبر ۳۵: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ الاٰیة

(سورۃ الممتحنۃ ۱:۶۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دُشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اُس حق کے جو تمہارے پاس آیا، گھر سے جُدا کرتے ہیں، رُسول کو اور تمہیں۔

شانِ نزول: تفسیر قرطبی، خازن، ابن کثیر، روح المعانی وغیرہ اور بخاری شریف کے حوالہ سے نفسِ واقعہ کا خلاصہ درج ذیل ہے: سارہ نامی ایک خاتون مکّہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ اُس وقت آئیں جبکہ رسول اللہ ﷺ فتحِ مکہ کی غرض سے جہاد کی تیاری مکمل فرمارہے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل اسلام اور مشرکین مکہ کے مابین جو معاہدہ طے ہوا تھا، قریشیوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مخصوص اَصحاب سے فتح مکہ کے لئے مشورہ طلب کیا، جن میں حضرت حاطِب بن اَبی بلتعۃ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ حضور ﷺ جنگی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر عام صحابہ کرام سے مشورہ عموماً نہیں لیتے تھے تاکہ کہیں منافقین، دشمنانِ اسلام تک اُن کے جہاد کی رازدارانہ باتیں نہ

پا سکیں، اس لئے عوام میں ''طوریہ''/استعارے کے طور پر نام کسی دوسری لڑائی کا لیتے اور اس سے مراد کوئی اور غزوہ ہوتا اس لئے رسول پاک نے بظاہر غزوۂ حُنَین کا نام لیا اور اس کا اعلان کروادیا، لیکن درحقیقت آپ کی اصلی منزلِ جہاد، فتحِ مکہ کی تیاری تھی۔ ۱

اور آپ نے یہ دعائیہ کلمات بھی ارشاد فرمائے:

اَللّٰهُمَّ عَمِّ عَلَیْهِمْ خَبَرَنَا ۲

اے اللہ! ہمارے جہاد کی خبر اُن پر پوشیدہ فرمادے۔

غرضیکہ اس خاتون کے مدینہ طیبہ آنے پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم مسلمان ہو کر آرہی ہو، اُس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا، کیا تم ہجرت کر کے آرہی ہو، اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہاں تمہارے آنے کی غرض وغائت کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا:

میں آپ کے پاس /بنی عبدالمطلب کے ہاں اس لئے آئی ہوں کہ میں غربت وعُسرت اور معاشی تنگی اور بھوک کی وجہ سے مجبور ہوں میری مدد کی جائے۔

اس سے پہلے آپ لوگ ہی میرے اہل ومَوالی اور اصلی وعشیرت دار ہوا کرتے تھے کچھ تو بدر کی لڑائی میں کام آگئے، اب میں بے وسیلہ وتنہا ہوں۔ ''فَقَدِمْتُ اِلَیْكُمْ لِتُعْطُوْنِیْ وَتَكْسُوْنِیْ'' تمہارے پاس آئی تاکہ تم ہی لوگ میری امداد کرسکو۔ مجھے عطیات وپارچات کی ضرورت ہے۔

فَحَثَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنِیْ عبد المطلب عَلٰی اِعْطَاءِ هَا. ۳

---

۱ خلاصہ از تفسیر جمل ص ۳۲۳ وغیرہ ۲ تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۰ ج ۶

۳ تفسیر خازن ص ۲۷۹، تفسیر جمل ص ۳۲۳ ج ۴، صاوی ص ۲۵۲ ج ۴

حضور پُرنور سیّد عالم ﷺ نے نبی عبد المطلب اور مہاجرین کو اس کی
بھرپور امداد و خدمت کے لئے آمادہ فرمایا۔ چنانچہ اصحاب نے حسب توفیق
چڑھ کر اس کی مدد بھی کی اور سواری کا جانور بھی پیش کیا اور عطیات بھی دیے۔
فَکَسَوْھَا وَحَمَلُوْھَا وَاَعْطُوْھَا [1]

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک مہاجر، بدری صحابی تھے، ان کی مکہ میں قریش کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ تھی یہ خود تو ہجرت کر کے مدینہ آ گئے جبکہ ان کی والدہ، ایک بھائی اور بیوی بچے ابھی مکہ ہی میں تھے انہوں نے سوچا کہ وہ قریشِ مکہ کو حضورِ انور ﷺ کے سفر کی تیاری (فتح مکہ) کی اطلاع کر دیں تا کہ وہ اس احسان کے بدلے اُن کے بال بچوں کا خیال رکھ سکیں۔

اس نیت سے آپ نے سارہ سے کہا:

"میں تمہیں یہ دس دینار اور کچھ درھم اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم میرا یہ خط اہلِ مکہ تک پہنچا دو"

اس خط میں یہ لکھا تھا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُکُمْ فَخُذُوْا حِذْرَکُمْ۔

رسول اللہ ﷺ تم اہل مکہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں، اس لئے تم اپنے دفاع کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کر لو۔

چنانچہ وہ خاتون حسب وعدہ خط لے کر عازمِ مکہ ہو گئیں ادھر حضور سید انور کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر پہنچ گئے اور غیب کی خبر آپ کی زُبان حق ترجمان سے دلوائی حضور علیہ السلام نے حضرت علی، عمار بن یاسر، زبیر بن العوام اور ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنھم کو حکم دیا:

---

[1] صاوی وغیرہ

ب کی خبر اور حدیث:

اِنْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِھَا ظَعِیْنَةً وَمَعَھَا کِتَابٌ
مِنْ حَاطِبٍ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ فَخُذُوْہُ مِنْھَا وَخَلُّوْا سَبِیْلَھَا الخ [1]

کہ جاؤ روضہ خاخ مقام صرف پر (مدینہ سے ۱۲ میل دُور مکہ کی طرف) ایک مسافرہ جا رہی ہے اس کے پاس حاطب کا رُقعہ ہے جو انہوں نے مشرکین مکہ کی طرف لکھا ہے، وہ خط اس سے لے لو اور اس کو جانے دو، مزید اُس سے تعرض نہ کرنا، لیکن اگر وہ خط کے دینے میں لَیت ولعل (گریز) کرے تو پھر فَاضْرِبُوْا عُنُقَھَا (قرطبی) تم اس کی گردن اُتار دو۔

چنانچہ ہم سب تیز رو گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنی برق رفتاری سے سارہ نامی عورت کو "روضہ خاخ" پر جا لیا، اُس سے دریافت کیا: اَیْنَ الْکِتَابُ؟ فَحَلَفَتْ مَا مَعَھَا کِتَابٌ"

بتاؤ وہ خط کدھر ہے؟ اُس نے قسم کھا کر کہا کہ اُس کے پاس تو کوئی خط نہیں۔

چنانچہ اصحاب نے پوری تسلی سے اُس کے سامان کی تلاشی لی، مایوس ہو کر واپسی کا ارادہ کر ہی لیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَاللّٰہِ مَا کَذَبْنَا وَلَا کُذِّبْنَا! وَسَلَّ سَیْفَہٗ وَقَالَ: اَخْرِجِی الْکِتَابَ.... وَاِلَّا وَاللّٰہِ [2]

قُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ الْکِتَابَ اَوْ لَتُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِھَا [3]

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا:

---

[1] قرطبی ج ۱۸ ص ۵۱، روح المعانی ج ۱۴ ص ۶۵
[2] قرطبی
[3] بخاری شریف ج ۲ ص ۷۲۶

کہ نہ تو محمد رسول اللہ ﷺ جھوٹے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہم۔ آپ
تلوار سونت لی اور فرمایا: ''خط نکالو ورنہ تمہارے کپڑے اُتارے جائیں گے
پھر تمہاری گردن اُتار کر رکھ دیں گے۔[1]

اور بخاری کے الفاظ میں: ہم نے ایک زبان ہو کر کہا: ''تمہیں لازما
نکالنا پڑے گا ورنہ لامحالہ تمہاری جامہ تلاشی ہوگی''

آخر، اس دھمکی سے مرعوب ہو کر اُس نے اپنے جوڑے/چوٹی (Bun)
سے خط نکالا۔ ہم وہ خط لے کر سیدھے بارگاہِ رسالت میں آ پہنچے۔ اُس میں لکھا تھا:

مِنْ حاطب بن ابی بلتعۃَ اِلٰی ناسٍ مِنَ الْمُشْرِکین (الحدیث)[2]

یہ خط حاطب کی طرف سے مکہ کے لوگوں کے نام ہے...... حاطب کو حضور
کی خدمت میں پیش کیا گیا نبی علیہ السلام نے استفسار فرمایا:

مَاھٰذَا یَاحاطِبُ؟ اے حاطب تم نے یہ کیا کیا؟

قَالَ: لاتعْجَلْ عَلَیَّ یَارسولَ اللّٰہ! مَافَعَلْتُ ذٰلِکَ کُفْرًا وَلَا اِرْتِدَادًا عَنْ دِیْنِیْ، فَقَالَ النَّبیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَدْ صَدَقَکُمْ۔[3]

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ، جلدی نہ فرمائیں ذرا موقعہ دیجئے، یہ خط
میں نے لکھا ہے لیکن میں نے کفر نہیں کیا نہ میں اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے:

اَمَاوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَمُؤمِنٌ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ الخ[4]

اے حاطب! یہ کام کرنے میں تمہیں کس چیز نے امادہ کیا؟

[1] قرطبی [2] بخاری شریف ج۲ ص۷۲۶ [3] بخاری شریف
[4] تفسیر بحوالہ ابن کثیر ص۲۲۲ ج۶

عرض کیا: یارسول اللہ! بخدا میں یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر
را ایمان رکھتا ہوں اور نہ میں اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہوں...... یہ سب
اس لئے ہوا میرے سوا دیگر صحابہ کرام کے مکہ میں رشتہ دار موجود ہیں جو اُن
کے بال بچوں کی حفاظت وصیانت کرتے ہیں، میرا وہاں کوئی رشتہ دار موجود نہیں
نے سوچا کہ اگر میں اہلِ مکہ کو حضور ﷺ کے مکہ پر چڑھائی کی اطلاع
دوں، تو وہ میرے احسان مند ہو کر میرے اعزّہ (Family) کی حفاظت
کریں گے۔

بالآخر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اُن کی صداقت بھری گفتگو سن کر
ارشاد فرمایا بالفاظ بخاری: اِنَّہٗ قَدْ صَدَقَ کُمْ

بلا ریب! انہوں نے تم سے راست گوئی (سچ) سے کام لیا ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ: ''دَعْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَضْرِبُ عُنُقَ ھٰذَا الْمُنَافِقِ

حضرت عمر نے عرض کیا (رضی اللہ عنہ):

یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن قلم کر دوں۔

فقال ''اِنَّہٗ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا ، وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ اللّٰہَ اِطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ''[1]

حضور نے ارشاد فرمایا:

''یہ صحابہ غزوہ بدر میں شریک تھے، ''تمہیں کیا خبر، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اہل بدر کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیا ہو کہ تم خواہ کچھ بھی کرو، میں نے تم کو معاف
کر دیا۔''

[1] بخاری، قرطبی

مولانا سیّد مودودی صاحب فرماتے ہیں:

''تو اس ارشاد کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اہلِ بدر نے اللہ اور اُس کے دین کے لئے اِخلاص اور سرفروشی و جانبازی کا اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، جس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے ہوں تو بھی اس خدمت اور اللہ کے کرم کو دیکھتے ہوئے کچھ بعید از امکان نہیں ہے، لہٰذا ایک بدری پر خیانت اور منافقت کا شبہ نہ کرو، اور اپنے جرم کا جو سبب وُہ خود بیان کر رہا ہوا سے قبول کر لو۔''[1]

چند فوائد:

۱۔ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو آپ لفظ ''یاایھا الذین آمنوا'' سے خطاب فرمانے کی وجہ سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

۲۔ ''اَمَّا صَاحِبُکُمْ فَقَدْ صَدَقَ'' فرما کر حضور علیہ السلام نے آپ کے دل کی ایمانی حقیقت اور خلوصِ اعتقاد کی وضاحت فرما دی۔

۳۔ مسلمانوں کو واضحاً بتا دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اَسرار اور اُن کے ضمائر (دلی ارادوں) واحوال کو ہرگز دشمن تک نہ پہنچائیں۔

۴۔ یہ عتاب کیا ہے؟ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَھُوَ یَدُلُّ عَلٰی فَضْلِہٖ وَکَرَمَتِہٖ وَنَصِیْحَتِہٖ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصِدْقِ اِیْمَانِہٖ

یہ تو آپ کی فضیلت وکرامت، اور صدق ایمان کی دلیل ہے۔

۵۔ کسی کلمہ گو مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وُہ مسلمانوں کے جنگی منصوبوں، ملکی ودفاعی رازوں کو دشمن پر ظاہر کرے ایسے لوگ جو بکاؤ مال بن کر ملک

[1] تفہیم القرآن ص ۴۲۷ ج ۵

وملّت سے غداری کے مرتکب ہوں، ایسوں کو عقوبت اور طویل قید کی سزا ملنی چاہیئے۔

۶۔ نقضِ عہد اور غداری بہت بڑا جرم ہے۔

۷۔ جاسوسی کی سزا کے لئے فتاویٰ کی کتب سے رجوع کیجئے۔

۸۔ سربراہانِ مملکت، سرکاری افسران اور حُکامِ بالا کے کارپردازوں پر خصوصاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ خدا اور اُس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ ''یاری ودوستی'' کے نام پر کسی قسم کی مداہنت فی الدین اور کمزوری کا اِظہار نہ کریں۔

۹۔ ''لَاتَتَوَلَّوْا اَعْدَائِی اِنْ کُنْتُمْ اَوْلِیَائِی'' سُنت فاروقی کے مطابق: میرے ہو تو پھر میرے بن کر رہو۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

قلندر جُز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہِ شہر قارون ہے، لُغت ہائے حجازی کا

عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسول پر اپنا غیب ظاہر فرماتا ہے:

آیت نمبر ۳۶: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا ○

(سورۃ الجن ۲۶، ۲۷: ۷۲)

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ (۲۶) سوائے اس پیغمبر کے جسے وُہ پسند کر لے۔ (۲۷)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے

پسندیدہ رسولوں کے، کہ اُن کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

علمِ غیب اور محمد رسول اللہ ﷺ

۱۔ تفسیر بیضاوی میں ہے: فَلَا یُظْهِرُ (فَلَا یَطَّلِعُ) عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اَیْ
عَنِ الْغَیْبِ الْمَخْصُوْصِ بِهٖ عِلْمُهٗ (اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ) لِعِلْمِ
بَعْضِهٖ حَتّٰی یَکُوْنَ لَهٗ مُعْجِزَۃً۔

مِنْ رَّسُوْلٍ: بَیَانٌ لِمَنْ وَاسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی اِبْطَالِ الْکَرَامَاتِ وَجَوَابُهٗ
تَخْصِیْصُ الرَّسُوْلِ بِالْمَلَکِ وَالْاِظْهَارُ بِمَایَکُوْنُ بِغَیْرِ وَسْ
وَکَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ عَلَی الْمُغَیَّبَاتِ اِنَّمَاتَکُوْنُ تَلَقِّیًا عَنِ الْمَلٰئِکَۃِ
کَاطِّلَاعِنَا عَلٰی اَحْوَالِ الْاٰخِرَۃِ بِتَوَسُّطِ الْاَنْبِیَاءِ[1]

خاص نقاط یہ ہیں:

۱۔ جو غیب خاص اَلْمَخْصُوْصُ بِهٖ عِلْمُهٗ، اس کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اس پر کسی کو اِطلاع Knowlidge, Information نہیں دیتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔ بعض علم اللہ تعالیٰ بطور معجزہ کے اُن کو سکھا دیتا ہے۔

۲۔ جہاں تک اولیاء کا تعلق ہے انہیں بھی مغیبات پر اطلاع ملائکہ (فرشتوں) کے ذریعے ملتی ہے جس طرح ہمیں احوال آخرت کے متعلق معلومات انبیاء کے ذریعے میسر آئی ہیں۔

۳۔ نفی کرامات کی کوئی دلیل نہیں جن کا تعلق کشف والہام سے ہے اور یہ چیز انہیں۔

[1] بیضاوی ص ۱۶۷ سورۃ الجن

تفسیر صاوی میں ہے:

وَلٰکِنَّ الْاِطِّلَاعَ عَلَی الْغَیْبِ اَقْوٰی مِنْ اِطِّلَاعِ الْاَوْلِیَاءِ، لِاَنَّ
اطِّلَاعَ الْاَنْبِیَاءِ یَکُوْنُ بِالْوَحْیِ، وَهُوَ مَعْصُوْمٌ مِنْ کُلِّ نَقْصٍ،
بِخِلَافِ اِطِّلَاعِ الْاَوْلِیَاءِ فَعِصْمَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاجِبَۃٌ وَعِصْمَۃُ الْاَوْلِیَاءِ
جَائِزَۃٌ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ:
اَیْ اِلَّا رَسُوْلًا ارْتَضٰی لَهٗ لِاِظْهَارِهٖ عَلٰی بَعْضِ غُیُوْبِهٖ، فَاِنَّهٗ
یُظْهِرُهٗ عَلٰی مَایَشَاءُ مِنْ غَیْبِهٖ[1]

لیکن انبیاء کی علم غیب پر اطلاع کا مرتبہ اولیاء کرام کی اطلاع سے اَقویٰ ہوتا ہے، اس لئے کہ انبیاء کرام کو اطلاع بذریعہ وحی کے ملتی ہے، اور رسول ہر قسم کے نقص وعیب سے مَعصوم ہوتا ہے، بخلاف اِطلاعِ اولیاء کے، اس لئے اَنبیاء کا آثام وگناہوں سے معصوم ہونا واجب ہے اور اولیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں بلکہ درجۂ جواز میں ہے۔ (وہ محفوظ ہوتے ہیں)

اللہ تعالیٰ اپنے مرتضٰی رسول کو جس قدر چاہے اپنے غیب خاص میں سے بعض کی اطلاع دیتا ہے۔

۲۔ تفسیر خازن میں ہے:

"عَالِمُ الْغَیْبِ" اَیْ هُوَ عَالِمٌ مَاغَابَ عَنِ الْعِبَادِ "فَلَا یُظْهِرُ"
اَیْ فَلَا یَطَّلِعُ "عَلٰی غَیْبِهٖ":
اَیْ الْغَیْبِ الَّذِیْ یَعْلَمُهٗ وَانْفَرَدَ بِهٖ، "اَحَدًا" اَیْ مِنَ النَّاسِ ثُمَّ
اسْتَثْنٰی فَقَالَ تَعَالٰی:

[1] تفسیر صاوی علی الجلالین ص ۳۳۶ جلد چہارم مطبوعہ دار الفکر، بیروت

"اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" یَعْنِیْ اِلَّا مَنْ یَّصْطَفِیْهِ لِرِسَالَتِهٖ وَنُبُوَّتِهٖ فَیُظْهِرُهٗ عَلٰی مَایَشَاءُ مِنَ الْغَیْبِ حَتّٰی یُسْتَدَلَّ عَلٰی نُبُوَّتِهٖ بِمَا یُخْبِرُبِهٖ مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ فَیَکُوْنُ ذٰلِكَ مُعْجِزَةً لَهٗ وَآیَةً دَالَّةً عَلٰی نُبُوَّتِهٖ۔[1]

عالم الغیب (سے مراد تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)

اور غیب وہ ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر اس کی ذات سے مختص ہے اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، مگر اپنے مخصوص رسول کو جسے وہ اپنی رسالت و نبوت کے لئے چن لیتا ہے، پھر اُس پر جس قدر وہ چاہے اپنے غیب پر (اُسے اِطلاع دیتا ہے) اظہار فرماتا ہے پھر وہ رسول جو غیب کی خبر دیتا ہے اس کو ان کی نبوت و رسالت کی دلیل و بنیاد بنایا جاتا ہے تو یہ ان کا معجزہ ہوگا اور ان کی نبوت کی مکمل دلیل۔

صاحب خازن مزید فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ مِنَ الْاٰیَةِ اَنَّهٗ تَعَالٰی لَایُظْهِرُ هٰذَا الْغَیْبَ لِاَحَدٍ فَلَا یَبْقٰی فِی الْاٰیَةِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّهٗ لَایُظْهِرُ شَیْئًا مِنَ الْغُیُوْبِ لِاَحَدٍ. ثُمَّ اَنَّهٗ یَجُوْزُ اَنْ یَّطَّلِعَ اللّٰهُ عَلٰی شَیْءٍ مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ غَیْرَ الرُّسُلِ۔[2]

آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب کا اظہار کسی سے نہیں فرماتا، تو اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ اپنے مخصوص غیبوں کو کسی پر بھی ظاہر نہیں کرتا، یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مغیبات پر کسی قدر غیرِ رُسُل (رسولوں کے علاوہ) دوسروں کو بھی سرفراز فرمائے۔ (مثلاً اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم)

۱ تفسیر خازن ص ۳۵۳ ج ۴ ۲ خازن ص ۳۵۳ ج ۴

۴۔ تفسیر ابن کثیر حافظ عماد الدین الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ:

اَنَّهٗ یَعْلَمُ الْغَیْبَ وَالشَّهَادَةَ، وَاَنَّهٗ لَایُطْلِعُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِهٖ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ اِلَّا مِمَّا اَطْلَعَهُ اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ،.... وَهٰذَا یَعُمُّ الرَّسُوْلَ الْمَلَکِیَّ وَالْبَشَرِیَّ۔[1]

اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت سب کو جانتا ہے اور یہ کہ اُس کے علم غیب پر اس کی مخلوق میں سے کسی فرد کو اطلاع نہیں دی جاتی، مگر جس قدر وہ چاہے اس پر اطلاع دے خواہ رسول مَلَکی (فرشتہ) ہو یا بشری (انسان) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

۵۔ الفتوحات الالٰہیہ میں

علامہ شیخ سلیمان جمل المتوفی ۱۲۰۴ فرماتے ہیں:

(فلایُظْهِرُ الخ)

عدمُ الْاِظْهَارِ عَلٰی تَفَرُّدِهٖ بِعِلْمِ الْغَیْبِ عَلَی الْاِطْلَاقِ اَیْ فَلَایَطَّلِعُ عَلٰی غَیْبِهٖ اِطِّلَاعًا کَامِلًا یَنْکَشِفُ بِهٖ حَقِیْقَةُ الْحَالِ اِنْکِشَافًا تَامًّا مُوْجِبًا لِعَیْنِ الْیَقِیْنِ فَلَیْسَ فِی الآیَةِ مَایَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الْکَرَامَاتِ لِلْاَوْلِیَاءِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْکَشْفِ فَاِنَّ قَصْرَ الْغَایَةِ الْقَاصِیَةِ مِنْ مَرَاتِبِ الْکَشْفِ عَلَی الرَّسُوْلِ لَایَسْتَلْزِمُ عَدَمَ حُصُوْلِ مَرْتَبَةٍ مَامِنْ تِلْكَ الْمَرَاتِبِ لِغَیْرِهِمْ وَلَایَدَّعِیْ اَحَدٌ اَنَّ لِاَحَدٍ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ مَرْتَبَةَ الرُّسُلِ مِنَ الْکَشْفِ الْکَامِلِ الْحَاصِلِ بِالْوَحْیِ الصَّرِیْحِ اٰه ابو مسعود

۱ تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹ جلد ۷

کسی دوسرے پر علم الغیب کا اظہار نہ کرنا عَلَی الْاِطْلَاقِ یہ اس لئے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے سو وہ اللہ اپنے غیب خاص کو کسی عام انسان پر اظہار نہیں فرماتا یعنی اطلاع کامل جس کے ذریعے حقیقتِ حال کا انکشاف تام حاصل ہوتا ہو جو عین الیقین کا موجب بنے۔ آیت ھذا میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو کراماتِ اولیاء (جن کا تعلق کشفِ احوال سے ہے) کی نفی کرتی ہو۔

رسولوں پر مکمل کشف کا جو انتہائی درجہ ہے (جسے "غایۃ قاصیۃ" (آخری درجۂ انتہا) کہتے ہیں صرف رُسُلِ کرام (انبیاء علیہم السلام) تک محدود ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں (اور نہ یہ لازم آتا ہے) کہ ان رسولوں سے ہٹ کر کسی اور کو اُن مراتب عالیہ کشفیہ میں کوئی اَدْنیٰ سَاحَظٌ و نصیب حاصل نہیں جو اُن کو کشف کا مرتبۂ کامل بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی شخص دعویدار ہے کہ اولیاء کرام کے مراتب کشف کی کوئی حد نہیں۔

تفسیر فتح القدیر میں ہے: قال القرطبی:

قَالَ الْعُلَمَاءُ: لَمَّا تَمَدَّحَ سُبْحَانَهٗ بِعِلْمِ الْغَيْبِ وَاسْتَاثَرَ بِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ كَانَ فِيْهِ دَلِيْلٌ اَنَّهٗ لَايَعْلَمُ الْغَيْبَ اَحَدٌ سِوَاهُ، ثُمَّ اسْتَثْنٰى مَنِ ارْتَضٰى مِنَ الرُّسُلِ، فَاَوْدَعَهُمْ مَاشَاءَ مِنْ غَيْبِهٖ بِطَرِيْقِ الْوَحْيِ اِلَيْهِمْ، وَجَعَلَهٗ مُعْجِزَةً لَّهُمْ وَدَلَالَةً صَادِقَةً عَلٰى نُبُوَّتِهِمْ۔ [1]

علماء فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح وصفت "عالم الغیب" کی حیثیت سے بیان کی ہے اور اپنی مخلوق سے ماوراء (ہٹ کر) اپنی ذات کے لئے اسے مخصوص فرمالیا ہے تو یہ بات اس کی دلیل ہے کہ غیب کو اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی اور (از خود) نہیں جانتا۔ پھر اُس نے رسولوں میں سے مُرتضیٰ رسول کا استثنیٰ

[1] ماخوذ فتح القدیر ص ۳۳۶ سورۃ الجن: ۲۶/۲۷) ۲۷ علامہ شوکانی

فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ بطریق وحی انہیں اپنے غیب میں سے جس قدر چاہے انہیں ودیعت فرما دیتا ہے تاکہ وہ غیب ان کے لئے معجزہ اور ان کی نبوت پر صداقت کی دلیل بنے۔ ارباب نظر کو معلوم ہے اور وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے منصب ومقام کو جانتے ہیں، اُن پر پوشیدہ نہیں کہ

"بِاَنَّهُ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ" لَمْ يُسْتَبْعَدْ ذٰلِكَ فَتَاَمَّلْ۔ [1]

اللہ کے حبیب حضرت محمد ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے پھر تعجب کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ غور کیجئے۔

حضور کی نبوت اور آدم کی ابتدا:

اخرجه احمد والبزاز والطبرانی والحاکم والبیهقی

عَنِ الْعِرْبَاضِ بن سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنِّىْ عِنْدَ اللهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِىْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُ عَنْ ذٰلِكَ

اَنِّىْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّىَ الَّتِىْ رَاَتْ [2]

شرح عقائد میں ہے:

وَفِىْ هٰذَا اِشَارَةٌ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكِذْبِ (فى التبليغ وغيره) وَاَنَّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ عَنِ الْكُفْرِ قَبْلَ الْوَحْيِ وَبَعْدَهٗ بِالْاِجْمَاعِ

[1] روح المعانی [2] زرقانی ص ۲۱۸ ج ۱

نبراس میں ہے:

وَقَالَ الْقَاضِی: ذَھَبَ طَائِفَۃٌ مِنْ مُحَقِّقِی الْفُقَھَاءِ وَالْمُتَکَلِّمِیْنَ اِلَی الْعِصْمَۃِ عَنِ الصَّغَائِرِ کَالْعِصْمَۃِ مِنَ الْکَبَائِرِ لِلْاِخْتِلَافِ فِی الصَّغَائِرِ

ترجمہ: اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ میں جھوٹ بولنے سے معصوم ہوتے ہیں اور وہ بالاجماع نبوت ملنے سے قبل اور اس کے بعد (ارتکاب) کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ محققین فقہاء اور متکلمین کی ایک جماعت کا کہنا ہے جس طرح وُہ انبیاء کرام کو کبائر سے معصوم سمجھتے ہیں، اس طرح صغائر سے بھی معصوم جانتے ہیں (کیونکہ علماء کا مسئلہ) صغائر میں اختلاف ہے۔

قسطلانی علی البخاری میں ہے:

قال الطیبی رحمۃ اللہ علیہ

اِطِّلَاعُ اللّٰہِ الْاَنْبِیَاءَ عَلَی الْغَیْبِ اَقْوٰی مِنْ اِطِّلَاعِہٖ لِلْاَوْلِیَاءِ...... یُظْھِرُ بِمَعْنٰی یَطَّلِعُ اَیْ فَلَایُظْھِرُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی غَیْبِہٖ اِظْھَارًا تَامًّا وَکَشْفًا جَلِیًّا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ وَاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّطَّلِعَ النَّبِیَّ عَلَی الْغَیْبِ یُوْحِیْ اِلَیْہِ اَوْیُرْسِلَ اِلَیْہِ الْمَلَکَ وَاَمَّا کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ فَھِیَ مِنْ قَبِیْلِ التَّلْوِیْحَاتِ وَاللَّمْحَاتِ اَوْمِنْ جِنْسِ اِجَابَۃِ دَعْوَۃٍ فَاِنَّ کَشْفَ الْاَوْلِیَاءِ غَیْرُ تَامٍّ کَالْاَنْبِیَاءِ۔[1]

[1] جمل ص ۴۲۵ (ابن بقیمہ علی البیضاوی)

غیب پر اللہ تعالیٰ جس قدر انبیاء کو مُطلع فرماتا ہے اُن کا علم اولیاء کے علم سے بہت بُلند وبالا ہوتا ہے یُظْھِرُ بمعنی یَطَّلِعُ کے ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں فرماتا جس طرح "اِظہار تام" اور "کَشْفِ جلی" کے طور پر وہ اپنے پسندیدہ (مُنتخب) رسول پر اِظہار فرماتا ہے۔

اور جب رب تعالیٰ کسی نبی کو اپنے علم غیب پر مطلع فرمانا چاہے تو پھر یا تو وُہ ان کی طرف وحی بھیجتا ہے یا مخصوص فرشتہ کو بھیجتا ہے (ارسال کرتا ہے)

جہاں تک اولیاء کرام کی کرامات کا تعلق ہے یہ تَلْوِیْحات (اشارہ، کنایہ) ولَمْحات (تلمیحات) Glimme/Visible یا قبولیت دعاء جنس سے ہیں۔

اولیاء کے لئے (علوم غیبیہ واسرار ربّانیہ کا) کَشْفِ تامْ (Perfect disclosure) اتنا مکمل نہیں ہوتا جس قدر انبیاء کرام کا ہوتا ہے۔

"خزائن العرفان" میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے مزید اِستفادہ وسہولت کی خاطر ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

یعنی اپنے غیب خاص جس کے ساتھ وہ مُنْفَرِدْ ہے یعنی اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشفِ تام اعلیٰ درجۂ یقین کے ساتھ حاصل ہو۔[1]

سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے:

تو انہیں غیب پر مُسلّط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب اُن کے لئے معجزہ ہوتا ہے اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے، مگر انبیاء کا علم باعتبار کشف وانجلاء، اولیاء کے علم سے بہت بلند وبالا و اَرْفَع وَاَعْلٰی ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت اور انہی کے فیض

[1] حاشیہ نمبر ۴۸/۴۷

سے ہوتے ہیں۔

معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے وہ علماء کے لئے علم غیب کا قائل نہیں، اُس کا خیال باطل اور احادیثِ کثیرہ کے خلاف ہے۔ اور اس آیت سے اُن کا تمسک کچھ نہیں۔۔۔۔ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے، جیسا کہ صحاح کی مُعتبر احادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور کے اور تمام مرتضیٰ رسولوں کے لئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔" [1]

آیت نمبر ۳۷ : الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○

(سورۃ علق ۴۔۵:۹۶)

ترجمہ: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو (وہ) نہ جانتا تھا۔

تشریح: قلم بابرکت چیز ہے جس کے ذریعے سے انسان لکھتے ہیں اور لکھنا پڑھنا، حفظ و محفوظ کرنا بڑی عبادت ہے یہ شرف اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا فرمایا ہے اگر لکھنا پڑھنا انسان کو نہ آتا تو آج جملہ علوم وفنون کی حفاظت اور دوسروں تک اس کی اشاعت ناممکن ہوتی۔ ایک قلم تو خدا کی ہے جس کے متعلق احادیث میں آتا ہے: کہ خدا نے قلم سے فرمایا: اُکْتُبْ : تو لکھ، قلم نے دریافت کیا، یارب تعالیٰ! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

عن عُبادَۃَ ابنِ الصّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ فقالَ لَہٗ اُکْتُبْ، قَالَ مَا اَکْتُبُ قال اُکْتُبِ الْقَدْرَ فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَاھُوَ کَائِنٌ اِلَی الْاَبَدِ۔ [2]

[1] ماخوذ از حاشیہ ۵ خزائن العرفان ص ۸۳۸ تاج کمپنی کراچی
[2] رواہ الترمذی مشکوٰۃ ج ص ۲۱

حضرت عبادہ بن ثابت راوی ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، قلم سے اللہ نے فرمایا: لکھ، قلم نے عرض کیا کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا: تقدیر کو لکھ۔ اس نے "مَاکَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلَی الْاَبَدِ" کو لکھ دیا (یعنی تقدیر نے ابتداءِ آفرینش سے لے کر ہمیشہ تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ لکھا دیا)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

اس میں تین مسائل ہیں:

۱۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"اَلْقَلَمُ نِعْمَۃٌ مِنَ اللّٰہِ تعالٰی عظمَۃٌ لَوْلَاذٰلِکَ لَمْ یَقُمْ دِیْنٌ ولم یَصْلُحْ عیش" [1]

"قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر یہ نہ ہوتی تو نہ دین قائم رہتا اور نہ ہی زندگی کی بہتری ہوتی۔"

انسان کو اللہ تعالیٰ نے خط و کتابت سکھا کر بہت اکرام واعزاز سے نوازا، قلم کے ذریعہ علوم وفنون لکھے گئے کتبِ مقدسہ، وحیِ الٰہی، اُممِ سابقہ، ماضیہ کے عروج وزوال کی داستانیں رقم ہوئیں، دنیا بھر کے علوم کو احاطہ تحریر میں لا کر انہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔

آج قرآن واحادیث، مذہبی کتابیں اور اس کے علاوہ تمام علوم وفنون پر مشتمل کتب سائنسی ایجادات، اور دیگر تحقیقات کے علاوہ ذہنی تخلیقات، دفتری ریکارڈ غرضیکہ زندگی کے ہر ادوار سے متعلق نئی سے نئی معلومات قلم ہی کی مرہونِ منت ہیں۔

کتابت کی فضیلت وعظمت سے انکار نہیں، آج کل دنیا بھر میں معلومات کا بہترین ذریعہ کتابت ہی تو ہے کیا علوم وفنون کی کتابوں کی تدوین اور حکمت ودانش کے اسرار رموز کی تشریح قلم وخط کے بغیر ممکن تھی؟ ہرگز نہیں۔

[1] قرطبی ۱۲۰ ج ۲۰

علامہ قرطبی نے بڑے پتے کی بات کی ہے:

لَوْلَاهِيَ مَااسْتَقَامَتْ اُمُوْرُ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا.

اگر یہ لکھنا پڑھنا انسان نہ جانتا تو لامحالہ دین و دنیا کے سب معاملات درہم برہم ہو جاتے۔

چار مخصوص اشیاء:

اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں اپنے ہاتھ سے بنائی ہیں۔

سب جانوروں سے فرمایا کُنْ، تو وہ سب پیدا ہو گئے

۱ قلم ۲ عرش ۳ جنت عدن ۴ اور حضرت آدم

قلم سے کس کو سکھایا؟

اس میں تین اقوال ہیں:

۱۔ ان میں سے سرفہرست حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اس لئے کہ آپ پہلے فرد ہیں جنہوں نے لکھا اور کعب احبار کے بقول دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، اور تیسرے سب لکھنے والے اس میں شامل ہیں۔

قلم کو خدا نے حکم دیا لکھ:

"اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ"

میری رحمت میرے غضب پر بھاری ہے۔

اور بھی روایت میں آیا ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

۱۔ جب ماں کے رحم میں نُطفہ پر بیالیس ۴۲ دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ

ایک مؤکل فرشتہ کو بھیج کر اس کی یہ ذمہ داری لگا دیتا ہے تو وُہ فرشتہ اس کی شکل و صورت بناتا ہے، اس کے کان، آنکھ، گوشت اور ہڈیاں تشکیل دینے کے بعد پھر وہ خدا سے پوچھتا ہے "لڑکا ہو یا لڑکی؟" پھر اللہ جو چاہے فیصلہ فرماتا ہے، فرشتہ وہی لکھ لیتا ہے پھر اسکی اَجل ۲ کے بارے میں پوچھتا ہے۔

خدا کی طرف سے فرشتہ کو جو حکم ملتا ہے وُہ اس کی تعمیل کرتا ہے اور پھر اس کی روزی ۳ سے متعلق لکھتا ہے کہ اس کو روزی کہاں اور کس ذریعہ سے ملے گی؟

اور ایک روایت میں کہ فرشتہ سعید اور شقی ہونے کے متعلق بھی بطن مادر ہی میں سب کچھ لکھ دیتا ہے کہ یہ کیسا ہوگا/ہوگی؟ نیک بخت یا بد بخت!!!

قلم کی تین اَقسام ہیں:

۱۔ **قلم زبانی:** خدا کا قلم تو وُہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور تمام اشیاء کے لکھنے کا حکم دیا۔

۲۔ **اَقلامِ ملائکہ:** یہ فرشتوں کے قلم ہیں جن سے وُہ مقادیر وَ کوائن (ہونے والی اشیاء) اور اَعمال کو لکھتے ہیں۔

۳۔ **اَقلامُ النّاسِ:** جن کا تعلق انسانوں سے ہے اور وہ جن سے تمام معاملات اور روزمرّہ کے احوال وغیرہ لکھتے ہیں۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ اہل عرب میں لکھنے پڑھنے کا بہت کم رواج تھا، لیکن جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے آپ کو خدا نے "اُمّی نبی" بنایا تا کہ آپ کے معجزہ کا ظہور بطریقِ احسن ہو۔

انسان سے کیا مراد ہے؟

یہاں پر ایک قول اور ہے کہ اس سے مراد حضرت "آدم علیہ السلام" ہیں، جنہیں اللہ نے ہر چیز کے نام سکھائے جب کہ قرآن میں ہے

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا.

(آیت ۳۱ سورۃ البقرہ)

دوسرا قول یہ ہے کہ

''الانسان'' سے مراد ''محمد رسول اللہ'' ﷺ ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ يَكُنْ تَعْلَمْ''

(آیت ۱۱۳ سورۃ النساء)

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام انسان (سب اولاد آدم) ہیں۔ جیسا کہ سورہ نحل میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

(آیت ۷۸ سورۃ النحل)

تفسیر صاوی میں ہے:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ الْخَطَّ بِالْقَلَمِ،

انسان کو قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا،

اس سے کتابت اور قلم کی عظمت وفضیلت عیاں ہوتی ہے، چونکہ تمام علوم وحکم کو ضبط ومحفوظ کرنے کا ذریعہ قلم ہی تو ہے،

اُمم ماضیہ کے احوال واخبار، ان کی سیر اور ان کے مقالات کو قلم کے ذریعہ ہی محفوظ کیا گیا ہے، اگر یہ قلم وقرطاس وخط کا سلسلہ نہ ہوتا تو یقیناً دین ودنیا کا معاملہ درست نہ رہتا۔

انسان سے کیا مراد ہے:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اسماء سکھایا گیا، یا بطور جنس کے ساری انسانیت مراد ہے۔ وقیل محمد ﷺ۔[1]

اور ایک قول یہ ہے کہ

الانسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں

تفسیر مظہری میں ہے:

وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم..... فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وتعالىٰ عَلَّمَ نَبِيَّهٗ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ اللَّفَظَاتِ الثَّلٰثِ، عُلُوْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ثُمَّ عَدَّ نِعْمَهٗ فَقَالَ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا.[2]

اور یہ بھی احتمال ہے کہ ''الانسان'' سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان تین کلمات (لفظوں) کے ذریعے علوم اولین وآخرین سکھا دیئے، پھر اپنی نعمت کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہ جانتا تھا'' اور دوسرے مقام پر فرمایا: ''اور سکھا دیا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔''

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

کہ انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں ''وَقِيْلَ الْاِنْسَانُ هُنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم''. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان سے یہاں مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔

---

[1] تفسیر صاوی ص ۳۴۸ ج ۴ [2] تفسیر مظہری ص ۳۰۵ ج ۱۰

اَیْ عَلَّمَہٗ بِالْقَلَمِ مِنَ الْاُمُوْرِ الْکُلِّیَّۃِ وَالْجُزِیَّۃِ مَالَمْ یَعْلَمْ بِہٖ ۱

بہر تقدیر انسان سے مراد عام انسان ہوں یا آدم علیہ السلام یا محمد رسول اللہ ﷺ، معنی یہ ہے کہ خدا نے اُسے قلم کی برکت وطفیل سے اُمورِ کلیہ اور جزئیہ جنہیں وہ نہیں جانتا/جانتے تھے، سب کچھ سکھا دیا۔

الحمد للہ ان تفاسیر کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جب پہلی وحی غارِ حرا میں آئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا "ما انا بقارئٍ" میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں ہوں۔ فرشتے نے آپ ﷺ کو زور سے بھینچا اور کہا پڑھ، آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر فرشتے نے کہا:

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ (سو آپ نے پڑھنا شروع کر دیا) ۲

نیز قاضی صاحب نے یہ نقطہ بھی بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے اپنی صفتِ خلق کا ذکر یوں فرمایا (اَلَّذِیْ) خَلَقَ الْاِنْسَانَ وہ خدا جس نے انسان (جانِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ) کو پیدا فرمایا، چونکہ انسانوں میں بھی تفاوت ہے کچھ تو وہ ہیں جو اشرف المخلوقات میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی رکھتے ہیں جو خدا کی ذات وصفات کی تجلیات کے صرف مظہر ہی نہیں بلکہ کائنات کی اصل تخلیق کے مقاصدِ اُولیٰ کے قبول کرنے میں سب سے زیادہ مستعد اور عبادت ومعرفت الٰہی کے سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتے ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا:

۱۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ،

۱ فتح القدیر ص ۶۶۵ ج ۵ علامہ شوکانی ۲ دیکھئے عمدۃ القاری ص ۴۶ ج ۱، فتح الباری ص ۲۳ ج ۱

اور حدیث قدسی ہے

۱۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَمَا اَظْھَرْتُ الرَّبُوْبِیَّۃَ،

اور فرمایا:

۲۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ

یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو محض عبادت (معرفت) کے لئے پیدا کیا۔

۱۔ اگر اے حبیب! ﷺ

آپ کا پیدا کرنا مقصد نہ ہوتا تو افلاک (آسمانوں) کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں۔

المرادُ بِالْاِنْسَانِ ھُوَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ خُصَّ بِالذِّکْرِ اِظْھَارًا لِّشَرْفِہٖ وَلِاَنَّہٗ ھُوَ الْمُخَاطَبُ بِہٖ

انسان سے مراد وہ نبی ﷺ ہیں جن سے اس آیت میں خطاب ہو رہا ہے آپ کا خصوصی ذکر اس لئے فرمایا گیا تا کہ آپ کی بزرگی وعظمت اور تفخیم شان کا اظہار ہو۔ ۱

خلاصہ کلام یہ کہ

۱۔ اللہ کے فرشتے کو معلوم ہے کہ ایک ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، سعید ہے یا شقی، اس کو روزی کہاں سے ملے گی اور موت کہاں اور کب واقع ہو گی۔

۲۔ نبی ﷺ کو خدا نے علوم الاولین والاخرین سکھا دیئے، صاحبِ قصیدہ بردہ کا یہ شعر قاضی صاحب نے استدلال کے طور پر نقل فرمایا:

۱ تفسیر مظہری ۳۰۳ ج ۱۰

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

کہ تمام جہانوں کے علوم (بَعْضُ عِلْمِ الْاِنْسَان) انسان کے علم کا ا
جزاور بعض ہیں ۔ا

اور لوح وقلم کا علم بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں بعض ہے، ا
انسان کا علم کچھ تو وہ ہے جو لوحِ محفوظ میں قلم نے لکھا ہے اور کچھ وہ علم ہے۔

مالایُحِیْطُ بِهِ الکتابُ ولا یَتَصَدّٰیٰ به القلمُ
یَدُلُّ عَلَیْهِ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وعلّم آدمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا الآیة

جس کا اِحاطہ نہ تو کتاب (لوح محفوظ) کرتی ہے اور نہ ہی اُس کے در
قلم ہوتی ہے، یعنی ایسا علمِ محدود اور جزئی اور بعض اللہ تعالٰی نے انہیں عطا فرما
ہے، جو لوح وقلم کی وُسعت سے بھی وراء ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

مضمونِ اختتام، بوقت ۱/۴ ۱۲ بجے،
شب بروز بدھ، مورخہ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۶ء
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

باب نمبر ۲

احادیثِ مبارکہ، اور مسئلۂ علمِ غیب

اور

تصریحات محدثین کرام

غزوۂ بدر رصنادید قریش کے مصارع اور مقتل کی نشاندہی

حدیث 1:

فَقَالَ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًاإِنْ شَاءَ اللّٰہُ وَھٰذَامصْرَعُ فُلَان غداً اِنْ شَاءَ اللّٰہُ ، قَالَ عُمَرُ رضی اللّٰہ عنہ وَالَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ مَاأَخْطؤُا الْحُدُوْدَ التّی حَدَّھَا رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ فجعِلُوا فی بئرٍ بَعْضُھُمْ عَلٰی بعضٍ فَانْطَلَقَ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حتّٰی اِنْتَھٰی اِلَیْھِمْ فقال یَافُلَانُ بن فلانٍ ھَلْ وَجدتُّمْ ، مَاوَعدَکُمْ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہ حَقًّا فَاِنِّی قد وَجَدتُّ مَاوَعَدَنِی اللّٰہُ حَقًّا.

فقال- عُمَرُ یَارسولَ اللّٰہِ کَیْفَ تُکَلِّمُ اَجْسَادًا لَّاَرْوَاحَ فیھا فَقَالَ مَااَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ غَیْرَ اَنَّھُمْ لایَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَرُدُّوْا عَلَیَّ۔[1]

تشریح:

غزوہ بدر ۲ھ میں واقع ہوا۔ تقریباً ایک ہزار ۱۰۰۰ اروساءِ قریش تین صد تیرہ ۳۱۳ مہاجرین وانصار اُن کے مقابلہ میں کھڑے تھے اللہ کے نبی نے ایک دن پہلے غیب کی خبر دی کہ کل مقام بدر پر دشمن کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہوگا اور میں ان جگہوں کو دیکھ رہا ہوں جہاں بڑے بڑے سردار مارے جائیں گے اور پھر چند مقامات کی آپ نے نشاندہی فرمائی ”ھٰذامَصْرَعُ فلانٍ کہ یہ جگہ فلان کافر کے

[1] رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۴۳

مرنے (گرنے) کی ہے اور آپ اپنے دستِ مبارک کو اُن جگہوں پر رکھتے جاتے تھے، بخاری شریف کے الفاظ ہیں: فَمَا اَمَاطَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہ (بخاری) پھر آپ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہ ہوا اور رسول اللہ نے جو جگہیں متعین فرمائی تھیں اُن میں ذرہ بھر خطا واقع نہیں ہوئی اور عین ہَدَف پر وہ جہنم رسید ہوئے، پھر ان کی لاشیں قریب کے کنوئیں میں ایک دوسرے کے اوپر ڈال دی گئیں، رسول اللہ ﷺ خود چل کر کنوئیں پر تشریف لے گئے اور آپ نے اُن مُردوں سے خطاب فرمایا: کیا تم نے خدا اور اُس کے رسول کا سچا وعدہ پالیا، سو میں نے تو اپنے رب کا سچا وعدہ پالیا، جس کا اُس نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ! کیا آپ مُردوں سے گفتگو فرماتے ہو؟ آپ نے فرمایا:

”تم لوگ اُن سے زیادہ نہیں سنتے، جو کچھ میں اُن سے کہتا ہوں، ہاں! انہیں مجھے جواب دینے کی قُدرت حاصل نہیں۔“

فوائد:

ا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی نے کل (غدًا) کے متعلق بتایا اور یہ غیبی خبر دی کہ فلاں فلاں کافر کس کس مقام پر مرے گا اور پھر وہ جگہیں ہاتھ لگا کر بتادیں تا کہ کسی فرد کو شک وشبہ نہ رہے اور یہ مسئلہ حل ہوگیا ”وَمَاتدرِی نفسٌ بایِّ اَرْضٍ تُموت“ اور کسی انسان کو معلوم نہیں کہ کس زمین (دھرتی) میں اس کی موت واقع ہوگی، یہ فرمان بالکل برحق ہے اور یہ بھی درست ہے کہ کل کیا واقع ہوگا، سوائے ذاتِ الٰہیہ کے کسی کو علم نہیں۔

لیکن اللہ کی تعلیم اور اُس کے بتانے (اِعْلام والھام) سے نبی ﷺ کو یقیناً علم تھا، جس کی بدولت آپ نے اپنے ہاتھ سے مقتل مرنے والوں کے

مصارع (پچھڑنے) کی مخصوص جگہوں کی نشان دہی فرمائی جیسا کہ بخاری شریف کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

۲۔ اہل سنت کے مسلکِ حقہ کی سچائی اور حقانیت کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ جہاں ہزاروں اور لاکھوں آنے والے واقعات فتن وحوادثات اور اشراطِ قیامت کو آپ ﷺ نے (قبل از وقت) تفصیلاً اور اجمالاً بیان فرمایا۔

۳۔ یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا کہ مُردے سنتے ہیں یا نہیں، یقیناً وہ تو جوتوں کی آہٹ اور آواز تک کو سنتے ہیں اور یہ مسئلہ علماءِ اسلام میں بڑی حد تک متفق علیہ ہے اس لئے صرف بخاری شریف کی حدیث نقل کی جاتی ہے تاکہ اہل فہم پر حقیقتِ حال واضح ہوجائے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اَنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ الخ [1]

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ اس کی قبر میں دفنا دیا جائے اور اس کے عزیز واقارب اُس سے جدا ہوں تو وہ اُن کے جوتوں کی آواز کو (بھی) سنتا ہے۔

[1] بخاری شریف ج اول ص ۱۸۳، ۱۸۴

حدیث نمبر 2

عن ابی موسی الاشعری (رضی الله عنه) قال كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی حَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَاقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم فَحَمِدَ اللّٰهَ ثم استفتح رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰی تُصِيْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (مُتَفَقٌ عَلَيْهِ) [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں موجود تھا (نزد بئیر اریس متصل مسجد قبا) کوئی آدمی آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگنے لگے، نبی ﷺ نے فرمایا: اُن کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت دو، تو میں نے اُن کے لئے دروازہ کھولا تو اچانک وہ حضرت ابوبکر صدیق تھے، میں نے انہیں جنت کی بشارت دی جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا، اس نعمت پر وہ شکر بجالائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آئے، انہوں نے بھی اندر آنے کی اجازت چاہی، حضور علیہ السلام نے فرمایا، دروازہ کھول دو، اور انہیں بھی جنت کی بشارت دے دو، میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) تھے، میں نے

[1] مشکوٰۃ کتاب الفتن ص ۵۶۱، اشعۃ اللمعات ص ۶۶۱

انہیں جنت کی بشارت دی جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائے، پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا (اس دفعہ بھی) حضور نے فرمایا انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور انہیں جنّت کی بشارت دو تو اچانک وہ حضرت عثمان غنی تھے میں نے حضور کے اِرشادِ پاک کی تعمیل کی اور انہیں جنت کی خوشخبری دی جو انہیں کرب وبلا اور بلویٰ پر ملے گی فَحَمِدَ اللّٰہَ پس آپ اللہ کی حمد اور اس کا شکر بجالائے، آپ نے فرمایا وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ خدا ہی سے اس مصیبت وبلا پر مدد کی خورداست کی جاتی ہے۔

تشریح: حضرت عثمان ذُوالنورین رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو بارِ خلافت کو اُٹھایا آپ نے چند دن کم بارہ سال خلافت کا زمانہ پایا اور ۸۲ سال کی عمر میں بلوائیوں نے آپ کو شہید کر دیا جبکہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے، ہفتہ کو رات کے وقت جنت البقیع میں آپ کو دفنایا گیا اور آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے بے شمار کارنامے انجام دیئے، جن کی تفصیل کے لئے سیرت کی کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

نوٹ: بعض حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ وَاللّٰہِ لَآ اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ. بُخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

ملاحظہ کیجئے درج ذیل اقتباس:

"ف یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" الخ [1]

[1] تقویۃ الایمان ص ۲۲ شاہ محمد اسماعیل دہلوی

اللہ اللہ خیر سلا، پیغمبر خدا کو نہ اپنا پتہ اور نہ ہی اپنے اُمتیوں کا علم کہ اُن سے کیا معاملہ ہوگا، یہ ہے وہ عقیدہ ہے جو اُمّتِ مُسلمہ کے عقائد اور قرآن وحدیث سے مُتصادِم ہے۔

کیا اللہ کے نبی ﷺ سے خدا نے یہ وعدہ نہیں فرمایا "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (٤) اور آپ کی پچھلی (گھڑی) پہلی سے بہتر ہے۔ (سورۃ والضحیٰ ۵)
اور عنقریب اللہ آپ کو اسقدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

تفسیر مدارک میں ہے:

"اَیْ مَا اَدَّدَ اللّٰہُ لَکَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ والخیرِ الْمَوْعُوْدِ خَیْرٌ مِّمَّا اَعْجَبَکَ فِی الدُّنْیَا .... اَضْنَرَہٗ اَنَّ حَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِکَ لِتَقَدُّمِہٖ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَشَهَادَةُ اُمَّتِہٖ عَلَی الْاُمَمِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ وَلَسَوْفَ الخ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الثَّوَابِ وَمَقَامِ الشَّفَاعَۃِ وغیرہ ذٰلِکَ فَتَرْضٰی: وَلَمَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
"اِذًا لَّا اَرْضٰی قَطُّ وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ" [1]

"اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ سے یہ وعدۂ کریمہ، ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں، کمالِ نفس اور علومِ اوّلین وآخرین اور ظہورِ اَمر اور اِعلاءِ دین اور وہ فتوحات جو عہد مبارک میں ہوئیں اور عہدِ صحابہ میں ہوئیں اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور دعوت کا عام ہونا اور اسلام کا مشارق مغارب میں پھیل جانا اور آپ کی اُمّت کا بہترین اُمت ہونا اور آپ

[1] تفسیر مدارک ص ۸۱۴

کی وہ کرامات وکمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے اور آخرت کی عزت وتکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعتِ عامہ وخاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ کی جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے

نبی کریم ﷺ نے دونوں دست مبارک اُٹھا کر اُمت کے حق میں رو کر دُعا فرمائی اور عرض کیا: اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ محمد (ﷺ) کی خدمت میں جاکر دریافت کرو کہ رونے کا کیا سبب ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے جبرائیل نے حسبِ حکم حاضر ہوکر دریافت کیا: سید عالم ﷺ نے انھیں تمام حال بتادیا اور امت کے غم کا اظہار فرمایا جبرائیل آمین نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں باوجودیکہ وہ خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا جاؤ اور میرے حبیب (ﷺ) سے کہو ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہونگا۔ آیتِ کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیثِ شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگار بخشش دیئے جائیں۔ تو آیت اور احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور کی شفاعت مقبول اور حسبِ مرضی مبارک گنہگاران اُمت بخشے جائیں گے سبحان اللہ! کیا رتبہ علیا ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کے لئے تمام مُقرّبین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اُٹھاتے ہیں

وہ اس حبیب اکرم ﷺ کو راضی کرنے کے لئے عطاء عام کرتا ہے" الخ [1]

حدیث نمبر 3

عن عبدالله بن عمر وقال خَرَجَ رسولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذَانِ الْكِتَابَانِ؟ قُلْنَا لَا يَارسول اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى ، هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثم اَجْمِلَ عَلٰى آخِرِ هِمْ فلايُزَادُ فِيْهِمْ وَلا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثم قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهٖ هٰذَا كتابٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِين فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَايُزَادُ فِيْهِمْ وَلَايُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا الخ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسولِ اللہ ﷺ اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اور آپ کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کتابیں کیا ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں نہیں معلوم کہ ان کتابوں میں کیا ہے، مگر یہ کہ آپ خود ہی ہمیں بتادیں کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ جہاں تک دائیں ہاتھ میں کتاب کا تعلق ہے۔ یہ کتاب اللہ ربّ العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جنتی لوگوں کے اَسماء اور اُن کے آباء واجداد اور اُن کے تمام قبیلوں کے نام مندرج ہیں پھر تفصیل کے بعد اجمالاً بتادیا گیا (جیسا کہ اہل حساب تفصیل کے بعد ٹوٹل رقم کا حساب بتادیتے ہیں) پس ان میں نہ کسی قسم کی زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی کمی۔

---

۱ خزائن العرفان ۲ مشکوٰۃ ص ۲۱

پھر ارشاد فرمایا کہ جو کتاب آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی یہ کتاب اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جہنمی لوگوں کے نام، اُن کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام مُندرج ہیں۔ اب ہمیشہ کے لئے ان اسماء میں نہ تو کسی قسم کی زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی کسی قسم کی کمی۔

فوائد: اس حدیث کی تشریح میں محقق دہلوی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں کہ "هٰذَانِ الْكِتَابَانِ" میں اشارۂ قریب ہے در حقیقت یہ ایک تمثیل و تصویر اور تعبیر کی شکل میں حقیقت حال کو طشت اَزْ بَام کیا گیا ہے۔

اور اہل مکاشفہ فرماتے ہیں کہ کتاب کا وجود مبنی بر حقیقت ہے اور اس میں مجاز کا شائبہ تک نہیں، اور حدیث کے الفاظ سے بھی عیاں وظاہر ہے کہ بغیر کسی تاویل کے مضمون کو برحق مانا جائے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ

"امتیاز خواص از عوام بدو چیز است یکے آنکہ حاصل گردد مر عامہ را از علوم بکسب وتعلّم حاصل میشور، مر خواص را بے کسب وتعلم از نزد پروردگار علیم وحکیم وآنرا علم لدنی خوانند۔ دیگر بآنکہ انچہ عامہ در خواب بینند خواص آنرا در بیداری مشاہدہ نمایند۔۔۔۔ وچوں خواصِ اُمت را ایں حالت و رتبہ حاصل بود فکیف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الخ"۔ [1]

خاص اہل اللہ کا عامۃ الناس سے امتیاز دو چیزوں سے ہے کہ عوام کو جو کچھ ملتا ہے وہ ان کی محنت، کسب اور تعلیم وتعلّم کی بدولت ہے اور خواص کو یہ مرتبہ و مقام محض اللہ کے فضل وعطاء سے انہیں حاصل ہوتا ہے اس میں ریاضت اور تحصیل علم کا عمل دخل نہیں ہوتا (بلکہ فضل الٰہی سے یہ خداداد نعمت انہیں میسر آتی ہے) اس

[1] (اشعۃ اللمعات ص ۱۰۰ ج ۱)

کو علم لدنی سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ عام لوگ جو چیز خواب میں دیکھتے ہیں، خواص اس کو عالمِ بیداری میں مُشاہدہ کرتے ہیں۔ [1]

حدیث نمبر 4

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث مذکور ہے:

عَنْ عبدالرحمن بن عائش قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رأيتُ رَبِّي عزّوجل فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ، قَالَ: فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَافِي السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ [2]

حضرت عبدالرحمٰن ابن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب اللہ عزّ وجل کو اچھی شکل میں دیکھا، خدا نے مجھ سے دریافت کیا کہ فرشتے کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: تو ہی خوب جانتا ہے۔ پھر میرے رب نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی (سو اس کے نتیجہ میں) جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور پھر آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: وَكَذٰلِكَ نُرِيْ الْآيَة.... اور اسی طرح ہم نے ابراھیم کو آسمانوں اور زمین کی ملکتیں دِکھلائیں تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔

[1] انتہی [2] رواہ الدارمی مرسلا

اس حدیث کی تشریح میں مُلّا علی قاری علیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ البَارِی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں رقمطراز ہیں

"فَعَلِمْتُ اَیْ بِسَبَبِ وُصُوْلِ ذٰلِكَ الْفَیْضِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَعْنِیْ مَااَعْلَمَہُ اللّٰہُ مِمَّافِیْھَا مِنَ الْمَلَائِکَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَیْرِھِمَا ، عِبَارَۃٌ عَنْ سِعَةِ عِلْمِهِ الَّذِیْ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْهِ وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ: اَیْ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا کَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ، وَالْاَرْضُ ھِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ وَجَمِیْعَ مَافِی الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَاتَحْتَھَا کَمَااَفَادَہٗ اَخْبَارُہٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ الَّذِیْنَ عَلَیْھَا الْاَرْضُوْنَ کُلُّھَا، یَعْنِیْ اَنَّ اللّٰہَ اَرٰی اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَشَفَ لَہٗ ذٰلِكَ وَفَتَحَ اَبْوَابَ الْغُیُوْبِ ؎1

ترجمہ: یعنی میں نے اس فیضِ (الٰہی) کے حاصل ہونے کے سبب آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جان لیا یعنی جس قدر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمایا جو آسمانوں اور زمین میں ہے مثلاً زمین و آسمان کی مخلوق فرشتے، درخت اور ان کے علاوہ باقی کائنات۔

حدیث کے ان الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وُسعتِ علم کا پتہ چلتا ہے کہ خدا نے آپ پر (اپنے جُود وعطا اور علم و فضل کے کس قدر خزائن ودفائن کے) دروازے کھول دیئے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ مَافی السَّمٰوات سے آسمانوں بلکہ اُن سے بھی اُوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مُستفاد ہے۔ الارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو اُن سے نیچے ہیں

1 مرقاۃ

ب معلوم ہوگئیں، جیسا کہ حضور کا ثور (بَیل) وَحُوت (مچھلی) کی خبر دینا جن پر ب زمینیں (قائم) ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں اور زمینوں کے مُلک دکھلائے اور اس کو اُن کے لئے کشف فرمادیا اور مجھ (آنحضرت) پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔ ؎1

اسی حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "پس دانستم ہر چہ در آسمانہا وہر چہ در زمین بود"

عبارتست از حصولِ تمامہ عُلُوم جُزوِی وکُلّی واِحاطہ آں وتلاوخواند آنحضرت مناسب ایں حال وبقصدِ استشھاد بر اِمکان آں ایں آیت را وَکَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وہمچنیں نمودیم ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام را ملک عظیم تمامہ آسمانہا وزمین را"

ترجمہ: پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین کے اندر تھا یہ عبارت ہے تمام عُلُوم جزوی اور کُلّی اور اُن کے احاطہ سے آپ نے اس کے مناسب حال اور بطور گواہی واستشہاد کے اس آیت کریمہ کو تلاوت فرمایا کہ اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی تمام عظیم الشان مملکتیں دکھلا دیں۔

وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ:

"وتا آنکہ گردَدْ ابراھیم از یقین کنندگاں بوجودِ ذات وصفات وتوحید۔

واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیان ایں دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملکِ آسمان وزمین رادید وحبیب ہر چہ در آسمان وزمین بود حالے از

1 (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکاۃ المصابیح)

ذوات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ رادید وخلیل حاصل شد مراد رالیقین بوجود ذاتی ووحدتِ حق بعداز دیدنِ ملکوت آسمان وزمین چنانچہ اہل استدلال وارباب سلوک ومحبان وطالباں میباشد، وحبیب حاصل شداُو رالیقین وَوَصُوْل اِلَی اللہ اوّل پس ازاں دانست عالم راوحقائق اَنرا چنانچہ شان مجذوباں ومحبوباں ومطلوباں است، واول موافق است بقول مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ وَثَانِی بِہٖ مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّارَأَیْتُ اللّٰہ قَبْلَہٗ. وَشَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا.[1]

تا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کواللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے وجوداور توحید باری تعالیٰ پر پورا پورا یقین ہو جائے۔ اور اہلِ تحقیق نے کہا کہ دونوں میں بڑا فرق وتفاوت موجود ہے، اس لئے کہ خلیل عَلَیْہِ السَّلَام نے آسمان اور زمین کو دیکھا اور حبیبِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارض وسماء کی ہر چیز، ان کی جملہ خصوصیات، ذَوات وصفات اور اُن کے ظاہر وباطن کو اُن پر روشن فرمادیا، اور ہر چیز کا آپ نے (تفصیلاً) مشاہدہ فرمایا:

اور حضرت خلیل علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو دیکھنے کے بعد یقینِ (کامل) حاصل ہوا، جس طرح اہلِ استدلال اَرْبابِ سُلوک، اللہ کے مُحبّین اور طالبانِ حق کو حاصل ہوتا ہے۔

لیکن حبیبِ خُدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب سے پہلے یقین اور وصولٌ اِلی اللہِ حاصل ہوا، اس کے بعد آپ نے تمام عالم اور اُس کے حقائق ومَعَارِف کو جانا جس طرح کہ خدا کے مجذوب بندوں، اس کے محبوب اور مطلوب لوگوں کی شان ہوتی ہے۔ پہلی کی مثال یوں سمجھے کہ مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ ترجمہ: میں نے کچھ کچھ نہیں دیکھا مگر ہر چیز کے بعد اللہ کو دیکھا۔ اور دوسری کی

[1] رواہ الدارمی مرسلاً، والترمذی نحوہ) (اشعۃ اللمعات ص ۳۳۳ ج اول

مثال: مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ: میں نے ہر چیز کے دیکھنے سے پہلے اللہ کو دیکھا اور ان دونوں میں بڑا واضح فرق ہے حدیث مذکور کی تشریح میں شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"گفت آنحضرت پس دیدم پروردگار را کہ نہاد دستِ قدرت خُود درمیانہ دوشانہ من حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ، تا آنکہ یافتم سَردی انگشتانِ اُومیانِ ہردو پستانِ خود فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرِفْتُ۔ پس ظاہر شد وروشن شد مَرا ہر چیز ازعلُوم وشناختم ہمہ را۔"[1]

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پس دیکھا میں نے پروردگار تعالیٰ کو کہ اس نے اپنے دستِ قدرت کو میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ پایا میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے دونوں پستانوں میں تو ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا، پس ہر چیز مجھ پر ظاہر ہوئی اور روشن ہوگئی، اور تمام علوم واضح ہوگئے اور میں نے سب کو پہچان لیا۔"

علامہ طیبی (متوفی ۷۴۲)

فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تحت رَقم فرماتے ہیں:

"وَالمعنٰی انہ (تعالیٰ) کَمَا اَرٰی اِبْرَاھِیْمَ علیہ الصلوٰۃ والسلام مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، وَکُشِفَ لَہٗ ذٰلِکَ، فُتِحَ عَلَیَّ اَبْوَابُ الْغُیُوْبِ، حَتّٰی عَلِمْتُ مَافِیْھَا مِنَ الذَّوَاتِ، وَالصِّفَاتِ وَالظَّوَاھِرِ، وَالْمُغَیَّبَاتِ"[2]

اور اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین اور آسمانوں کی مملکتیں دکھلائیں اور ہر چیز وہاں کی اُن کے لئے منکشف

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۲ ج اول [2] الکاشف عن حقائق السنن ص ۳۳۵ ج ۲

فرمائی گئی تو مجھ پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے گئے، یہاں تک کہ میں نے ہر چیز کی ذات، صفات، ظاہر اور تمام مغیبات کو جان لیا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے اور جاننے میں اور حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے میں بڑا فرق ہے اس نقطہ کی وضاحت علامہ طیبی نے صوفیانہ طریق سے بڑے دلربا انداز میں پیش فرمائی ہے:

وَذٰلِكَ اَنَّ الْخَلِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَأٰى مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَوَّلًا، ثُم حَصَلَ لَهُ الْاِيْقَانُ لِوُجُوْدِ مُنْشِئِهَا ثَانِيًا. وَالْحَبِيْبُ عليه الصلوة والسلام رَأَى الْمُنْشِئَ اِبْتِدَاءً، ثُمَّ عَلِمَ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنْتِهَاءً،

كما قال الشيخ ابوسعيد بن ابى الخير: مَارَأَيْتُ شَيْئاً اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ اَوَّلًا، جَوَاباً عَنْ قَوْلِ الشَّيْخِ اَبِى الْقَاسِمِ الْقُشَيْرِى مَارَأَيْتُ شَيْئاً اِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ بَعْدَهٗ.

ثُمَّ اَنَّ الْحَبِيْبَ حَصَلَ لَهٗ عَيْنُ الْيَقِيْنِ بِاللّٰهِ، وَالْخَلِيْلَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ بِاللّٰهِ، وَالْحَبِيْبَ عِلْمَ الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا، وَالْخَلِيْلُ رَأٰى مَلَكُوْتَ الْاَشْيَاءِ. [1]

(عَلِمْتَ بَيْنَهُمَا بَوْنًا بَعِيْدًا)

اور یہ اس طرح ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانوں اور زمین کی کائنات کو پہلے ملاحظہ فرمایا، پھر اس کے بعد آپ کو خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ کا اِیقان حاصل ہوا اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ربّ کائنات کا دیدار کیا پھر آپ نے انتہا میں آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو ملاحظہ فرمایا۔

۱ طیبی شرح مشکوٰۃ ص ۲۴۵ ج ۲

جیسا کہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ : شیخ ابوالقاسم قشیری کے جواب میں فرماتے ہیں:
میں نے کچھ نہیں دیکھا، مگر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھا

اور امام قُشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَارَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ بَعْدَهٗ. میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا مگر اللہ کو اس کے بعد دیکھا۔[1]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کے متعلق "عین الیقین" کا مرتبہ و مقام حاصل تھا اور خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف "علم الیقین" کا اِعزاز حاصل تھا، حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام جہان کی چیزوں کو جان لیا، اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ملکوتِ اشیاء کو دیکھا۔

بھیڑیے کا عقیدہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا شان ہے: يُخْبِرُكُمْ بِمَامَضٰى وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ

حدیث نمبر 5

وعن ابى هريرة قال جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰى رَاعِى غَنَمٍ، فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِىْ حَتّٰى انْتَزَعَهَا قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰى تَلٍّ فَاَقْعٰى وَاسْتَثْفَرَ وقال وَقَدْ عَمِدْتُّ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّىْ، فقال رَجُلٌ تَاللّٰهِ اِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِى النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ الخ فَكَان الرَّجُلُ يَهُوْدِيًا فَجَاءَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]

۱ علامہ طیبی ۷ مزید فرماتے ہیں   ۲ مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱ اشعۃ اللمعات ص ۵۸۴

ترجمہ: (حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) آپ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریاں چرانے والے (گڈریا) کے ریوڑ کی طرف آیا، اور ایک بکری پکڑ کر لے بھاگا گڈریے نے بھیڑے کا پیچھا کیا اور بکری اُس سے چھڑالی، بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا: وہ اپنی خاص وضع وطریقہ پر بیٹھا اور اپنی دُم کو اُس نے اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان کرلیا: اور کہنے لگا کہ ''میں نے ارادہ کیا تھا کہ آج میں اپنی خداداد روزی سے استفادہ کروں، چنانچہ میں نے اُسے پکڑا اور (اے شخص) تو نے اُسے مجھ سے چھین لیا''۔ اس آدمی نے اللہ کے نام کی قسم کھائی کہ آج تک اُس نے کوئی ایسا بھیڑیا نہیں دیکھا، جو انسانوں کی طرح بات کرتا ہو، یہ بڑے تعجب کی بات ہے، یہ سن کر بھیڑیے نے جواب دیا کہ ''اس (میرے بولنے) سے بھی زیادہ حیران وتعجب انگیز بات یہ ہے کہ تم میں ایک ایسا شخص موجود ہے جوان دوسنگستانوں نخلستانوں (مدینہ طیبہ) میں رہتا ہے، وہ تمہیں گذشتہ اور آئندہ کے تمہارے بعد آنے والے حالات (علم غیب) بتانے والا ہے'' (اور تم لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (وہ گڈریا) ایک یہودی تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس نے یہ سارا ماجرا بیان کیا اور بالآخر وہ مسلمان ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی (الخ الحدیث) [1]

معلوم ہوا کہ انسان تو درکنار، ایک بھیڑیے، وحشی جانور کا بھی یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ تم میں سرکار مدینہ ایسی ہستی ہیں جو ما کان اور ما یکون کی غیبی خبریں بتاتے ہیں، اور بھیڑیے کی تقریر وزبان سے متاثر ہوکر وہ یہودی مسلمان ہوگیا جس نے نبی اللہ کے متعلق یہ اوصاف بتائے تھے، اس میں اشرف مخلوقات، انسان اور پھر اُمتی کہلوانے والوں کے لئے بڑی عبرت کا سامان موجود ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَآاُولِي الْاَلْبَاب)

[1] مشکوٰۃ

دل کا حال جاننا/اور جنتی لوگوں کی سیادت کی خوشخبری دینا

حدیث نمبر 6

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِاُمِّيْ دَعِيْنِيْ اٰتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُصَلِّيَ مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَ اَسْاَلُهٗ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلِيْ وَلَكِ، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهٗ فَسَمِعَ صَوْتِيْ فَقَالَ مَنْ؟ هٰذَا حُذَيْفَةُ! قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ مَاحَاجَتُكَ؟ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ اِسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنی والدہ ماجدہ سے درخواست کہ وہ مجھے چھٹی دیں تاکہ میں بارگاہِ رسالت کی حاضری دے سکوں اور ساتھ ہی مغرب کی نماز بھی آپ کی معیّت (اقتداء) میں پڑھ لوں گا اور میں اُن سے درخواست کروں گا کہ آپ میرے اور آپ (میری والدہ) کے حق میں دعاءِ بخشش فرمائیں، چنانچہ میری والدہ نے مجھے اجازت دی، میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، پس آپ نے نوافل ادا فرمائے (یہاں تک عشاء کی نماز کا وقت آگیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، پھر حضور علیہ السلام اپنے دولت خانہ کی طرف چل پڑے، اور آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی چل پڑا میری آواز یا میرے جوتے کی آہٹ سن کر آپ نے فرمایا کون؟ پھر دفعتہً آپ نے ارشاد فرمایا: اچھا آپ حذیفہ ہیں!

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۱ رواۃ الترمذی ص ۲۱۸ (وقال هذا حديث غريب)

میں نے عرض کیا جی ہاں میں حذیفہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے کیا چاہتے ہو؟ آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا غَفَرَ اللّٰہُ لکَ وَلِاُمِّكَ. اللہ آپ کی بخشش فرمائے اور آپکی والدہ (ماجدہ) کی بھی۔ بے شک یہ فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا، اس نے اپنے رب سے میری ملاقات اور مجھے سلام کہنے کے لئے (سپیشل) چھٹی لی ہے اور (خاص کر) مجھے یہ بشارت دی ہے کہ فاطمۃ الزھراء اہلِ جنت خواتین کی سردار ہیں اور (امام) حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (رضی اللہ عنہما) [1]

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے:

فوائد:

۱۔ والدہ کی خدمت کرنا بڑا ثواب واجر ہے کمزور اور ضعیف والدہ کی دیکھ بھال کرنا سنتِ صحابہ ہے،

۲۔ نمازِ مغرب کے درمیان نوافل (صلوٰہ اوابین) پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔

۳۔ حضرت حُذیفہ رازدارِ رسول ﷺ تھے۔ تاریکی اور اندھیرے میں حضور علیہ السلام نے آپ کو، آپ کی آواز (پائے نعلین مراد است اشعۃ اللمعات ص ۲۹۶) سے پہچان لیا۔ اور فرمایا کون؟ آپ حذافہ ہیں انہوں نے عرض کی نعم۔

۴۔ آپ کی دِلی مُراد کو حضور نے جان لیا اور اس سے پہلے کہ وہ خود عرض کرتے حضور علیہ السلام نے از خود فرمایا: ”غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ وَلِاُمِّكَ“ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری والدہ کی بخشش فرمائے۔

[1] بخاری شریف

۵۔ کون جنتی ہے اور جنت میں سرداری (Leadership) کس کی ہوگی کوئی آسمانی فرشتہ حضرت جبرائیل کے علاوہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری لے کر آیا تھا، بنابریں حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا اور دونوں شہزادوں کی سیادتِ کُل کا اِعلان فرمایا۔

اس حدیث کی تائید وتوثیق میں مشکوٰۃ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث کو ملاحظہ کیجئے کہ رسول (خدا) ﷺ نے خود اپنی قوتِ سماعت اور علمی وسعت کا ذکرِ خیر فرمایا ہے:

حدیث نمبر 7:

وَعَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مالا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ مَافِیْھَا مَوْضِعُ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ ، وَاللّٰہِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَااَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَبُوْذَرٍّ یَالَیْتَنِی کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ. [1]

باب البکاء والخوف

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وُہ کچھ سُنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے ۔۔۔ آسمان نے آواز نکالی (جس طرح اونٹ کی آواز ہوتی ہے) اور اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسا کرے اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ید قدرت

[1] مشکوٰۃ ص ۴۵۷ رواہ احمد اوالترمذی ص ۵۷ ج ۲ وابن ماجہ / مرقاۃ ص ۸۳ ج ۵

میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے اللہ کے حضور سجدہ ریز (مصروف بہ عبادت) نہ ہوتے ہوں۔

واللہ! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ (تمہاری یہ حالت ہوتی کہ) تم اپنی عورتوں کے ساتھ محوِ خواب ہونے کے بجائے صحراؤں کی طرف نکل پڑتے اور اللہ کی بارگاہ میں آہ وفغان اور گریہ زاری کرتے۔۔۔۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے (اَحوالِ قیامت کے پیشِ نظر) یہ کہا: کاش کہ میں ایک درخت ہوتا تو کاٹ لیا جاتا۔

فوائد: اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خرقِ عادت کے مطابق علم کی اس قدر وُسعتِ علمی عطا فرمائی تھی جس کا اِحاطہ کرنا بشر کے لئے ممکن نہیں،

۲۔ آپ کی آنکھوں کی بصارت اور کانوں کی سماعت اتنی ہمہ گیر تھی کہ آپ آسمانوں میں فرشتوں کے اژدحام اور کثرت اور پھر اُن کی مختلف حالتوں کو ملاحظہ فرما کر۔۔۔۔ (کہ کوئی فرشتہ تو حالتِ قیام میں ہے اور کوئی رکوع میں جُھکا ہے اور کوئی سجدہ ریز ہو رہا ہے اور آسمان میں اللہ کی خشیت وخوف سے فرشتوں کی بھی آہیں نکلتی ہیں)

یہ فرماتے ہیں مَافِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ، چار اُنگل کے برابر بھی اسمان میں ایسی جگہ نہیں اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ مگر ہر فرشتہ اپنی پیشانی اللہ کے حضور جھکائے ہوئے عبادت میں مصروف ہے۔

رسول پاک کی رُوئیتِ علمی اور بصری کی ایک اور جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

حدیث نمبر 8:

عن اُسامہ بن زَیْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِیْنَۃِ،فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَااَرٰی قَالُوْا لَا، قَالَ: فَاِنِّیْ لَاَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خَلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ[1]

ترجمہ: اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر نمودار ہوئے، آپ نے اِستفسار فرمایا، ''کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہو؟'' انہوں نے عرض کیا ہم نہیں دیکھتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں یقیناً آنے والے فتنوں کو دیکھتا ہوں جو تمہارے گھروں کے اندر (اس طرح) پڑیں گے جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا و مافیہا کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں:

حدیث نمبر 9:

عن ابن عمر قال قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہ تعالیٰ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھا الی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ[2]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا کو میرے لئے ظاہر فرمایا سو میں اس میں دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، جس طرح میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں اور اس وقت کوئی مواصلات

[1] (متفق علیہ)(ترمذی شریف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۱۲۰ ج۵) [2] (مشکوٰۃ۔ترمذی)

(Comunications) کا ذریعہ نہ تھا اور لشکر اسلامی ابھی واپس مدینہ نہیں آیا تھا، لیکن غیب داں نبی ﷺ نے سب کچھ پہلے ہی اہلِ مدینہ کو بتا دیا تھا۔

حدیث نمبر 10

عن حُذَیفَةَ قَالَ وَاللّٰہِ مَاأَدرِیْ أَنَسِیَ أَصْحَابِیْ أَمْ تَنَاسَوا وَاللّٰہِ مَاتَرَكَ رسولُ اللّٰہ صَلّی اللہ علیہ وسلم مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ إِلٰی أَنْ تَنْقَضِی الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَمِائَةٍ إِلَّا قَدْ سَمَّاہُ لَنَا بِاسْمِہٖ وَاسْمِ أَبِیْہِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِہٖ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا انہوں نے نسیان کا اظہار کیا واللہ، رسول اللہ ﷺ نے اس دنیاء کے اختتام پذیر ہونے تک کسی بھی فتنہ (شر اور بدعت) کے قائد کا نام لے بغیر ہمیں تشنہ کام نہیں چھوڑا، آپ نے ان فتنہ گر قائدین کے پیروکاروں کا ذکر فرمایا جن کی تعداد تین سو ۳۰۰ تک پہنچتی ہے یا اس سے بھی زیادہ مگر آپ نے اُس کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام تک لے کر ہمیں بتایا۔

فائدہ: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے اُن تمام قائدین فتنہ کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ فرمایا جو قیامت تک اِرتداد، جور وجفا اور ظلم وستم کا باعث بنیں گے۔

بے شمار، مُلحِد بدعتی علماء اور سفاک لوگوں کا ذکر فرمایا ہے:

أَرَادَ بِقَائِدِ الْفِتْنَةِ مَنْ تُحْدِثُ بِسَبَبِہٖ بِدْعَةٌ أَوْ ضَلَالَةٌ أَوْ مُحَارَبَةٌ كَعَالِمٍ مُبْتَدِعٍ یَأْمُرُ النَّاسَ بِالْبِدْعَةِ أَوْ أَمِیْرٌ جَائِرٌ یُحَارِبُ الْمُسْلِمِیْنَ [2]

---

[1] رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۶۳

[2] طیبی ص ۵۷ ج ۱۰ کتاب الفتن۔ شرح مشکوٰۃ شریف

حدیث نمبر 11:

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ أَخْطَبِ الْأَنصارِیْ قال صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا نِ الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَی الْمِنبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثم صَعِدَ الْمنبَرَ فَخَطَبَنا حتّٰی الْعَصرِ ثَمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثَمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا بِمَاهُوَ كَائِنٌ إِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قالَ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا [1]

حضرت عمرو بن اَخطب اَنصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے آپ نے ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا، آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، امامت کے فرائض انجام دیئے، پھر آپ منبر پر جلوہ فگن ہوئے، آپ نے ہمیں خُطبہ دیا یہاں تک کہ سُورج غروب ہو گیا (پورا دن خطبہ میں گزر گیا) سو آپ نے ہمیں قیامت تک ہونے والی ہر چیز کے متعلق بتا دیا۔ عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے بڑا عالمِ دین وہ شخص ہے جس نے سب سے زیادہ اِن وقائع کو محفوظ فی الذہن رکھا۔

تشریح: شیخ محقق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت عمرو بن اخطب حضور سید عالم ﷺ کے بڑے لاڈلے اور محبوب صحابی تھے جنہوں نے تیرہ غزوات میں شرکت فرما کر حضور ﷺ سے بڑی دعائیں لیں، اور حضور نے آپ کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور انہیں اپنی دعاؤں سے نوازا۔ آپ کی عمر ایک سو ۱۰۰ سال کی ہو گئی تھی، لیکن آپ کے سر میں گنتی کے چند بال ہی سفید ہوئے تھے۔ یہ تھی سید عالم ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت۔

---

[1] رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ۵۴۳

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وعظ وخطبہ شریف میں حضور علیہ السلام نے بے شمار حوادثات، وقائع اور قیامت تک کے آنے والے عجائب وغرائب بیان فرمائے۔ یہ سب اِخبار بالغیب کے اُمور تھے۔

حدیث نمبر 12:

عن عُقبةَ بن عامرٍ اَنَّ النبیَّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلوٰتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّی اُعْطِیْتُ مَفَاتِیحَ خزائِنِ الْاَرْضِ اَوْمَفَاتِحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا [1]

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے دولت کدہ سے مسجد نبوی میں تشریف لائے) تو آپ نے شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر آپ منبر شریف کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا: میں تمہارے لئے فرط (ذخیرۂ آخرت) ہوں اور تم پر میں گواہ ہوں گا اور بے شک میں اب خدا کی قسم اپنے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔

فوائد حدیث: لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ: کی تشریح میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: هُوَ عَلٰی ظَاهِرِہٖ، وَکَاَنَّهٗ کُشِفَ لَهٗ عَنْهُ فِیْ تِلْكَ الْحَالَةِ [2]

حضور نے جو یہ فرمایا کہ میں اب حوضِ کوثر کو ملاحظہ کر رہا ہوں یہ حقیقت پر مبنی ہے، اور بغیر کسی تاویل کے اس کو ظاہر پر محمول کریں گے، حضور جس حالت میں تھے آپ پر سارے جوابات اور تمام مُسافتیں مُنکشف فرمادی گئیں بالفاظ دیگر آپ نے حوضِ کوثر کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

---

[1] بخاری شریف ج اول ص ۱۷۹ [2] فتح الباری ص ۲۱۱ ج ھکذا فی عمدۃ القاری ص ۱۵۷ ج ۸

اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وُسعت علمی وبصری کا ثبوت ملتا ہے۔

اور خزائنِ الْاَرض یا مَفاتیحُ الْاَرض کا مفہوم بڑا واضح ہے کہ اس سے مراد قیصر وکسریٰ کے خزائن اور قیامت تک امتِ مسلمہ کو جو غَنَائِم وَ دَفَائِن سونا اور چاندی وغیرہ اور زمین کے دیگر خزائن حاضر ہوں گے وہ تمام اس میں داخل ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربِ الٰہی کی وجہ سے بہت سے خفیہ اُمور واسرارِ غیب ظاہر ہو چکے تھے اس لئے آپ دنیا میں بیٹھ کر جنت کے مناظر دیکھ کر ہمیں تاکیداً بتاتے ہیں کہ میں اب حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دیا گیا ہوں (راوی کا شک ہے کہ آپ نے فرمایا) یا زمین کے خزائن کی چابیاں عنائت کی گئیں، اور بخدا! میں اس بات سے خائف نہیں کہ تم میرے بعد مُشرک ہو جاؤ گے، ہاں اگر خوف ہے تو اس بات کا کہ تم دنیا کی رنگینیوں اور اس کی لذّتوں میں پھنس جاؤ گے۔

تشریح: حضور نے ۸ سال کے بعد شُہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھائی اُن کے جسم اسی طرح تازہ وتر تھے (اور معرکہ اُحد ۳ھ شوال میں واقع ہوا تھا) احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ مدینہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ مشروع ہی نہیں۔

اور حضور کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نے شہید کی نمازِ جنازہ پڑھائی ہے اور احناف کا یہی عمل ہے مزید تحقیق کے لئے، اس کی تفصیل فتح الباری ص ۳۰۹ ج ۳ حدیث نمبر ۱۳۴۴ کے تحت مزید تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ ابوداؤد ص ۴۴۷ ترمذی ص ۱۹۷ ا ج الطحاوری شریف ص ۲۹۰ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۸ ص ۱۵۶ بعض کہتے ہیں کہ یہ صلوۃ کا لفظ دعا پر محمول ہے (المبسوط للسرخی) لیکن علامہ عینی نے اس کی تردید فرمائی ہے عمدۃ القاری ص ۲۶ المجلد ۸/۷ علامہ انور شاہ

کاشمیری نے حاشیہ ترمذی میں تفصیلاً بحث کی ہے فانظر ہناک (عرف الشذی)
ملا علی قاری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وَاطِّلَاعُهٗ عَلٰی اَسْرَارِ مَلَکُوْتِهٖ وَ غَیْبِهٖ بِمَالَمْ یَطَّلِعْ عَلَیْهِ سِوَاہُ

اللہ نے اپنی ملکوت (Kingdoms) کے راز و اسرار اور اپنے غیب پر صرف آپ ﷺ کو ہی (تفصیلاً) اطلاع دی ہے اور اس پر آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کو اطلاع نہیں دی۔

اور ''رُؤیت'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَالرُّؤْیَةُ بِمَعْنَی النَّظَرِ اَیْ کُشِفَ لِیْ فَاَبْصَرُهَا عِیَانًا ۱

رویت بمعنی نظر کے ہے یعنی میرے لئے کشف فرمایا گیا تو میں اس (حوضِ کوثر کو) ظاہراً (واضح طور پر) دیکھ رہا ہوں۔

اس کی ایک مثال حضرت نجاشی، شاہِ حبشہ کی نماز جنازہ ہے نَعٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ الْحَبْشَةِ الْیَوْمَ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ ۲

جس دن آپ کی موت واقع ہوئی، رسول اللہ نے ہمیں اُن کے انتقال کی خبر دی اور فرمایا: تم اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دُعا کرو، چنانچہ حضور سیّد عالم ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔۳

اس طرح میت حضور کے سامنے کردی گئی یا تمام حجابات اٹھا دیئے گئے، جنازہ آپ کے پیشِ نظر تھا، گو صحابہ کے لئے یہ منظر بڑا عجیب تھا۔ غائبانہ نماز جنازہ عِنْدَ الْاَحناف درست نہیں، (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷/۸ ص ۲۱، ۲۲) اور دیگر کتب میں اس کی مزید تشریح دیکھی جاسکتی ہے۔۴

۱ مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۰ ۲ بخاری ص ۱۷۷ جلد اوّل ۳ بخاری ص ۱۶۷ ج ۱ ۴ حاشیہ بخاری شریف

تین جلیل القدر صحابہ کی شہادت اور خالد بن ولید کے ہاتھوں فتح کی غیبی خبر......

حدیث نمبر 13:

عن اَنَس بنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّایَةَ زیدٌ فاُصِیْبَ ثم اَخَذَهَا جعفرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ رَوَاحَةَ فَاُصِیْبَ، وَاِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بنُ الْوَلِیْدِ مِنْ غَیْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهٗ ۱

انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھنڈا زید ابن حارثہ نے پکڑا ہے اور وہ شہید ہو چکے پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کر چکے ہیں، ان کے بعد اب جھنڈا، عبداللہ بن رواحہ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے، (وہ بھی زخمی ہوکر) شہید ہوگئے ہیں۔ (اُسوقت) رسول خدا کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے پھر (ان تینوں کی شہادت کے بعد) خالد بن ولید نے بغیر امیرِ لشکر بنے جھنڈا سنبھالا ہے تو انہیں فتح حاصل ہوئی۔

(غزوہ موتہ)

تشریح: واقعہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین ہزار ۳۰۰۰ کے لشکرِ اسلامی پر مشتمل ایک دستہ ملک شام میں بھیجا یہ ۸ھ کو جمادی الاُولیٰ کا مہینہ تھا اور اُن کے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ جعفر طیار علم سنبھالیں گے اور

۱ بخاری شریف ص ۱۶۷ ج اوّل

اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر پھریرا حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ کے حوالے کیا جائے الغرض زید بن حارثہ کی سپہ سالاری میں تین ہزار مسلمانوں نے دشمن سے ڈٹ کر ایمان افروز مقابلہ کیا، حضور کی وصیت کے مطابق (غزوۂ موتہ میں) جانبازوں نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے، لیکن قضاءِ الٰہی کے مطابق تینوں علمبرداران شہید ہو جاتے ہیں، سو پیغمبر ﷺ نے ان کی شہادت کی ''غیبی خبر'' بتائی کہ

۱۔ اب زید بن حارثہ شہید ہو گئے ہیں اور جھنڈا اُن کے ہاتھ سے گر چکا ہے۔

۲۔ اب اسلامی لشکر کا جھنڈا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سنبھالا ہے اور وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔

۳۔ اب جھنڈا عبداللہ بن رواحہ الخزرجی نے سنبھالا ہے اور وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔

۴۔ اب سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللہ حضرت خالد بن وَلید رضی اللہ عنہ نے پرچم اسلام کو سنبھالا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعے لشکرِ اسلام کو فتح و نصرت سے سُرخرو فرمایا ہے۔

خلاصہ کلام: لشکر کی فتح و نصرت کی خوشخبری اور حضرت خالد کے ہاتھوں سے دشمن کی پسپائی کی خبر اللہ کے نبی نے مدینہ طیبہ میں سُنائی، اسی میں اِطلاع علی الغیب ہے اور یہ دلیلِ نبوت ہے، حالانکہ مسلمان ابھی ''معرکۂ موتہ'' میں تھے۔

حدیث نمبر 14:

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَاَسَاءَ الصَّلٰوۃَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ اَلَا تَرٰی کَیْفَ تُصَلِّی الصَّلٰوۃَ اِنَّکُمْ تَرَوْنَ اَنَّہٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ [1]

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ ظہر پڑھائی، اور نماز کی آخری صفوں میں ایک آدمی نے نماز صحیح طریقہ سے نہ ادا کی، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے فلاں آدمی! کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے کس طرح یہ نماز ادا کی ہے؟ تم لوگوں کا خیال ہے کہ جو کچھ تم (حالتِ نماز) میں کرتے ہو وہ مجھ پر پوشیدہ رہتا ہے، خدا کی قسم! بے شک میں جس طرح اپنے سامنے (آگے) دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیچھے (پسِ پشت) بھی دیکھتا ہوں۔

علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں:

وَفِی الْحَدِیْثِ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَعَ اِسْتِغْرَاقِہٖ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ لَمْ یَکُنْ یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِیْ عَالَمِ الشَّھَادَۃِ [2]

اس حدیث میں اشارہ ہے اس بات کی طرف رسول خدا ﷺ کے عالم غیب میں استغراق کے باوجود آپ پر عالم شہادہ کی کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] رواہ احمد مشکوٰۃ شریف، ص ۷۷ [2] شرح الطیبی ص ۲۹۵ ج ۲

''بدانکہ ایں دیدنِ آنحضرت ﷺ از پیش وپس بطریقِ خرقِ عادت بود بوحی یا یا الہام وگاہ گاہ بود نہ دائم۔ ومؤید آنست آنچہ درخبر آمدہ است کہ چوں ناقہ آں حضرت گم شدہ ودر نیافت کہ کجا رفت، منافقاں گفتند کہ محمد می گوید کہ خبر آسماں میرسانم ونمی داند کہ ناقۂ او کجا است، پس فرمود آنحضرت، واللہ من نمی دانم مگر آنچہ کہ بداناند مرا پروردگارِ من اکنوں بنمُود مرا پروردگارِ من کہ وے درجائے چنیں وچناں است ومہارِ وے درشاخِ درختے بند شدہ است (الی ان) وَلاجرم چوں نماز اَفْضَل وَاَرْفَع حالات آنحضرت بود ﷺ اِنکشاف حقائق اشیاء واَعیانِ موجودات واطلاع برآں دریں حالت اتم واَکمل بودہ باشد وشہود آنحضرت موجب استغراق ازکائنات نبوت الخ''۔[1]

یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آگے اور پیچھے دیکھنا خرق عادت کے طور پر بذریعہ وحی یا الہام کے تھا، اور یہ دیکھنا کبھی کبھار تھا نہ کہ ہمیشہ۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی اُونٹنی گم ہوگئی اور پتہ نہ چلا کہ کہاں ہے، اس پر منافقوں نے کہا کہ محمد کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر پہنچاتا ہوں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کی اُونٹنی کہاں ہے؟ اس پر حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں ازخود نہیں جانتا مگر جو کچھ میرا پروردگار مجھے جتادے اب میرے خدا نے مجھے دِکھلا دیا ہے کہ وُہ اونٹنی فلاں جگہ پر فلاں حالت میں ہے کہ اس کی نکیل (مہار) فلاں جھاڑی میں فلاں درخت کی شاخ کیساتھ اُلجھی ہوئی ہے (چنانچہ آپ کی نشان دہی پر اُسی حالت میں گم شدہ اونٹنی دریافت ہوئی)

چونکہ رسول پر حالتِ نماز میں ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی آپ کا اِستغراق اور خشوع وخضوع بھی اور بڑھ جاتا تھا، اس لئے حقائقِ اَشیاء کا اِنکشاف

[1] اشعۃ اللمعات ص ۳۶۵ ج اوّل

اور اَعیانِ موجودات پر اطلاع کا درجۂ ومقام بھی اَتَم وَاَکْمل صورت میں ہوا کرتا تھا حضور کا شہود مُوجب استغراق اور کائنات سے غیبت ودُور ہونے کا سبب نہ بنتا تھا۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بِاَنَّ الصَّوَابَ اَنَّهَا رُؤْيَةٌ مُشَاهَدَةٌ بِالْبَصَرِ كَمَامَرَّ[1]

صحیح یہ ہے کہ آپ حالتِ نماز میں (خصوصاً) آگے اور پیچھے برابر اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ وملاحظہ فرماتے تھے۔

اور صحیحین کی حدیث بھی آپ نے نقل فرمائی ہے فَوَاللّٰہِ لَایَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا سُجُوْدُکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ.[2]

ترجمہ: پس خدا کی قسم! مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے پوشیدہ نہیں رہتے میں اپنے آگے اور پیچھے برابر دیکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے قرب کا ذریعہ رسول اللہ کی اتباع ہے:

اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ درجہ صرف ان لوگوں کو مل سکتا ہے جو رب تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب چاہتے ہوں، اور اللہ کے قرب حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قربِ رسول ﷺ ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران ۳۱:۳)

تم فرمادو (اے نبی) اگر تم لوگ اللہ کی دوستی چاہتے ہو تو پھر میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا دوست بنالے گا۔

[1] مرقاۃ [2] مرقاۃ ص ۲۷۰ ج ۱ [3]

ربیعہ بن کعب کا واقعہ:

جیسا کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مامور تھا اور آپ کے لئے وضو کا اہتمام کیا کرتا تھا ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: "سَل" کوئی حاجت ہو تو ہم سے مانگ لو انہوں نے عرض کیا: "أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ الْجَنَّةَ" یا رسول اللہ! بس میری ایک خواہش ہے کہ جنت میں مجھے آپ کی رفاقت نصیب ہوجائے۔ آپ نے فرمایا: اس کے علاوہ اگر کوئی اور حاجت ہو تو مانگ لو، قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ میں نے عرض کیا بس یہی ایک ہی خواہش ہے بیت:

من ازتو ہیچ مرادے دگرنمی خواہم
ہمی قدر بکنی کز خودم جدا نہ کنی

ترجمہ: میں آپ ﷺ سے کوئی حاجت اور طلب نہیں کرتا۔

بس میری اتنی سی درخواست ہے کہ قیامت کے دن آپ مجھے اپنی صحبت سے جدا نہ فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میری کثرتِ سجود سے مدد کیا کرو۔

حضور جنت میں درجاتِ عالیہ پر فائز ہوں گے وہاں آپ کی رفاقت کا ایک ہی طریقہ ہے کہ نمازوں کی پابندی کی جائے اور رسول اللہ کی سنتوں کو نہ چھوڑا جائے، آپ کی تعظیم، اتباع اور آپ کی پیروی کو حرزِ جان بنالیا جائے تو پھر یہ سعادتِ عظمیٰ نصیب ہوسکتی ہے۔

اس حدیث میں رسولِ خدا ﷺ نے اپنے خداداد اختیار کو استعمال فرما کر یہ فرمایا کہ میری "رفاقت ومعیت" تو تمہیں مل ہی جائے گی اس کے علاوہ

کوئی اور حاجت ہو تو (وقتِ اجابت ہے) مانگ لو۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ خدا جنت کے مالک ہیں اور جس کو چاہیں جیسے نوازیں۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے اس کی ایمان افروز "تشریح فرمائی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

فائدہ: وازفوائد ایں حدیث آنست کہ خدمت بزرگاں وراضی ساختن ایشاں موجب سعادت وحصولِ موہبت وکرامت است۔ وچہ بزرگ وکدام بزرگ کہ سید کائنات وَاَجْوَدُ وَاَکْرَم اہلِ عالم وخلاصہ موجوداست صلی اللہ علیہ وسلم

وازاطلاقِ سوال کہ فرمود "سَل" بخواہ وتخصیص نہ کرد بمطلوب خاص، معلوم می شود کہ کارِ ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ﷺ، ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذنِ پروردگارِ خود بدہد۔[1]

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

بیت:

اگر خیرتِ دنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا ہرچہ می خواہی تمنا کن!

اگر آپ دنیا اور آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتے ہو تو پھر رسول کریم کی بارگاہ میں حاضری، دو پھر آپ سے مانگو جو چاہو، اپنی تمنا پوری کرلو۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ بزرگانِ دین کی خدمت کرنا اور انہیں راضی رکھنا مؤجب سعادت، حصول موہبت وکرامت ہے اور کس قدر اور کون بزرگ سرکار دوعالم ﷺ کی ذاتِ برکات، جوساری کائنات کے سردار،

[1] فارسی اشعۃ اللمعات ۳۹۶ ج اوّل

سب سے زیادہ سخی اور کرم فرما، ساری موجودات کے خلاصہ ہیں ﷺ
آپ نے مطلق فرمایا "سَلْ" کوئی حاجت ہے تو مانگ لو اور کسی چیز کی آپ نے تخصیص نہیں فرمائی، اور کسی مقصدِ خاص کو ملحوظ نہیں فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ کے دستِ ہمت وکرامت میں ہیں۔ ﷺ آپ جو چاہیں، جس کو چاہیں اپنے پروردگار کی اجازت سے عنایت فرمائیں۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ایمان افروز اشعار میں یہی جھلک ملاحظہ ہو۔

رضا مستِ جامِ عشق ساغر باز میخواہد
اَلَا یٰاَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّنَاوِلْھَا

تم ہو جواد و کریم، تم ہو رؤف رحیم — خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں سلام — تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں سلام

ملا علی قاری اور اختیار رسول ﷺ:

اسی حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں:

يُؤْخَذُ عَنْ اِطْلَاقِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَمْرُ بِالسُّوَالِ اِنَّ اللّٰهَ مَكَّنَهٗ مِنْ اِعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ.[1]

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے جو مطلقاً کسی چیز کے مانگنے کا حکم دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جس کو چاہیں، جو چاہیں دیں۔ (یہ "تصرف وتمکین" خداداد عطیہ ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۲۳ ج۱

مواہب لدنیہ میں شارح بخاری امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عليه وآله وسلم اَنَّهٗ كَانَ يَخُصُّ مَنْ يَّشَاءُ بِمَا شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ.

حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے کہ آپ احکامِ شرعیہ میں سے جس کو چاہیں۔ جو چاہیں جس طرح چاہیں اُسے دے کر مخصوص و مستثنیٰ فرمائیں۔

بصیری فرماتے ہیں:

وَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ: دنیا اور آخرت آپ کی بخشش کا نتیجہ ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علم بے پایاں کا ایک قطرہ ہے۔

حدیث نمبر 16

وعن ابی اُمَامَةَ (رضی الله عنه) قال اِنَّ حِبْراً مِنَ الْيَهُوْدِ سَئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ فَسَكَتَ عَنْهُ وَ قَالَ اَسْكُتُ حَتّٰى يَجِيْءَ جِبْرَائِيْلُ فَسَكَتَ وَجَاءَ جِبْرَائِيْلُ فَسَئَلَ فَقَالَ مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ اَسْئَلُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ثُمَّ قَالَ يَامُحَمَّدُ اِنِّيْ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دُنُوًّا مَادَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَاجِبْرَائِيْلُ قَالَ: كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ، فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَخَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا[2]

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۲۳ ج۱ [2] رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر

ترجمہ: حضرت ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دانشور یہودی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ بتاؤ کہ سب مقامات سے اچھی جگہ کونسی ہے؟ آپ خاموش رہے اور اُس یہودی عالم کو کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا: میں جبرائیل کے آنے تک خاموش رہوں گا بالآخر حضرت جبرائیل حاضر خدمت ہوئے اور اُن سے یہی سوال کیا۔ حضرت جبرائیل نے جواباً عرض کیا: مسئول عنھا (جس سے سوال کیا گیا) سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے دریافت کروں گا۔ پھر جبرائیل عرض گزار ہوئے اے محمد (ﷺ) میں رب تعالیٰ کے اس قدر قریب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی بھی میں اتنا قریب نہیں ہوا حضور نے دریافت فرمایا: اے جبرائیل! وہ قُرب کس قدر تھا؟ جبرائیل نے عرض کیا: کہ میرے اور رَب تعالیٰ کے درمیان ستر ۷۰ ہزار نُورانی حجابات تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سب سے بدترین جگہیں بازار ہیں اور تمام جگہوں میں سے بہترین جگہیں ''مسجدیں'' ہیں۔

فوائد: اس حدیث میں بہت سے دینی اَحکام اور شرعی مسائل مُضمر ہیں اُن میں سے درج ذیل اہم مسائل یہ ہیں:

۱۔ جس طرح ہمارے نبی ﷺ وحی کے محتاج ہیں اسی طرح حضرت جبرائیل بھی ارشادِ الٰہی کے محتاج اور پابند تھے۔

۲۔ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ رسول اکرم ﷺ وحی کے بغیر اپنی مرضی سے مسائل دینیہ شرعیہ میں عموماً گفتگو نہیں فرماتے تھے، خصوصاً احکام شرعیہ میں اور معاملات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے منتظر رہتے تھے، وحی آنے کے بعد حقیقت حال پر روشنی ڈالتے تھے۔

۳۔ اَسرارِ الٰہیہ کے اظہار میں حضرت جبرائیل سے بھی رازدارانہ انداز میں ہی گفتگو فرماتے تھے۔

۴۔ بعض چیزوں کی عظمت اور اظہار فضیلت کی خاطر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت جبرائیل نے ایک جیسا طریقۂ کار اختیار فرمایا اور رازدارانہ اُسلوب میں گفتگو فرمادی جیسا کہ اس مرتبہ جبرائیل سے حضور سے سوال فرمایا تو جبرائیل نے عرض کیا:

مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا اَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

مَسْئُوْلُ عَنْهَا (یعنی میں قیامت کے بارے میں) سائلِ سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر جبرائیل نے خدا سے پیغام لاکر مسجدوں کے تقدس کو خیر البقاع کا یہ سرٹیفکیٹ دلوایا۔

۵۔ بعض دفعہ کسی بات کا فوراً جواب نہ دینے میں بھی ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں کچھ حضرات جواب کی نفی کو عدمِ علم پر محمول کر کے اپنی کوڑھ مغزی کا ثبوت دیتے ہیں۔

۶۔ اگر حضور اور جبرائیل فوراً اپنی طرف سے جواب دے دیتے تو اس قدر اہمیت اور فضیلت خَیْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا کا واضح اِظہار نہ ہوتا جو ہر ذی فہم پر ظاہر ہے۔

خلاصہ حدیث 17:

سراقہ بن مالک اور کسریٰ کے کنگن پہننے کی غیبی خبر وبشارت

کُتبِ سِیَر میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضور سید کائنات ﷺ نے سراقہ بن مالک کو یہ غیبی خبر دی کہ ایک وقت آئے گا کہ تمہیں کسریٰ کے خزانوں میں

سے کنگن پہنائے جائیں گے چنانچہ عہدِ فاروقی میں ایران فتح ہوا تو آپ کو وہ کنگن پہنائے گئے۔

وَلَمَّا اَرَادَ الْاِنْصِرَافَ قَالَ لَهُ

"كَيْفَ بِكَ يَاسَرَاقَةُ اِذَا تَسَوَّرْتَ بِسِوَارَيْ كِسْرٰى." [1]

اور جب سراقہ جانے لگے تو حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا۔ اے سراقہ! تیرا کیا مرتبہ ومقام ہوگا جبکہ تمہیں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کے ارشادِ گرامی کے پیشِ نظر مردوں کو دُنیا میں سونے کا استعمال ممنوع ہے، لیکن حضور نے اپنے خصوصی اختیارِ شرعیہ کے تحت انہیں اجازت دے دی تھی اور اس بات کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی جانتے تھے، اسی لئے جب ایران (فارس) فتح ہوا تو اس کی تعمیل کی گئی۔

خلاصہ حدیث نمبر 18:

فتنۂ دجّال اور حضور ﷺ کی غیبی اَخبار

حضور سید کائنات ﷺ نے دجّال کے خُروج اور اُس کے فتنوں و آزمائش کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے ہم احادیث کے ذخیرہ سے اختصاراً چند علامات قارئینِ کرام تک پہنچانا چاہتے ہیں:

۱۔ **دجال کا حلیہ:** وہ مسیح الدّجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔

۲۔ حضرت آدم کی تخلیق سے لے کر قیامت کے آنے تک دجّال کے فتنہ سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔۔۔ [2]

۱ السِّیرَۃُ الحَلَبِیّه ۲:۴۵ (مواہب الدنیہ ص۱۹۳:۲)   ۲ مسلم

۳۔ مَمْسُوْخُ الْعَيْنِ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ" اس کی آنکھ کا ڈھیلا نکلا ہوگا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ "کافر" لکھا ہوا ہوگا۔

۴۔ گدھے پر سوار ہو کر آئے گا۔

۵۔ ارضِ مشرق خُراسان سے اُس کا خُروج ہوگا

۶۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نُزول ہوگا اور دجّال حضرت مسیح کے ہاتھوں سے ہلاک ہوگا۔

۷۔ دجال زمین پر چالیس برس تک ٹھہرے گا وقت بڑی تیز رفتاری سے گزرے گا سال مہینہ کی طرح اور مہینہ جمعہ (Week) کی طرح اور جمعہ اس طرح گزرے گا جس طرح دن گزرتا ہے اور دن کی مثال یوں سمجھئے جس طرح لکڑی کو آگ کے شعلے بھسم کر دیتے ہیں (اور پھر وہ ختم ہو جاتے ہیں)۔

۸۔ بالآخر دجّال سے مُجاہدینِ اسلام مقابلہ کریں گے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

حدیث نمبر 19

"اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَ هُمْ وَاسْمَاءَ آبَائِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ اَوْمِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ [1]

حضور فرماتے ہیں:

میں ان مجاہدینِ اسلام کے نام اور ان کے باپ دادا کے ناموں اور اُن کے گھوڑوں کے اَلوان (رنگوں) کو (بھی) پہچانتا کہ وہ روئے زمین پر اپنے وقت کے بہترین شاہسوار ہوں گے (جو دجال سے مقابلہ کریں گے)

۱ رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۶۷ باب الملاحم

اس حدیث کی تشریح میں ملاّ علی قاری فرماتے ہیں:

فِیْهِ مَعَ کَوْنِهٖ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ عِلْمَهٗ علیہ السلام مُحِیْطٌ بِالْکُلِّیَّاتِ وَالْجُزْئِیَاتِ مِنَ الْکَائِنَاتِ وَغَیْرِهَا [1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اطلاع۔۔۔ حضور علیہ السلام کے معجزات میں داخل ہے (اور دوسرا یہ کہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریف پوری کائنات کے تمام کُلّی اور جُزئی واقعات پر مُحیط ہے: مُلاّ علی قاری اَحناف کے سَرخیل علماء میں شمار ہوتے ہیں اور آپ کی تحقیق کو درجۂ اِستِناد حاصل ہے، آپ کے نزدیک حضور علیہ السلام کو کائنات کے کُلّی اور جُزئی واقعات کا پورا پورا علم حاصل ہے۔

کَمَاهُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْعِبَارَةِ
فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حدیث نمبر 20:

وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عَصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَنْزَ آلِ کِسْرٰی الَّذِیْ فِی الْاَبْیَضِ [2]

نوٹ: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ۔ ملتان میں "اَنَّ عِلْمَهٗ" صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "علمہ تعالیٰ" لکھا ہے، جو خیانت ہے۔ ناشر

[1] (مرقاۃ المفاتیح ص ۱۵۱ ج۔۵ مطبوعہ ملتان) [2] رواہ مسلم

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هَلَكَ کِسْرٰی فَلَایَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَهٗ وَقَیْصَرُ لَیَهْلِکَنَّ ثُمَّ لَایَکُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ کُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَسَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَةً [1]

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ (درحقیقت) کسریٰ ہلاک ہو چکا ہے یا عنقریب وہ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی دوسرا فارس کا بادشاہ نہ ہوگا البتہ قیصر (شاہِ روم) ہلاک ہوگا اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا خسرو کے خزانہ کو ضرور مسلمانوں کی ایک جماعت فتح کرے گی جو کہ قصرِ اَبیَض (White castle) میں محفوظ تھا۔ اور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں تقسیم کیا جائے گا لڑائی ایک چال کا نام ہے۔

(یاد رہے کہ مدائن کی فتح حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی اور اسی دور میں وہ خزانہ باہر نکالا گیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ گرامی کی غیبی خبر کے مطابق مسلمانوں کی آرمی (دستۂ فوج) کو یہ سعادت میسر آئی۔ یمن کے شہر یمامہ میں آج اس جگہ پر ایک مسجد بنادی گئی ہے۔

الغرض دفائن (Treasures) سے قیصر و کسریٰ کے خزانے مراد ہیں، جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

"وداده شد مراد و گنج سرخ و سفید، مراد به گنج سُرخ خزینه هائے اکاسِرَہ کہ خُسروانِ فارس اند کہ غالب بریں زر است و بہ گنج سفید خزینه هائے قیاصرہ کہ بادشاہان روم اند و غالب بر ایشاں نُقرہ است، و بعضے گفتہ اند کہ باحمر ملکِ شام است از جہت سرخی رنگ ایشاں و بابیض ملکِ فارس از جہت سفیدی رنگ ایشاں و معنی اوّل ظاہر تر است۔ [1]

[1] اشعۃ اللمعات ص ۴۷۰ جلد چہارم

مجھے دو سُرخ اور سفید (سونا اور چاندی) کے خزانے دیئے گئے۔ اس سے مراد قیصر و کسریٰ کے خزانے ہیں۔ فارس کے بادشاہوں کے ہاں زیادہ تر سونا تھا اور اہل روم کے پاس چاندی کے خزانے تھے۔ بعض نے کہا ہے اَحمر کا لفظ شام کے لوگوں کی سرخ رنگت کی وجہ سے استعمال ہوا ہے اور ملکِ فارس پر اُن کے سفید فام ہونے کی وجہ سے اَبیض کا لفظ بولا گیا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حدیث نمبر 21:

عن عمر رضی الله عنه قال قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مقامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاهلُ النَّارِ مَنَازِلَهُم حَفِظَ ذلك مَن حفِظه ونَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ [1]

حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور سیّدِ عالم ﷺ نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا سو آپ نے ہمیں ابتداءِ آفرینشِ کائنات سے لے کر جنّتیوں کے جنت اور جھنمیوں کے جہنم میں (اپنے مقامات میں) داخل ہونے تک سب حالات بیان فرمائے، اس حدیث (وعظ) کو جس نے یاد رکھا سو رکھا۔ جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا۔

حدیث نمبر 22:

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِىْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَازُوِىَ لِىْ مِنْهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ الخ [2]

[1] رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص ۵۰۶ [2] ترمذی شریف ص ۴۰ ج ۲ (مشکوٰۃ ص ۵۱۲ باب فضائل سید المرسلین کتاب الفتن)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ لیا، تو میں نے اُس کے مشارق اور مغارب کو دیکھا (اس سے مشرق مغرب، جنوب و شمال، رُبعِ مسکُون (زمین) مراد ہے) اور عنقریب میری اُمّت وہاں تک پہنچے گی، اور مجھے سُرخ اور سفید (سونا اور چاندی) کے خزانے دیئے گئے۔

تشریح: اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ یہ ساری دنیا حضور سیّدِ عالم ﷺ کے سامنے پیش کی گئی اور مشرق سے مغرب، اور شمال سے جنوب تک برّ و بحر کی کوئی ادنیٰ چیز بھی آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہی۔ ہر چیز آپ کے پیشِ نظر کردی گئی اور آپ کو یہ بشارت دی گئی کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جبکہ اسلام دنیا بھر میں پھیلے گا اور آپ کو زمین کے خزانے دیئے جائیں گے، اس سے مراد زمین کے وہ حصے ہیں جن پر ابھی تک مسلمانوں کا قبضہ نہیں ہوا، لیکن تدریجاً اُن مقامات اور ممالک پر یا تو مسلمان قابض ہو جائیں گے یا وہاں کے رہنے والے حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر آپ کی پیشگوئی کی عملی تعبیر پیش کریں گے جیسا کہ خدا کے فضل و کرم سے ہم دیکھ رہے ہے کہ فرانس میں اسلام عیسائیت کے بعد دوسرا بڑا مذہب ہے، اور امریکہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اور ایک مسلمان کانگرس امریکی پارلیمنٹ کا ممبر چُنا گیا ہے جس نے قرآن پر حلف اُٹھا کر رسول اللہ کی غیبی خبر کی تصدیق کی ہے، اسی طرح برطانیہ کی سرزمین میں بڑی تعداد کے اندر تقریباً ہر بڑے شہر سے مقامی کونسلر منتخب ہوئے ہیں اور اس وقت ۲۰۰۴ء تا ۲۰۰۸ء چار مسلمان برطانوی پارلیمنٹ میں ممبر منتخب ہوئے ہیں اور برطانوی تاریخ میں ایک مسلمان لارڈ نذیر احمد صاحب ہاؤس آف لارڈ کے ممبر منتخب ہو چکے ہیں۔

الحمد للہ! اسلام زور اُفزوں رُوبترقی ہے برطانیہ اور یورپ کے مختلف ممالک میں مساجد و مدارس کی تعمیر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْفَزِدْ۔ آمین یارب العالمین۔

حدیث نمبر 23

عن عبداللہ بن مسعود قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَھْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْھَا وَآخِرَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ دخولاً [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں یقیناً اُس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا اور اس کو بھی جانتا ہوں جو جنت میں سب سے آخیر داخل ہوگا۔

اور اسی قسم کی ایک اور حدیث جو حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم کی اتنی وسعت ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ جنت میں سب سے پہلے کون داخل ہوگا اور سب سے آخیر میں (گناہوں کی بخشش یا سزا کاٹ کر) کون شخص داخل ہوگا یہی حال جہنم کا بھی ہے، یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی شفاعت اہلِ کبائر کے لئے ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

قال شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ، [2]

[1] ترمذی شریف ص ۸۷ ج ۲ "مشکوۃ شریف" [2] مشکوۃ مرقاۃ ص ۳۰۹، ترمذی، ابوداؤد۔ ابن ماجہ

حضور کو معلوم ہے کہ قیامت کے دن آدم تا عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین حضور کے لواء الحمد کے نیچے جلوہ گر ہوں گے۔

اور سب اہلِ قیامت آپ کے محتاج ہونگے، ہر نبی سے مایوس ہو کر بالآخر وہ شفیعِ یوم جزا کے پاس حاضری دیں گے اور حضور ہی ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدَیَّ [1]

اس دن بزرگی دنیا اور عزت اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہونگی اور "لواءِ حمد" میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں ساری اولاد آدم میں اس دن معزز ترین ہستیوں میں ہونگا، اور میں ہی عرش عظیم کے دائیں طرف جلوہ گر ہوں گا اور کسی دوسرے نبی و رسول کو وہ مرتبہ و مقام حاصل نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے صراحۃً درج ذیل حدیث میں اپنا ذکرِ خیر فرمایا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے اصحاب کے قریب تشریف لائے اور اپنے اصحاب کا مذاکرہ سماعت فرمایا، بعض نے کہا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کلیم بنایا اور کسی نے کہا کہ دیکھو عیسیٰ کو کلمۃ اللہ کا شرف حاصل ہے اور آپ روح اللہ ہیں جنہیں ایک لفظ کُن سے پیدا کیا اور کسی نے کہا آدم صفی اللہ ہیں۔ بالآخر رسول اللہ نے جب ہر ایک کی گفتگو سن لی تو آپ نے فرمایا میں نے تمہارا سلسلۂ کلام سنا اور ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تمہارا اظہار تعجب کرنا کہ آپ اللہ کے دوستدار ہیں اور دیگر انبیاء کے متعلق تم نے جو ان کی خوبیاں اور صفات بیان کی ہیں وہ تمام صفات اُن میں بدرجۂ اتم موجود ہیں واقعی وہ سبھی ایسے ہی ہیں۔ وہ تمام اوصاف ان میں موجود ہیں اور واقعۃً وہ سبھی ایسے ہی ہیں۔

[1] رواہ الترمذی

حدیث نمبر 24

اَلَاَ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَلَافَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ وَلَافَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَیَفْتَحُ اللّٰهُ لِیْ فَیُدْخِلُنِیْهَا وَمَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ.

رواہ الترمذی ص۲۰۱ ج۲ (والدارمی) مشکوۃ شریف ۵۱۳، ۵۱۴

خبردار! میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر و تکبر نہیں اور قیامت کے دن لواءُ الحمد میرے پاس ہوگا۔ آدمؑ اور دیگر انبیاء و مرسلین سب لواء الحمد کے نیچے ہوں گے، میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ فخراً نہیں کہتا، اور میں پہلا شخص ہونگا جو جنت کے دروازے پر دستک دے گا اور میرے لئے ہی اللہ تعالیٰ درِ جنت کو وا فرمائے گا اور مجھے جنت میں داخل فرمائے گا درحالیکہ میرے ساتھ فقراءِ مومنین بھی ہوں گے اور میں ہی تمام اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہونگا اور فخر نہیں (یعنی میں یہ بات اپنے زُعم سے رعونت و تکبر اور فخر و مباہات سے نہیں کہتا بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی بے شمار نعمتوں و اِنعام و اِکرام کے پیشِ نظر بطور تحدیثِ نعمت کے کہتا ہوں)۔

شیخ محقق فرماتے ہیں:

ظاہر در آنست کہ دریں حدیث مراد اوّلین و آخرین اَنبیاء اند و اگر در اولین ملائکہ را نیز داخل دارند دُور نہ باشد [1]

[1] اشعۃ اللمعات ص۶۷۴ ج چہارم

اولین اور آخرین سے مراد انبیاء کرام ہیں اور اولین میں ملائکہ کو بھی شامل کریں تو کوئی اِستحالہ و دور کی بات (ممانعت) نہیں۔

دارمی کے الفاظ ہیں: اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ [1]

میں تمام رسولوں کا قائد اور خاتم النّبیین ہوں۔

یہ اوصاف نبی پاک ﷺ نے خود بیان فرمائے ہیں۔ وہ لوگ جو یہ وظیفہ صبح و شام پڑھتے رہتے ہیں کہ نبی کو نہ اپنے انجام کا علم ہے اور نہ اپنی امت کا، اُن کی خیر خواہی کے لئے ''مُشتے نمونہ از خروارے'' بیان کیا ہے ورنہ اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ حضور کے مراتب رفیعہ اور درجات عالیہ کی نہ کوئی حد ہے اور نہ اس سمندر کے لئے کوئی ساحل۔ اس لئے ہمارے لئے راہِ نجات یہی ہے کہ ہم حضور سیّد الانبیاء والمرسلین کے اوصاف و محامِد کو دل و جان اور صحیح عقیدہ کے ساتھ مان لیں اور آپ کے عُلُوم غیبیہ کو بطور مُعجزہ کے تسلیم کریں۔

یہی راہِ نجات ہے

[1] رواہ الدارمی

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کس قدر اپنی عقیدت ومحبت کے پھول پیش فرماتے ہیں:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قُرآن، وہی فرقان، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ!

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب!
گنبد آبگینہ رنگ تیرے مُحیط میں حباب

مولانا ظفر علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نُور نہ ہو سیاروں میں

باب ثالث

مسئلہ علم غیب
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور دیگر انبیاء کرام پر
علمِ غیب کا اِطلاق اور اُس کی
تفصیلات کا ثبوت

''علمِ غیب'' کا اِطلاق اوراس کے دلائل وتفصیلات

کیااللہ کے اعلام، انباء، اخبار کے بعد ''علمِ غیب'' کا اِطلاق انبیاء ورُسُل کرام پر درست ہے یا ناجائز وحرام اور شرک؟

بعض علما کہتے ہیں کہ اللہ کے بتانے، وحی واخبار کے بعد ''اطلاع علی الغیب'' تو کہہ سکتے ہیں، لیکن حضور کے لئے علمِ غیب کا استعمال غلط ہے۔ بلکہ وہ ''غیب'' رہتا ہی نہیں۔

اس کا جواب مندرجہ ذیل حوالہ جات کی روشنی میں دیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام کسی کے دھوکہ میں نہ آئیں اور وہ ان دلائل کی روشنی میں حقیقتِ حال کو جان سکیں۔ اللہ تعالیٰ امام احمد رضا بریلوی پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے بڑی تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، آپ کی تصنیف ''خالص الاعتقاد'' اور آپ کے دیگر رسائل اس مسئلہ میں حرفِ آخر ہیں، ان کا مطالعہ لازمی ہے۔

ہم یہاں پر چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں امید ہے کہ اہلِ انصاف جو تحقیق وصواب چاہتے ہیں وہ نیلِ مرام میں مطمئن ہوں گے۔

حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کا منظر، اور اِطلاق علمِ غیب:

صحیح بخاری اور مسلم شریف میں ہے:

''یاموسیٰ اِنّی عَلٰی عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَلَّمَنِیْہِ لَاتَعْلَمُہٗ اَنْتَ

وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَلَّمَکَ اللّٰہُ لَااَعْلَمُہٗ۔ [1]

اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جسے آپ نہیں جانتے، صرف میں ہی جانتا ہوں اور آپ کو بھی اللہ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جو آپ ہی کو اللہ نے سکھایا ہے، اُسے میں نہیں جانتا۔

یہاں پر ''اِنّی عَلٰی عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَلَّمَنِیْہِ'' کے الفاظ قابلِ غور وفکر ہیں۔

ایک تو لفظ علم (غیب) عَلَّمَنِیْہِ، جو اُس نے مجھے سکھایا ہے، خدا کی تعلیم کے بعد وہ علم (غیب) کہلاتا ہے یہی ہمارا موقف ہے۔

حریف کا یہ کہنا کہ اِعلام، انبا، اِخبار کے بعد وہ غیب کا علم نہیں رہتا' غلط ثابت ہوا۔

علم غیب ذاتی واستقلالی: اور علامہ ابوالسعود:

وَلِلّٰہِ تَعَالٰی خَاصَّۃً لَالِاَحَدٍ غَیْرَہٗ اِسْتِقْلَالًا وَلَا اِشْتِرَاکًا غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَیِ الْاُمُوْرِ الْغَائِبَۃِ عَنْ عُلُوْمِ الْمَخْلُوْقِیْنَ قَاطِبَۃً [2]

اور ''علم الغیب''

خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اُس کے سوا کسی اور کو نہ استقلالی (ازخود، ذاتی طور پر) اور نہ اشتراکی لحاظ سے، (یعنی) آسمانوں اور زمین کا علم (صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے) یعنی ان امور کا علم جو مخلوق سے غائب ہیں۔

---

[1] بخاری ص ۶۸۸ ج ۲، مسلم شریف ص ۲۶۹ ج ۲

[2] (تفسیر) ابوالسعود ج ۶ ص ۳۵۷

علم غیب ذاتی/استقلالی اور عطائی و الہامی و اعلامی

جامع الفصولین میں ہے:

يُجَابُ بِاَنَّهٗ يُمْكِنُ التَّوْفِيْقُ بِاَنَّ الْمَنْفِيَّ هُوَ الْعِلْمُ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا الْعِلْمُ بِالْاِعْلَامِ اَوِ الْمَنْفِيُّ هُوَ الْمَجْزُوْمُ بِهٖ لَا الْمَظْنُوْنُ. وَيُؤَيِّدُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا الاية لِاَنَّهٗ غَيْبٌ اَخْبَرَ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَنًّا مِّنْهُمْ اَوْ بِاِعْلَامِ الْحَقِّ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّكْفَرَ لَوْ اِدَّعَاهُ اِسْتِقْلَالًا لَوْ اَخْبَرَ بِهٖ بِاِعْلَامٍ فِيْ نَوْمِهٖ اَوْ يَقْظَتِهٖ بِنَوْعٍ مِّنَ الْكَشْفِ، اِذْ لَا مُنَافَاةَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْاٰيَةِ لِمَا مَرَّ مِنَ التَّوْفِيْقِ.

یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقہ کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق (Adjustment) یوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذاتِ خود علم مانا جائے، خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیتِ کریمہ کرتی ہے کہ فرشتوں نے عرض کی: کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے، ملائکہ غیب کی خبر بولے، مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہئے کہ: اگر وہ علم استقلالی، مطلق علم (ذاتی) کا دعویٰ کرے اگر اُس نے دعویٰ علم غیب اللہ کے بتانے سے (چاہے) حالت نیند میں کیا ہو یا جاگتے ہوئے کشف کی کسی بھی نوع سے (کیوں نہ ہو) تو پھر ان منفی و مثبت آیات میں کوئی منافات نہیں۔

۱۔ امام فخر الدین رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَّا اَنَّ الْغَيْبَ يَنْقَسِمُ اِلٰى مَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاِلٰى مَا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ، اَمَّا الَّذِيْ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ فَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى الْعَالِمُ بِهٖ لَا غَيْرُهٗ، وَاَمَّا الَّذِيْ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ فَلَا يَمْتَنِعُ اَنْ نَقُوْلَ نَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ مَا لَنَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ.[1]

(جیسا کہ) ہم نے اس سے قبل بیان کیا کہ ''غیب'' کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کے جاننے پر کوئی دلیل موجود ہو (جس کو ہم ''عطائی علمِ غیب'' کہہ سکتے ہیں) اور دوسری قسم وُہ ہے جس کے جاننے کے لئے (ہمارے پاس کوئی) ذریعہ نہیں ہے (جو ذاتی علمِ غیب ہے) اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس کو کوئی نہیں جانتا۔ الغرض جس علمِ غیب پر دلیل قائم ہے (عطائی غیب) اس کے بارے میں یہ کہنے کی کوئی قباحت و ممانعت نہیں کہ اس علم غیب کو ہم جانتے ہیں (یعنی اس غیب کا ہمیں علم ہے)۔

۲۔ مفتی بغداد علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا: اَيْ عِلْمًا لَا يَكْتَنِهُ كُنْهَهٗ وَلَا يُقَادِرُ قَدْرَهٗ وَهُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَاَسْرَارُ الْخَفِيَّةِ[2]

یعنی خضر (علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا جس کی کُنہ و حقیقت کوئی نہیں جان سکتا اور نہ ہی اُس کے مرتبے کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے اور وہ ''علمِ غیب'' ہے اور پوشیدہ اَسرار۔

---

[1] تفسیر کبیر للامام الرازی ص۴۷۴ ج۱

[2] روح المعانی ج۸ ص۳۳۰

۳۔علامہ بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۵ھ:

ارشاد فرماتے ہیں:

"وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" مِمَّا يَخْتَصُّ بِنَا وَلَا يَعْلَمُ اِلَّا بِتَوْفِيْقِنَا وَهُوَ عِلْمُ الْغُيُوْبِ [1]

اور وہ علم جو ہمارے ساتھ اختصاص رکھتا ہے اور جسے کوئی نہیں جانتا مگر ہماری عطا سے، وہ غُیوب کا علم ہے جو ہم نے خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا

۴۔تفسیر ابن جریر میں ہے:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا. وَكَانَ رَجُلٌ يَعْلَمُ الْغَيْبَ قَدْ عَلِمَ ذٰلِكَ [2]

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے، خضر علیہ السلام غیب جانتے تھے، انہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

۵۔علامہ شوکانی اپنی تفسیر "فتح القدیر"

میں رقمطراز ہیں:

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" (سورۃ الکہف ۶۵)

هُوَ لِمَا عَلَّمْنَاهُ سُبْحَانَهُ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ الَّذِيْ اسْتَاثَرَهُ: [3]

ہم نے خضر علیہ السلام کو اپنے علم سے وہ سکھایا جو ہمارا خاص علم غیب ہے۔

---

[1] (سورۃ الکہف آیت نمبر ۶۵) ص ۲۵۰ تفسیر بیضاوی مطبوعہ مکتبہ جمہوریہ عربیہ مصر

[2] ابن جریر [3] تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۴۲۷

۶۔امام قرطبی فرماتے ہیں:

عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا اَیْ عِلْمَ الْغَيْبِ یعنی ہم نے غیب کا علم دیا۔[1]

۷۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ "روح البیان" میں فرماتے ہیں

عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا، هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ [2]

ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے حضور سے جو علم دیا اس سے مراد وہ "علمِ غیب" ہے۔[3]

علامہ قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ و

ارشاد الساری شرح البخاری فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ عِلْمَ الْغَيْبِ يَخْتَصُّ بِهٖ تعالٰى وَمَا وَقَعَ مِنْهُ عَلٰى لِسان رسولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهٖ فَمِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِمَّا بِوَحْيٍ اَوْ بِالْهَام، وَالشَّاهِدُ لِهٰذَا قولُهٗ تعالٰى: "عالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ لِيكون مُعْجِزَةً لَهٗ [4]

جان لو! کہ "علم الغیب" اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ مختص ہے اور جو کچھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہو (یا) کسی اور (یعنی انبیاء اولیاء کرام) کی زبان سے ظاہر ہوا ہو وہ (اظہار غیب) وحی کے طور پر ہو یا بذریعہ الہام کے، یہ تمام تر اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے، اور اس کے ثبوت پر یہ آیتِ کریمہ شاہد و عادل ہے:

---

[1] الجامع لاحکام القرآن ص ۱۶ ج ۱۱ [2] تفسیر روح البیان [3] "علمِ غیب" کا اطلاق ثابت ہو رہا ہے

[4] (الجن آیت (۲۶/۲۷) ۷۲) (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۹۰)

''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے'' تاکہ یہ علم آپ ﷺ کے لئے معجزہ ثابت ہو۔

۹۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَالَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اَبُوْعَبْدُ اللّٰهِ فِي مُعْتَقِدِهٖ وَنَعْتَقِدُ اَنَّ الْعَبْدَ يُنْقَلُ الْاَحْوَالِ حَتّٰى يَصِيْرَ اِلٰى نَعْتِ الرُّوْحَانِيَّةِ فَيَعْلَمُ الْغَيْبَ وَتُطْوٰى لَهُ الْاَرْضُ وَيَمْشِيْ عَلَى الْمَاءِ وَيَغِيْبُ عَنِ الْاَبْصَارِ الخ [1]

شیخ کبیر حضرت ابوعبداللہ نے اپنی ''معتقد'' میں بیان کیا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب اللہ کا ولی، بندۂ خاص اپنے احوال و مدارج میں ترقی کرتا ہے اور روحانیت کے اعلیٰ مراتب تک جا پہنچتا ہے تو پھر وُہ غیب جاننے لگتا ہے اور اس کے لئے زمین کو سمیٹ دیا جاتا ہے، وہ پانی پر چلتا ہے اور آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے۔

ف: فَيَعْلَمُ الْغَيْبَ: غیب جانتا ہے کا لفظ قابل غور ہے ولی کے علم پر ''غیب'' کا اطلاق عُرفاء کا طریقہ ہے۔

---

[1] مرقاۃ

علامہ تفتازانی الشافعی المتوفی ۷۹۲ اور علامہ ملا علی القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ ''اور مسئلہ علم غیب''

آپ فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ الْعِلْمُ بِالْغَيْبِ اَمْرٌ تَفَرَّدَ بِهٖ اللّٰهُ تَعَالٰى لَاسَبِيْلَ اِلَيْهِ لِلْعِبَادِ اِلَّا بِاِعْلَامٍ مِنْهُ اَوْ اِلْهَامٍ بِطَرِيْقِ الْمُعْجِزَةِ اَوِ الْكَرَامَةِ اَوْ اِرْشَادٍ اِلَى الْاِسْتِدْلَالِ بِالْاَمَارَاتِ فِيْمَا يُمْكِنُ فِيْهِ ذٰلِكَ [1]

خلاصہ کلام یہ کہ ''علم الغیب'' کا جہاں تک تعلق ہے یہ امر صرف اس کی ذاتِ پاک کے ساتھ مختص ہے اور اس غیب کے حصول کا بندوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہاں اللہ کے بتانے (اعلام) یا اِلھام سے معجزہ اور کرامت کے طور یا علامات اور استدلال سے راہنمائی فرما دے جن باتوں میں اس کا امکان ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ اطلاع علی الغیب اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ

لفظِ نبوت کی تشریح میں علامہ زرقانی رقم فرماتے ہیں:

''اَلَّتِيْ هِيَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الْغَيْبِ'' [2]

نبوءۃ کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ غیب پر اطلاع حاصل ہو آپ مزید فرماتے ہیں:

اَيْ اَنَّ اللّٰهَ اِطَّلَعَهٗ عَلٰى غَيْبِهٖ وَاَعْلَمَهٗ اَنَّهٗ نَبِيُّهٗ [3]

---

[1] شرح عقائد ص ۱۲۲، و شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵

[2] زرقانی شریف (ص ۲۸۷ ج ۴) ''الریاض الانیقہ'' ص ۳۶۱ [3] زرقانی ص ۲۸۴ ج ۴

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے غیب خاص پر مُطّلع فرمایا ۱ اور آپ کو اس بات کا علم بھی دیا ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ ﷺ۔

۱۱۔ یہی علامہ محمد عبد الباقی زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ

مزید لکھتے ہیں

وَمَا كَلَّفَنَا اللّٰهُ الْاِيْمَانَ بِالْغَيْبِ اِلَّا وَقَدْ يَفْتَحُ لَنَا بَابَ غَيْبِهٖ ۱

اور اللہ رب العزت نے ہمیں غیب پر ایمان کا مُکلّف نہیں فرمایا، مگر اس وقت جبکہ وُہ ہم پر غیب کے دروازے کھول دے۔

۱۲۔ امام احمد رضا قادری رقمطراز ہیں:

بحوالہ نسیم الریاض:

لَمْ يُكَلِّفْنَا اللّٰهُ الْاِيْمَانَ بِالْغَيْبِ اِلَّا وَقَدْ فَتَحَ لَنَا بَابَ غَيْبِهٖ

ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغَیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔ ۲

۱۳۔ تفسیر خازن میں علامہ علاؤ الدین ''خازن متوفی'' ۷۴۱ھ:

فرماتے ہیں:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ... يقول اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يَاتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَايَبْخَلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمْ ۳

۱ زرقانی علی المواہب ج ۱۰ ص ۱۱۳ ۲ خالص الاعتقاد ص ۲۶ ۳ تفسیر خازن ج ۴ ص

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے نبی ﷺ کو غیب کا علم آتا ہے وُہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں ۱

۱۴۔ علامہ السید محمد آمین آفندی المتوفی ۱۲۵۲ھ الشہیر بابن عابدین الشامی فرماتے ہیں:

وَيُجَابُ بِاَنَّ قَوْلَهٗ ذٰلِكَ لَايُنَافِي النَّصَّ وَلَا يَتَضَمَّنُ تَكْذِيْبَهٗ لِصِدْقِهٖ بِكَوْنِهٖ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فِي قَضِيَّةٍ وَهٰذَا لَيْسَ خَاصًّا بِالرُّسُلِ بَلْ يُمْكِنُ وُجُوْدُهٗ لِغَيْرِهِمْ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ فَالْخَوَاصُّ يَجُوْزُ اَنْ يَعْلَمُوْا الْغَيْبَ فِي قَضِيَّةٍ اَوْ قَضَايَا كَمَا وَقَعَ لِكَثِيْرٍ مِنْهُمْ وَاشْتَهَرَ. ۲

(یہ کہنا کہ فلاں شخص غیب جانتا ہے) (یہ کہنا کیسا ہے؟)

اس کا جواب یہ ہے کہ یوں کہنا نہ تو قرآن کی نص کے خلاف ہے اور نہ اس نص کی تکذیب کو مستلزم و متضمن ہے، اس لئے کہ اس کا کسی معاملہ میں یہ کہنا کہ وہ غیب جانتا ہے اس میں وہ سچا ہے، اور غیب کا جاننا رسولوں کے ساتھ ہی مختص نہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور لوگوں (اولیاء کاملین وغیرہ) صدیقین کے لئے بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ ان میں سے بہت سے بزرگوں سے غیب کا صدور ہوا اور یہ عام شہرت ہوئی۔

نتیجہ یہ کہ اللہ کے خاص بندوں کے لئے جائز ہے کہ وُہ کسی خاص معاملہ یا مختلف واقعات میں یوں کہیں کہ انہیں غیب کا علم ہے۔

۱ خالص الاعتقاد ص ۲۷ ۲ مجموعہ رسائل ابن عابدین ص ۳۱۱ ج ۲

۱۵۔علامہ میر سید شریف جرجانی حاشیہ ''کشاف'' پر لکھتے ہیں:

اِنَّمَا لَمْ یَجُزِ الْاِطْلَاقُ فِیْ غَیْرِہٖ تَعَالٰی لِاَنَّہٗ یَتَبَادَرُ مِنْہُ تَعَلُّقُ عِلْمِہٖ اِبْتِدَاءً فَیَکُوْنُ تَنَاقُضًا وَاَمَّا اِذَا قُیِّدَ وَقِیْلَ اَعْلَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی الْغَیْبَ اَمِ اطَّلَعَہٗ عَلَیْہِ فَلَامَحْذُوْرَ فِیْہِ ۱؎

کسی شخص کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت اسی لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ یہ شخص ازخود علم غیب رکھتا ہے۔ لیکن جب مقید کرکے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب پر مطلع کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات اُن علماءِ ربانیین، مُفسرین کرام اور محدثین عظام کی ہیں جو علم وفضل میں آفتاب وماہتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان کی تصریحات وعبارات سے (کَالشَّمْسِ فِی النَّھَارِ) آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور سیّدِ کائنات ﷺ کی ذات / آپ کے علم پر ''علم غیب'' کا اِطلاق درست ہے اور یہ اِطلاق لغتِ عرب اور اِصطلاحاتِ عُلماء کے خلاف نہیں، بلکہ شرعاً جائز وروا ہے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ جلیل القدر علماء رسول اللہ کی ذات پر ''علمِ غیب'' کا اِطلاق نہ کرتے۔

''عالم الغیب'' کا اِطلاق

ہاں ''عالم الغیب'' ''الف لام تعریف'' کے ساتھ حضور ﷺ پر اِطلاق درست نہیں، جس سے یہ اِلتباس لازم آئے کہ رسول ﷺ بدون تعلیم الٰہی ازخود غیب کو جانتے ہیں، ایسا عقیدہ کسی کلمہ گو مسلمان کا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم

۱؎ میر سید جرجانی متوفی ۸۴۰ھ حاشیہ کشاف برکشاف ج ۱ ص ۱۲۸ (مقام ولایت ونبوت ص ۳۵) (مصنف علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی)

اعطاء اور اِنباء واعلام واطلاع سے آپ ﷺ حدّ وعدّ سے ماوراء علوم غیبیہ کو جانتے ہیں۔

امام احمد رضا قادری رقمطراز ہیں:

''مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے اُمورِ غیب پر انہیں اطلاع ہے''۱؎

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رضوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''لفظ ''عالم الغیب'' کا اِطلاق ہم بھی عُرفاً غیرِ خدا عزّ وجل پر نہیں کرتے ہیں، مگر بعطاءِ الٰہی سید الانبیاء ﷺ بلکہ جمیع انبیاء بلکہ اولیاء کرام کے لئے بھی علم غیب مانتے ہیں''

(مناظرہ بریلی ص ۲۷۶/ ۲۷۷ (مطبوعہ نوریہ رضویہ گلبرک اے فیصل آباد)

امام رضا فرماتے ہیں:

''علم بلاواسطہ کے ساتھ غیب کو خاص کرنا قرآن کے خلاف ہے قرآن فرماتا ہے: وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ط کیا نبی ﷺ بلاواسطہ کے بتانے پر بخیل نہیں، یہ تو کفر ہوجائے گا۔ جو شخص ذرّہ برابر غیرِ خدا کے لئے علم بلاواسطہ مانے کافر ہے۔'' ۲؎

۱؎ الامن والعلی ص ۱۸۸ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ سکھر

۲؎ ملفوظات حصہ سوم ص ۲۸۷ مطبوعہ مشتاق بک کارنر۔ لاہور

عالم الغیب خدا کی صفت ہے پوری ملتِ اسلامیہ کا یہی عقیدہ ہے

عالم الغیب والشہادہ یہ خدا کی صفت ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی تصریحات قارئین کرام تک پہنچائیں اور آپ کے عقیدہ، تحقیق اور حق گوئی کو آپ خود ملاحظہ فرمالیں گے کہ ایک مظلوم امام کے ساتھ اہل زمانہ نے کس قدر ظلم کیا ہے کہ آپ کی تحقیقات کو داد وانصاف دینے کی بجائے آپ ہی کو بدنام کیا گیا یَاحَسْرَتًالِلْعِبَاد!

حالانکہ آپ دور حاضر کے عظیم محقق وسکالر اور مسلکِ اہل سُنّت وجماعت کے بیباک وصحیح ترجمان اور عاشق رسول تھے۔

امام احمد رضا قادری بریلوی اور مسئلہ علمِ غیب

پاک وہند کے اہل نظر اور اَرباب بصیرت کی نگاہوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ امام احمد رضا میدانِ علم وتحقیق میں ایک نابغۂ روزگار عبقری شخصیت، یگانۂ وقت فنکار تھے، جن کی علمی برتری وریسرچ کو علماءِ عرب وعجم نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

مسئلۂ ھٰذا میں آپ کی تحقیق کو ملاحظہ فرما کر خود ہی انصاف فرمائیے کہ اپنے احقاقِ حق وابطال باطل میں کس قدر کاوش فرما کر ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ (جزاہ اللہ خیر الجزا)

اب آیئے آپ کی تصریحات کو ملاحظہ کریں۔

آپ فرماتے ہیں:

۱۔ علم غیب کا خاصۂ حضرت عزت (اللہ عزّ وجلّ) ہونا بے شک حق ہے اور کیوں نہ ہو، رب عزّ وجلّ فرماتا ہے: ''قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اور اس سے مراد وہی ''علمِ ذاتی'' ''وعلمِ مُحیط'' ہے وُہی باری تعالیٰ کے لئے ثابت اور اُس سے مخصوص ہے۔ علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو یا علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع، بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے اور عزّ وجلّ کی عطاء سے عُلومِ غیب غیر مُحیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے۔[1]

آپ مزید فرماتے ہیں:

''علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے، اس کے غیر کے لئے مُحال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرّہ سے کمتر سے کمتر غیرِ خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے''[2]

اللہ تعالیٰ کے علمِ حقیقی، مُحیطِ کُل کے مقابل محمد رسول اللہ ﷺ کے علم کی حیثیت ایک قطرہ سے بھی کم ہے:

کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا مُحیط ہوجانا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح محال ہے بلکہ اگر تمام اولین وآخرین سب کے علوم جمع کرلئے جائیں تو اُن کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔ یہاں تک

۱؎ خالص الاعتقاد ص ۲۵   ۲؎ بحوالہ الدولۃ المکیۃ / خالص الاعتقاد ص ۲۴

کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بُوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے، اس واسطے کہ بُوند (Drop) کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور دریائے زخّار بھی مُتناہی ہیں اور مُتناہی کو مُتناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے، اس لئے کہ ہم بُوند کے اُس حصہ کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور اُن سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم ہو جائیں گے کہ آخر مُتناہی ہیں۔۔۔۔

هذا هُوَ اِیْمَانُنَا بِاللّٰهِ

یہ ہے ہمارا دین اللہ عزوجل پر [1]

علم کی تقسیم ذاتی اور عطائی

۱۔ ان الْعِلَمَ اِمَّاذَاتِیٌّ (هُوَالْعِلْمُ الْاِسْتِقْلَالِیُّ وَالْعِلْمُ الْمُحِیْطُ الْکُلِّیُ) اِنْ کَانَ مَصْدَرُهٗ ذاتُ الْعالِمِ لَامَدْخَلَ فِیْهِ لِغَیْرِهٖ عَطاءً وَّلَا سَبَبًا وَاَمّا عطائِیٌّ اِذَا کَانَ بِعَطَاءِ غَیْرِهٖ فَالْاَوَّلُ مُخْتَصٌّ بِالْمَوْلٰی سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی لَایُمْکِنُ لِغَیْرِهٖ وَمَنْ اَثْبَتَ شَیْئًا مِّنْهُ وَلَوْاَدْنٰی مِنْ اَدْنٰی مِن ذَرَّةٍ لِاَحَدٍ مِنْ الْعَالَمِیْنَ فَقَدْ کَفَرَ وَاَشْرَکَ وَبَارَ وَهَلَكَ.

۲۔ وَالثّانِیْ مُخْتَصٌّ بِعِبَادِهٖ عَزّجَلَالُهٗ لَااِمْکَانَ لَهٗ فِیْهِ وَمَنْ اَثْبَتَ شَیْئًا مِّنْهُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَقَدْ کَفَرَ وَاَتٰی بِمَا هُوَاَخْنَعُ وَاَشْنَعُ مِنَ الشِّرْکِ [2]

ترجمہ: (۱) پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ علم یا تو ذاتی ہے جب کہ نفس ذات عالم سے صادر ہو، اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل نہ ہو، نہ یوں کہ غیر کی عطا سے ہو، نہ یوں

[1] (الدولۃ المکیہ ص۱۲)(اردو ترجمہ ص۷۲)

[2] (القسم الاول) الدولۃ المکیہ ص۶

کہ غیر اُس میں کسی طرح سبب پڑے۔ (وہ علم اِستقلالی اور علم مُحیط کہلاتا ہے)

اور (۲) یا عطا سے ہو۔

پہلی قسم مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص، اس کے غیر کے لئے محال ہے۔ اور جو اس میں سے کوئی حصہ جہاں بھر میں کسی کے لئے ثابت کرے، اگرچہ ذرّہ سے کمتر وہ یقیناً مشرک ہے اور تباہ و برباد ہوا۔

اور دوسری قسم مولیٰ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے اللہ کے لئے ممکن نہیں، اور جو اس طرح کا کوئی علم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کے لئے وہ کافر ہوا اور ایسی چیز لایا جو شرکِ اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے۔"

خدا اور مخلوق کے علم میں بُعدُ المشرقین ہے

امام رضا فرماتے ہیں:

☆ اللہ کا علم ذاتی ہے۔
☆ اور خلق کا علم عطائی
☆ اور اللہ کا علم اس کی ذات کے لئے واجب
☆ اور خلق کا علم اس کے لئے ممکن
☆ اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کا علم اَزَلی سَرمَدی قدیمی حقیقی ہے
☆ اور مخلوق کا علم حادِث، اس لئے کہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔
☆ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم مخلوق نہیں
☆ اور خلق کا علم مخلوق ہے
☆ اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں

☆ اور خلق کا علم اللہ کی قدرت میں اور اُس کا زیرِ دست (کنٹرول میں) ہے۔

☆ علمِ الٰہی کا ہمیشہ رہنا واجب اور علمِ مخلوق کی فنا ممکن۔

☆ علمِ الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا۔

☆ اور علمِ خلق میں تغیّر روا''۔ ۱

☆ ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے کہ علمِ مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو مُحیط ہونا یقیناً عقل سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل۔

☆ علمِ ذاتی اور علمِ مطلق مُحیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

☆ اور بندوں کے لئے نہیں مگر مطلق عطائی

☆ نہ تو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم سے برابری مانتے ہیں نہ غیرِ خدا کے لئے خود بخود حاصل ہونا جانتے ہیں اور خدا کے دیئے سے بھی بعض ہی ثابت کرتے ہیں اور بعض میں روشن فرق جیسا زمین و آسمان میں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔'' ۲

عقیدہ علم غیب اور امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ الباری

''خالص الاعتقاد'' (امر چہارم) میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ ''بلاشبہ غیرِ خُدا کے لئے ایک ذرّہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر''

۲۔ بلاشبہ غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا معاذ اللہ مساوی درکنار، تمام اوّلین و آخرین و انبیاء و مُرسلین، و ملائکہ مقرّبین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک

۱ نظرِ دوم/الدولۃ المکیہ اردو ص ۷۸ ۲ نظرِ پنجم الدولۃ المکیہ مترجم

ذرّہ سی بُوند کے کروڑویں حصے کو، کہ وُہ تمام سمندر اور یہ بُوند کا کروڑواں حِصہ دونوں مُتناہی ہیں اور مُتناہی کو مُتناہی سے نسبت ضرور ہے۔

نقطۂ خاص! بخلاف علومِ الٰہیہ...... کہ غیر متناہی وغیرہ متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش وشرق وغرب و جملہ کائنات از روزِ اوّل تا روزِ آخر کو مُحیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو۲ حدیں ہیں، شرق وغرب دو حدیں ہیں، روزِ اوّل و روزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو، سب متناہی ہے، بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا، تو جملہ علوم خَلق کو ''علمِ الٰہی'' سے اَصلاً نسبت ہونی ہی محالِ قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہِ توھُّم مُساوات۔

۳۔ یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزّ وجل کے دیئے سے انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

۴۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اَتَم و اَعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطاء سے حبیبِ اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے، مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔'' ۱

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا ایمان افروز عقیدہ:

محدث دہلوی شارح مشکوٰۃ شریف فرماتے ہیں:

ونیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است

۱ خالص الاعتقاد ص ۳۵ (اعلحضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ)

رقم شدہ مورخہ ۳ مارچ ۲۰۰۷ء

درجمیع احوال واوقات ، خصوصاً در حالتِ عبادت ووُخرآں کہ وجودِ نُورانیت
وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است

وبعضے ازعُرَفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریانِ حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت درذات مصلیاں موجود و حاضراست، پس مُصلی ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واَسرارِ معرفت متنور وفائض گرد۔ ۱

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ۵۱

اے نبی! (خطابِ حاضرفی الذہن)

(آپ پرسلام ہواوراللہ کی رحمت اوراس کی برکتیں)

اور یہ بات بھی ذہن (میں) رہے کہ آپ ﷺ کی ذات ہمیشہ مومنوں کے لئے نصب العین (مقصودِحیات) اورعبادت گزاروں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام حالات اوراوقات میں، خصوصاً حالتِ نماز وعبادت میں۔اور خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کی نورانیت کا وجوداور اِنکشاف (حقیقتِ محمدیہ) اس مقام (عبادت) میں زیادہ اورمضبوط تر ہے۔

اوربعض عُرفاء (عارفین) نے کہا ہے کہ یہ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ) اس لئے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرّہ ذرّہ میں اورممکنات کے تمام افراد میں سرائت کئے ہوئے ہے۔

(جس طرح گلاب اورچنبیلی کے پھولوں میں خوشبوموجود ہے)

پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجودوحاضر ہیں، اس لئے نمازی (مُصَلِّی) کواس حقیقت سے آگاہ ہوناچاہئے اوراس شہود (حرم حبیب)

۱ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۴۰۱ ج ۱

سے غافل نہیں ہوناچاہئے تاکہ وہ غازی اللہ تعالیٰ کے قُرب (نزدیکی) کے اَنوار اورمعرفت کے اَسرار (رازوں) سے مُتنوِر اورفائض ہو۔

امام غزالی اورالتحیات میں سلام:

حضرت امام غزالی کاعقیدہ ملاحظہ ہو:

آپ فرماتے ہیں:

وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّی الله تعالیٰ علیه وسلم وَشَخْصَهُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔ ۱

ترجمہ: التحیات میں نبی ﷺ کواپنے دِل میں حاضر کراور حضور کی صورت پاک کا تصوّر باندھ اورعرض کر: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنبیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

فقہ حنفیہ کی مستندترین کتاب

ردالمحتار علی الدرّالمختار فی شرح تنویرالابصار میں ہے: ۲

(وَیَقْصُدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ) مَعَانِیْهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْاِنْشَاءِ كَاَنَّهٗ یُحَیِّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَعَلٰی اَوْلِیَائِهٖ۔

ترجمہ: اورتشہد کے الفاظ سے اُن کے معانی کاارادہ کرے اوربطورِانشاء کے (قصداًوارادۃً اپنی طرف سے) کہے (نہ کہ واقعۂ معراج کی حکائت سمجھ کر) گویا کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں تحیہ پیش کرتا ہے اورسلام بھیجے حضور سیدالانام ﷺ کی ذات پر اپنے آپ پراوراس کے تمام اولیاء پر۔

۱ احیاء علوم الدین ج اوّل ص ۱۹۹ ۲ ج ۱ ص ۳۷۷

علامہ شامی حنفی کا ایمان افروز عقیدہ:

آپ اسی عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

لَایَقْصُدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِکَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِن رَّبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَ الْمَلَائِکَةِ عَلَیْھِم السَّلَامُ ۱

مفہوم: نمازی تشہد میں صرف واقعہ معراج کی اِخبار و حکایت کا ذکر نہ کرے کہ وہ رب اللہ کی طرف سے السلام علیك ایھا النبی الخ یا فرشتوں کی طرف سے جو توحید و رسالت ...... اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کا گلدستہ پیش کیا تھا، اس کی بر سبیل حکایت، واقعہ معراج کا سلام پیش کر رہا ہے بلکہ اِنشاء کے طور پر سلام عرض کرے۔

امام شعرانی کا عقیدہ:

آپ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ سَیِّدِیْ عَلِیًّا الخواص رحمة اللہ تعالٰی یَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ الْمُصَلِّیَ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّشَھُّدِ یُنَبِّہُ الْغَافِلِیْنَ فِی جُلُوْسِھِمْ بَیْنَ یَدَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی شُھُوْدِ بَیْنَھُمْ فی تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّہٗ لَایُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰہِ تعالٰی اَبَدًا فَیُخَاطِبُوْنَہٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَھَةً ۲

ترجمہ: میں نے اپنے سردار علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ کو فرماتے سنا کہ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی ﷺ پر درود سلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ جو لوگ اللہ عزّ وجلّ کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں انھیں آگاہ فرمادے کہ اس

۱ شامی ص۳۷۷ ج اول (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ پاکستان)

۲ میزان الکبریٰ للشعرانی مطبوعہ مصر ج۱ ص۱۳۹/۱۴۰ (بحوالہ) الکوکبۃ الشھابیہ ص۳۵

حاضری میں اپنے نبی ﷺ کو دیکھیں، اس لئے کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے۔ پس بالمشافہ حضور اقدس ﷺ پر سلام عرض کریں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں:

''وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماءِ اُمّت است کہ یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز وتوھم تاویل دائم وباقی است و بر اعمالِ امت حاضر وناظر مر طالبانِ حقیقت را ومتوجہانِ آں حضرت را مُفیض ومُربّی است'' ۱

ترجمہ: اور باوجود اس قدر اختلافات اور کثرتِ مذاہب کے جو علماء امت میں ہیں ایک شخص کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ بغیر شائبۂ مجاز اور توہّم تاویل حقیقتِ حیات کے ساتھ دائم وباقی ہیں اور اَعمالِ اُمت پر حاضر وناظر ہیں اور طالبانِ حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور اُن کی تربیت فرماتے ہیں۔

لمحہ فکریہ: مندرجہ بالا عبارات پر غور وفکر فرمائیں اور ان جلیل القدر علماء اسلام کی تصریحات کو اپنی ایمانی بصیرت وبصارت کے سامنے رکھ کر تجزیہ فرمائیں کہ یہ عظیم ہستیاں حضور ﷺ کی عظمت اور شانِ رسالت کے متعلق کیا فرماتی ہیں اور دوسری طرف حضور کی تحقیر، تذلیل اور توہین اور تنقیص کے بارے میں کیا کچھ گل افشانیاں ہو رہی ہیں۔

کیا کوئی کلمہ گو مسلمان یہ تصور بھی کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ حالتِ نماز میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا خیال وتصور لانا، زناء کے وسوسہ اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت، اپنے بیل، گدھے کے خیال وتصور میں (استغراق) ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے؟

۱ حاشیہ اخبار الاخیار ص۱۵۵

اور تاویل یہ کرنا کہ زنا کا وسوسہ، اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور بیل وگدھے کا خیال حالتِ نماز میں آجائے تو ان کا تصوّر وخیال دِل سے چمٹتا نہیں اور پیغمبر کا خیال تعظیم وتوقیر کی وجہ سے دِل کے ساتھ پیوست ہوجاتا ہے۔

اس لئے کہ یہ خیال (صرفِ ہمّت) شرک ہے۔

حاصل کلام مخالفین کا نظریہ:

اس ساری تمہید کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہی نا کہ معاذ اللہ رسول اللہ کی بارگاہ میں ندائیہ کلمہ "السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبر کاته" کے ساتھ درود وسلام پیش کرنے کی نوبت آئے تو رسول اللہ کی طرف توجہ بالکل نہ کرو۔ بلکہ "رٹے رٹائے الفاظ محض واقعہ معراج کی حکائت کے طور پر دُہرادو اور بس۔"

(اللہ اللہ خیر سلا)

اَقُوْلُ:

اگر قرآن کے مطابق وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (اس رسول کی تعظیم ووقار کو ملحوظ رکھو) کے جذبۂ صادقہ کے تحت حرمِ حبیب کی حاضری اور بارگاہ صَمدِی (ایزدِ مُتعال) میں جمالِ حبیب کے مشاہدہ کی سعادت میسر آجائے تو ایک نمازی کی اس سے بڑھ کر اور ایک سعادت وخوش بختی ہوسکتی ہے لیکن نام نہاد توحید کی زبان یوں سخن سنج ہوتی ہے:

قابلِ اعتراض عبارت:

"زنا کے وسوسے، اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کا خیال اچھا ہے (لیکن اپنے) شیخ، استاد، قابلِ احترام شخصیات، اگرچہ رسالت مآب ﷺ کی ذات پاک ہی کیوں نہ ہو کا خیال اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے کئی درجہ بدتر ہے"

"مسلمانو! خدارا ان ناپاک مَلعُون شیطانی کلمات پر غور کرو۔۔۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظُلماتٌ بالائے ظُلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصوّر اور اُس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی بُرا ہے اپنے بیل یا گدھے کے تصوّر میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔"[1]

گویا حضور علیہ السلام کا تصوّر در حالت نماز، خصوصاً تشہُّد میں "بشرک می کشد" (صراط مستقیم اسماعیل دہلوی) شرک کی طرف لے جاتا ہے۔[2]

اب عظمتِ رسول کو ملاحظہ کیجئے!

حدیث بخاری، امامت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضور کی آمد شریف، وتعظیم مصطفیٰ در حالتِ نماز:

حضرت سعد بن الساعدی سے روایت ہے کہ قبیلۂ اَوس کے بنی عَمرو بن عوف کے درمیان جو قباء کے قریب رہتے تھے آنحضرت ان میں صلح وصفائی کے لئے تشریف لے گئے نماز عصر کا وقت قریب آپہنچا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ آپ نماز پڑھادیں، چنانچہ آپ نے امامت فرمائی، جماعت کے دوران ہی حضور سیّد عالم ﷺ تشریف لائے اور صفیں چیرتے ہوئے پہلی صف میں جا پہنچے لوگوں نے تصفیق (ہاتھ پر ہاتھ مار کر) آپ کو آگاہ کرنے کی کوشش کی "وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ لَایَلْتَفِتُ فِیْ صَلٰوتِہٖ"[3]

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اس قدر محو ومُنہمک اور استغراق کے عالم میں ہوتے تھے کہ آپ کہیں توجہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔

---

1. اَلکَوکَبۃُ الشہابیہ ص۳۰ 2. اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِن هٰذِهِ الخرافات 3. بخاری شریف

اصحاب نے بار بار تالیاں پیٹیں تو آپ کو احساس ہوا آپ کی نگاہ رسول اللہ پر پڑی حضور نے اشارۃ سے بتایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہیں۔

فَرَفَعَ اَبُوْبَکْرٍ یَدَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰی مَا اَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی اسْتَوٰی فِی الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَصَلّٰی۔ ۱

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کا اس سعادت پر شکریہ بجالائے جو آپ نے ان کو یہ اعزازِ امامت عطا فرمایا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ صف میں تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز کی تکمیل (امامت) فرمائی۔ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد حضرت ابوبکر سے دریافت فرمایا: کہ جب میں نے تمہیں اپنی جگہ (مصلی پر) ٹھہر کر نماز پڑھانے کا حکم دیا تو تمہیں کیا چیز مانع ہوئی؟

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”مَا کَانَ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ“ ۲

انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا ادب مانع ہوا ابن ابی قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال وطاقت ہے کہ وہ رسول اللہ کی موجودگی میں فرائضِ امامت بجالائے۔

فوائد: اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اَعْلَمُ النَّاسِ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم فداکار بھی یہی فرماتے تھے کہ ابوبکر کی موجودگی میں وہ اِستحقاقِ اِمامت نہیں رکھتے جیسا کہ دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے۔

۱ بخاری ۲ بخاری شریف ص ۹۴ ج اوّل

حضور نے جب یہ فرمایا کہ اُمْکُثْ مَکَانَكَ اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور نماز پڑھاتے رہو۔ اس ارشاد کو سُن کر آپ جذبۂ تشکر وامتنان سے مَعْمور ہو کر اپنے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھا لیتے ہیں اور پھر پہلی صف میں آجاتے ہیں۔

اسی حدیث سے پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو جب اپنی بیماری سے قدرِ افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے جماعت میں شریک ہوئے، آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ امامت جاری رکھیں، چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کے مقابل/پہلو/محاذات میں تشریف فرما ہوئے،

فَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِیْ بَکْرٍ (رضی الله عنه) ۱

حضرت ابوبکر حضور علیہ السلام کی سیادت میں نماز پڑھنے لگے یعنی آپ مقتدی بن گئے اور صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر کی اِمامت میں فریضۂ نماز ادا کیا رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوتے تھے اور ساری قوم حالتِ قیام میں اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ:

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اَدبِ رَسول اور تعظیمِ پیغمبر کا اِلتزام حالتِ نماز میں بھی فرمایا۔

☆ یہ کوئی مسئلہ نہیں اور تمام فقہاء کی کتب میں کوئی اشارہ تک نہیں ملتا کہ جب امام راتب آجائے تو عارضی/ونائب امام پیچھے ہٹ جائے، لیکن یہاں صحابۂ کرام کی موجودگی میں حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر حضور علیہ السلام کو اپنا اِمام ومُقتدا بنا لیتے ہیں اور خود مُقتدی بن جاتے ہیں۔

۱ بخاری شریف ص ۹۴ ج ا نیز ص ۹۵ ج ا

☆ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر تحدیثِ نعمت کے اظہار اور حضور کی طرف سے عزت افزائی فرمانے پر اللہ کا شکریہ بجالائے۔

☆ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر حالتِ نماز میں بھی اسی طرح لازم ہے جس طرح خارج نماز واجب ہے۔

☆ اگر حضور کی طرف توجہ کرنے اور پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بجالانے سے نماز میں کسی قسم کا خلل وفساد لازم آتا تو اس موقعہ پر ہادیٔ کل و مصلحِ اُمت یقیناً صحابہ کرام کی اصلاح فرماتے کہ دیکھو نماز کے دوران تم یہ کیا۔۔۔۔ کر رہے ہو۔

☆ لیکن صحابہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ گرامی موجود تھا جس پر انہوں نے عمل فرمایا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.

(سورۃ انفال ۸:۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب تمہیں اُس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

اس آیت کی تشریح وتفسیر میں چند مفسرین کرام کی تصریحات حاضر خدمت ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

بخاری شریف میں ہے سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ قال كُنْتُ أُصَلِّيْ فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِيْ فَلَمْ آتِهٖ

۱ بخاری شریف ص۹۴ ج۱ نیز ص۹۵ ج۱

حَتّٰى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ فَقَالَ: "مَامَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِيْ؟" أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.[۱]

حضرت سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی، میں حاضر نہ ہوا، نماز پڑھنے کے بعد حاضر خدمت ہوا، حضور علیہ السلام نے تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی اور آپ نے فرمایا کیا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمایا: یاایھا الذین الآیۃ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضری دو۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَالْجُمْهُوْرُ: وَالْمَعْنٰى اِسْتَجِيْبُوْا لِلطَّاعَةِ وَمَا تَضَمَّنَهُ الْقُرْاٰنُ مِنْ اَوَامِرَ وَنَوَاهِيْ، فَفِيْهِ الْحَيَاةُ الْاَبَدِيَّةُ وَالنِّعْمَةُ السَّرْمَدِيَّةُ

آیتِ ھذا کی تفسیر میں جمہور علماء اور حضرت مجاہد یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی دعوت / بُلانے پر فوراً لبیک کہو، اور قرآن جن اَوامر ونَواھی کے اَحکام پر مشتمل ہے، ان میں بھی سمع وطاعت کو واجب جانو۔ اسی میں (ہم سب کی) دائمی حیات اور ہمیشہ کی نعمتیں اور سعادتیں مُضمر ہیں۔

تفسیر قرطبی جلد اوّل ص ۱۰۸ نیز اسی تفسیر کی جلد ہفتم ص ۳۹۰/۳۸۹ پر یہی شانِ نزول موجود ہے۔

امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا: وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْفِعْلَ الْفَرْضَ اَوِ الْقَوْلَ الْفَرْضَ اِذَا اُتِيَ بِهٖ فِي الصَّلٰوةِ لَاتبطُلُ؛ لِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاِجَابَةِ وَاِنْ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ[۲]

۱ سورۃ الانفال، ابن کثیر ص۲۹۹ ۲ قرطبی ۳۹۰ ج۷

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

یہ آیت دلیل اور ثبوت ہے اس بات کے لئے کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز کے دوران رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم، چاہے اس کا تعلق آپ کے قول وارشاد سے ہو چاہے آپ کے عمل سے، اس کے بجالانے / تعمیل کرنے سے اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

وَاِنْ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ (اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو) کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ [1]

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاسْتُدِلَّ بِالْاٰيَةِ عَلٰى وُجُوبِ اِجَابَتِهٖ صلى الله عليه وسلم اِذَا نَادٰى اَحَدًا وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ.

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر کی دعوت پر حاضری دینا واجب ہے چاہے کوئی آدمی نماز ہی میں کیوں نہ ہو، (چونکہ یہ اجابت کا حکم بھی تو اللہ کی طرف سے ہے جو کہ عبادت ہے)۔

ایک دوسری حدیث:

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلّم مَرَّ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَدَعَاهُ فَعَجَّلَ فِي صَلٰوتِهٖ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: مَامَنَعَكَ مِنْ اِجَابَتِيْ؟ قال: كُنْتُ اُصَلِّيْ. قَالَ: اَلَمْ تُخْبَرْ فِيْمَا اُوْحِيَ (اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ) الاية

قَالَ: بَلٰى وَلَا اَعُوْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالٰى، [2]

حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گزر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے حضور علیہ السلام نے انہیں بلایا، وہ جلدی

[1] قرطبی ج ۷ ص ۳۹۰ [2] تفسیر روح المعانی ص۵۱۹۱

نماز پڑھ کر حاضرِ خدمت ہوئے حضور نے فرمایا تمہیں جواب دینے سے کیا بات مانع ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز میں مشغول تھا حضور نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو، انہوں نے عرض کی بے شک آئیندہ ایسا نہ ہوگا۔

(ان شاء اللہ العزیز)

خلاصۂ کلام: مندرجہ بالا حقائق سے ہمارے موقف کو تقویت ملتی ہے کہ بارگاہ رسالت میں سُنّتُ اللہ (واقعہ معراج) کی نسبت سے انشاء کے طور پر سلام عرض کرنا اہلِ اسلام کا صحیح طریقہ ہے۔ الحمد للہ

قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی

اربعہ عناصر کا علم وادراک وشعور

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "ازیں جا معلوم می شود کہ باد و دریا وکوہ وزمین وآسمان ہمہ را علم بوجودِ قیامت وآمدنِ وے درروزِ جمعہ دادہ اند وہمہ علم وادراک دارند

خاک وآب وباد وآتش بندہ اند
بامن وتُو مردہ باحق زندہ اند"

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہوا، دریا، پہاڑ، زمین وآسمان سب چیزیں قیامت کے آنے کا علم اور اُس کے جمعہ کے دن واقعہ ہونے کا اِدراک وشعور رکھتی ہیں۔

بیت زمین، پانی (سمندر) ہوا اور آگ (یہ چاروں (اربعہ عناصر) اللہ کی بندگی، اس کی تسبیح وتقدیس میں رہنے کی وجہ سے) بمنزلۂ بندہ کے ہیں میری

اور تیری اصطلاحات کے مطابق تو وہ سب مردہ و بے جان ہی ہیں، لیکن اللہ کی نسبت سے وہ سب زندہ ہیں۔

فائدہ: قیامت بھی منجملہ علوم غیبیہ میں سے ہے اور اُس کے جمعہ کے دن قیام پذیر ہونے کا علم خدا نے عناصر اربعہ کو بھی عنائت فرمایا ہے اور وہ بھی اتنا علم وادراک رکھتے ہیں کہ وقوعِ قیامت جمعۃ المبارک کے دن ہوگا۔

(بحمد اللہ! آج مورخہ ۷ مارچ ۲۰۰۷ء بوقتِ شب
دس بج کر دس منٹ پر یہ مضمون اختتام پذیر ہوا)

بابِ چہارم

علمِ ماکان ومایکون

اور

علم لوحِ محفوظ

اقوالِ

علماء ومُحدّثین کرام رحمہم اللہ علیہم

""علم ماکان ومایکون"" علم لوحِ محفوظ

حضور سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ عظیم اور رحمتِ کثیر، مراتب رفیعہ اور فضائل کثیرہ سے نوازا ہے۔

☆ جس پر آیاتِ بیّنات شاهد هیں وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

☆ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

☆ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

اور جس کو حکمت ملی اس کو خیر کثیر ملی۔

☆ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(اے محبوب!) ہم نے تو آپ کا ذکر بلند وبالا کر دیا ہے۔

☆ إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

ہم نے آپ کو حوض کثیر عطا کیا۔

☆ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور عنقریب آپ کا رب اس قدر نوازے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

☆ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ

اور اُتاری ہم نے تم پر (یہ) کتاب جس میں ہر چیز کا روشن وواضح بیان

ہے (اور یہ کتاب) ہدائت، رحمت اور (بہت بڑی) بشارت ہے اہلِ اسلام کے لئے۔

☆ تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا

بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل کیا قرآن کو اپنے بندے (محمد ﷺ) پر تا کہ تمام جہان والوں کے لئے نذیر بنے۔

☆ مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ

(سورۃ یوسف ۱۲:۱۱۱)

یہ قرآن جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں، بلکہ یہ تصدیق ہے، ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں۔ تفصیل وتبیین ہے ہر چیز کی۔

☆ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

ہم نے کتاب (قرآنِ مجید) میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔

اعلحضرت علیہ الرحمۃ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اقول وباللہ التوفیق

جب فُرقانِ مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مُفَصَّل۔

اور اہلِ سنت کے مذہب میں ''شے'' ہر موجود کو کہتے ہیں تو ''عرش تا فرش، تمام کائنات، جُملہ موجودات، اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات ''کتابتِ لوحِ محفوظ'' بھی ہے تو بالضرورت یہ بیاناتِ مُحیطہ اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآنِ عظیم سے پوچھ دیکھئے کہ لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟

قال اللہ تعالیٰ:

وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ○

(سورۂ یٰس:۱۲:۳۶)

ترجمہ: اور ہر چیز ہم نے گن (شمار) کر رکھی ایک بتانے والی کتاب میں (یعنی) ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا (لوح محفوظ) میں جمع فرمادی ہے

وقال اللہ تعالیٰ:

وَلَا حَبَّةٍ فِی ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اور اُصول مُبرہن ہو چکا کہ نکرۂ حیّزِ نفی میں مُفیدِ عُموم ہے اور لفظ ''کُل'' تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا، اور عام اِفادۂ اِستغراق میں قطعی ہے اور نُصوص ہمیشہ ظاہر پر رہیں گی، بے دلیلِ شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں۔ ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث آحاد، اگرچہ اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو، عمومِ قرآن کی تخصیص کرسکے، بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائے گی بلکہ تخصیص مُتراخی نسخ ہے اور اَخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی ''عام'' کو قطعیت سے نازل (کمتر کرنا یا درجہ سے گرادینا) نہیں کرتی نہ اُس کے اعتماد پر کسی ظنّی سے تخصیص ہوسکے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نصِّ قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ مَاکَانَ وَمَا یَكُوْنُ اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ جمیع مُندرجات لوحِ محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں

کوئی ذرّہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ السّاطِعَة. اور جب کہ یہ علم قرانِ عظیم کے ''تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ'' ہونے سے دیا۔ اور ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزولِ جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو ''لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ''

(المؤمن:۷۸:۴۰)

یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے ''لَاتَعْلَمُهُمْ'' ہرگز ان آیات کے مُنافی اور احاطۂ علمِ مصطفوی ﷺ کا نافی نہیں۔

الحمد للہ طائفہ تالفہ وہابیہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات علم عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے، سب کا جواب دہمن دوز وفتن سوز انہیں دو فقروں میں ہوگیا۔ دو حال سے خالی نہیں یا تو اُن قصص کی تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو اُن سے اِسناد جہلِ مُبین، کہ جب تاریخ مجہول، تو اُن کا تمام نزولِ قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول ہے اور اگر ہاں، تو دو حال سے خالی نہیں، یا وہ تاریخ تمام نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، بر تقدیر اوّل مقام سے محض بیگانہ اور مُستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ۔ بر تقدیر ثانی اگر مدّعائے مخالف میں نصِ صریح نہ ہو تو اِستناد محض خرطُ القتاد۔ مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے اور اگر بالفرض غلط تسلیم ہی کرلیں تو ایک ہی جواب جامع نافع ونافی وقامع سب کے لئے شافی وکافی کہ عمومِ آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اَخبار احاد سے اِستناد محض ہرزہ بافی۔''[1]

---

[1] انباء المصطفیٰ ص ۴۳

ملاءِ اعلیٰ میں فرشتوں کا آپس میں جھگڑنا اَشراف ملائکہ (بندگانِ خدا کے اعمال لکھے لے جانے میں بحث وگفتگو) رشک کرتے ہیں

رسول دوجہاں ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رب تعالیٰ کو اعلیٰ صفات کے ساتھ دیکھا۔ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ: فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ [1]

اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا:

(اے محمد!) یہ بتائے کہ آسمانوں کے اشراف فرشتے کس عمل کے بارے میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: تو بہتر جانتا ہے، حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا یدِ قدرت میرے سینہ پر رکھا تو میں نے اس کی ٹھنڈک دونوں شانوں کے درمیان محسوس کی، سو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان تھا، اور آپ ﷺ نے بطور اِستشہاد کے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اور اسی طرح ہم نے دکھلایا ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں اور زمین کی مملکتیں تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پس دانستم ہر چہ در آسمان ہا ہر چہ در زمین بود، عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی وکُلی واحاطۂ آں الخ (الیٰ ان)

واھلِ تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیان ایں دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان وزمین رادید وحبیب ہر چہ در آسمان وزمیں بود حالی

[1] اَشِعَّۃُ اللمعات ص ۳۳۳ ج اوّل

از ذوات وصفات وظواھر وبواطن ہمہ رادید، وخلیل حاصل شد مَر او را ایقین بوجوب ذاتی ووحدتِ حق بعداز دیدن ملکوت آسمان وزمیں چنانچہ حال اہلِ استدلال وارباب سلوک ومحبان وطالبان میباشد وحبیب حاصل شد مراو رایقین وصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را وحقائق آنرا الخ [1]

پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمین میں تھا یہ تمام علوم جزوی اور کُلی کے حصول اور اُن کے اِحاطہ سے عبارت ہے اور اہلِ تحقیق کہتے ہیں کہ ان دو روایتوں میں بڑا فرق ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم نے زمین و آسمان کی دنیا کو دیکھا اور حبیبِ خدا ﷺ نے زمین وآسمان میں جو کچھ تھا ذات، صفات اور ظاہر وباطن کے تمام احوال کو ملاحظہ فرمایا اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وجوب ذاتی اور وحدتِ حق کا یقین آسمانوں اور زمین کے حقائق کو مشاہدہ فرما کر ہوا، جیسا کہ اہلِ استدلال اور اربابِ سلوک اور محبان وطالبان حقیقی کو ہوتا ہے اور حبیبِ خدا ﷺ کو یقین اور وصولی الی اللہ مرحلۂ اولیٰ میں سب کچھ حاصل ہو گیا اور رب تعالیٰ کے فیض یدِ قُدرت کی بدولت تمام جہانوں اور اُن کے حقائق کو آپ نے جان لیا، جس طرح کہ مجذوبین اولیاء اللہ کی شایانِ شان ہے۔

علوم خمسہ اور شیخ محقق قدس سرہ العزیز:

آپ اشعۃ اللمعات میں ارقام فرماہیں:

ومراد آں است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا را نہ داند وآنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نہ داند، مگر آنکہ وے تعالیٰ از خود کسے را بداناناند بوحی والہام [2]

[1] اَشِعَّۃُ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۳
[2] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۴

اور مراد اس سے یہ ہے کہ کوئی شخص بغیر تعلیم الٰہی کے محض اپنے عقل سے ان اُمور کو نہیں جانتا۔ اس لئے کہ یہ چیزیں امورِ غیب میں سے ہیں کہ انہیں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔ مگر اللہ تعالیٰ بطورِ وحی والہام کے ازخود کسی کو بتادے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ممتاز فرما کر (علوم خمسہ کو جو خدا کے رازوں میں سے ہیں) انہیں رازدارانہ طور پر بتادے تو یہ ایک اِستثنائی اَمر ہے لیکن خود اپنے عقل سے کوئی شخص ان اُمورِ غَیبِیّہ کو جان نہیں سکتا۔

راُس العلماء حضرت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مکی کی تحقیق

اس حدیث کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں:

اَیْ اِنکَشَفَ وَظَھَرَ (لی کُلُّ شَیْءٍ) اَیْ مِمَّا اَذِنَ اللّٰہُ فِی ظُھُورِہٖ لِیْ مِنْ الْعَوالِمِ الْعُلْوِیَّۃِ والسُّفْلِیَّۃِ مُطْلَقًا مِمَّا یَخْتَصِمُ بِہٖ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی (وَعَرِفْتُ) حَقِیْقَۃَ الْاَمْرِ [1]

مفہوم:

(یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جب خدا نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا) تو مجھ پر ہر چیز روشن مُنوّر اور مُنکشف ہوگئی یعنی جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تمام علوی اور سفلی جہانوں کو مطلقاً میرے لئے ظاہر فرمادیا جس میں مَلاءِ اعلیٰ کے فرشتے آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اور میں نے حقیقت امر (ہر چیز کی اصلیت) کو پہچان لیا۔

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ج

علامہ عبدالرؤف مناوِی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلنُّفُوسُ الْقُدْسِیَّۃُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِیَّۃِ اِتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ یَبْقَ لَھَا حِجَابٌ فَتَرٰی وَتَسْمَعُ الْکُلَّ کَالْمُشَاھِدِ.

یعنی جب پاک ہستیاں اس دنیا کے علائق سے جدا ہو کر مَلاءِ اعلیٰ (عالم بالا) میں جا پہنچتی ہیں، تو اُن کے لئے کوئی حجاب و پردہ نہیں رہتا، وہ ہر ایک چیز کو اس طرح دیکھتی اور سنتی ہیں جیسے وُہ اشیاء اُن کے سامنے موجود ہوں۔

ابو نعیم حلیہ میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ. تَجَلِّیًا مِّنَ اللّٰہِ لِنَبِیِّہٖ کَمَا جَلَّاہُ لِلنَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِہٖ [1]

بے شک میرے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اُٹھا لیا اور میں اُسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

اس روشنی کے سبب اللہ نے اپنے نبی کے لئے روشنی فرمائی جیسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے اَنبیاء کے لئے روشنی فرمائی تھی۔

[1] (حلیہ الاَوْلیاء ص۱۰۱ ج۶)

امام احمد رضا

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ قادری فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سمٰوٰت وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزّ جلالہٗ نے اس تمام ''ماکان ومایکون'' کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا۔ مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہورہا ہے، سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہزارہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں، ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرت الٰہی پر دشوار اور نہ عزّت ووجاہتِ انبیاء کے مقابل بسیار'' [1]

قرب وبعد کی مسافتیں اور امام فخر الدین الرازی

آپ فرماتے ہیں:

اِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَ الْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَراً لَہٗ رَأَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یداً لَہٗ یَقْدِرُ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی السَّھْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ [2]

جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اُس کی قوّتِ سماعت (کانوں) پر ضیاء فگن ہوتو وہ (اللہ کا دوست، وَلی) قریب اور دور کی باتیں سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ پر مُنعکس ہوتا ہے تو وہ (بلا امتیاز) قریب اور دُور کو دیکھنے لگتا ہے اور

۱ انباء المصطفیٰ ص ۳۱/۳۲ (مطبوعہ اکبر بک سیلرز اردو بازار لاہور) ۲ امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ص ج

جب خدائی نور اس کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ آسان ومشکل (میدان اور پہاڑ)، قریب اور دُور تک تصرّف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

در راہِ عشق مرحلۂ قُرب وبُعد نیست
می بینمت عیاں ودُعا می فرستمت

شاعر کہتا ہے

کہ راہِ عشق ومحبت میں یہ دور اور نزدیک کی مسافتیں نہیں ہوا کرتیں۔

اے میرے محبوب!

میں تو تمہیں بالکل اپنے آمنے سامنے عیاں دیکھ رہا ہوں اس لئے میں تو آپ تک اپنی نیک خواہشات اور دعائیں ہی بھیجتا ہوں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور معارف الٰہیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاِنْ کُنْتَ لَاتَشُکُّ فِی ذٰلِکَ فَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ تَشُکَّ فِیْ اَنَّ الْاِطِّلَاعَ عَلٰی اَسْرَارِ الرَّبُوْبِیَّۃِ وَالْعِلْمِ بِتَرَتُّبِ الْعُلُوْمِ الْاِلٰھِیَّۃِ الْمُحِیْطَۃِ بِکُلِّ الْمَوْجُوْدَاتِ ھُوَ اَعْلٰی. اَنْوَاعِ الْمُعَارِفِ وَالْاِطِّلَاعَاتِ [1]

اَسرارِ ربّانیہ اور معارفِ الٰہیہ پر وَلیِ کامل کو اطلاع ہوتی ہے اور یہ اطلاع انواعِ معارف میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہوتا ہے۔

اس کی تشریح عارفِ رومی کے مندرجہ ذیل اشعار میں موجود ہے: آپ فرماتے ہیں:

۱ احیاء علوم الدین ص ۳۲۶ ج ۴

آئینۂ دِل چوں شود صافی وپاک
نقشہا بینی بیروں از آب وخاک

روزنِ دل گرکشاداست وصفا
می رسد بے واسطہ نُورِ خُدا [1]

اشعار کا مطلب یہ ہے کہ:

جس طرح شیشہ میں انسان اپنے چہرے، خدوخال، شکل وصورت کو دیکھ سکتا ہے اسی طرح ہمارے دِل کا شیشہ جب پاک وصاف ہوگا تو پانی ومٹی (ساری دنیا) کے نقش ونگار تمہیں بالکل صاف وعیاں نظر آئیں گے۔

اگر تمہارے دل کی کھڑکی (Window) کھلی ہوئی ہے (اور اُس میں غیر کی محبت اور دوئی کا غبار نہیں) صاف ستھری ہے تو پھر بغیر کسی واسطہ کے نُورِ خُدا تم تک پہنچ جائے گا۔

☆ حضرت عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مَاالسَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُوۡنَ السَّبۡعُ فِیۡ نَظۡرِ الۡعَبۡدِ الۡمُوۡمِنِ اِلَّا کَحَلۡقَةٍ مُلۡقَاةٍ فِیۡ فَلَاةٍ مِنَ الۡاَرۡضِ [2]

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مردِ مؤمن کی نظر میں اس طرح ہیں جس طرح ایک لق ودق صحراء میں ایک حلقہ چھلا (Ring) پڑا ہوا ہو۔

[1] مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ [2] الابریز ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ونگاہِ رسالت

مدارج النبوۃ میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہرچہ دردنیا است اززمانِ آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے ﷺ منکشف ساختند تا ہمہ احوالِ اُوراازاوّل تا آخر معلوم گردید یارانِ خودرانیز ازبعضے ازاں احوال خبرداد'' [1]

یعنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخۂ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب نبی پاک ﷺ پر منکشف فرمادیا، یہاں تک کہ اوّل سے لے کر آخر تک تمام احوال آپ ﷺ کو معلوم ہوگئے اور آپ نے اپنے بعض اصحاب کو بھی بعض حالات کی اطلاع دی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اور تجلیاتِ ربانی کا ظہور

شاہ صاحب ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فَاَفَاضَ عَلَیَّ مِنۡ جَنَابِهِ الۡمُقَدَّسِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ کَیۡفِیَّةَ الۡعَبۡدِ مِنۡ حَیِّزِهٖ اِلٰی حَیِّزِ الۡقُدۡسِ فَیُجَلّٰی لَهٗ کُلُّ شَیۡءٍ کَمَا اَخۡبَرَ عَنۡ هٰذِهِ الۡمَشۡهَدِ فِیۡ قِصَّةِ الۡمِعۡرَاجِ الۡمَنَامِیۡ

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کی بارگاہِ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے شام مقدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اُس پر ہر چیز روشن ہوجاتی ہے جس طرح حضور اقدس ﷺ نے اپنے اس مقام سے معراجِ خواب کے قصے میں خبردی۔

[1] مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۴۴

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''اَلطاف القُدس'' میں فرماتے ہیں:

نفس کلیہ بجائے جسد عارف می شود، وذاتِ بَحت (ذاتِ عارف) بجائے روح او وہمہ عالم را تبعاً بعلم حضوری درخود بہ بیند [1]

ترجمہ: عارف باللہ کا نفس بالکل اُس کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے اس کی روح کے تمام عالَم کو بعلمِ حُضوری کے طبعًا اپنے اندر دیکھتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

سورۂ جن میں: ''فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ'' کے تحت فرماتے ہیں:

''یعنی مگر کسیکہ پسند می کند، وآں کس رسول می باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل وخواہ از جنسِ بشر مثل حضرت محمد وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور اِظہار بر بعضے از ''غیوبِ خاصہ'' ''خود'' می فرماید [2]

یعنی مگر جس رسول کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے۔ اور وہ رسول خواہ جنس ملائکہ سے ہو جیسے جبرائیل علیہ السلام چاہے جنسِ بشر سے، جیسے حضرت محمد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰت والتسلیمات، وہ اپنے خاص غیبوں میں سے بعض پر انہیں مطلع فرماتا ہے۔

اِسی تفسیر کے صفحہ ۱۷۶ پر آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''وبعضے از ایشاں گفتہ اند کہ حصر بملاحظہ قیدِ اصالت است یعنی بالاصالت اطلاع برغیب خاصۂ پیغمبراں است واولیاء را اِطلاع برغیب بطریقِ وراثت و تبعیت حاصل می شود، چنانچہ نورِ قمر مستفاد از نورِ شمس است۔ (الی ان)

۱ اَلطاف القُدس ص ۲۶ افارسی ۲ تفسیر عزیزی ص ۱۷۳، سپارہ ۲۹

سوم آنکہ اِطلاع برلوحِ محفوظ بمطالعہ ودیدنِ نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است'' [1]

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آیت بالا میں حَصر اور رسول کی تخصیص اِصالت کی وجہ سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے غیب خاص پر اطلاع دینا یہ پیغمبروں کا خاصہ ہے اور جہاں تک اولیاء اللہ کا تعلق ہے انہیں غُیوب پر اطلاع بطور وراثت اور تبعیت کے حاصل ہوتی ہے جس طرح چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے۔

لوحِ محفوظ اور نگاہِ اولیاء:

تیسرا نقطہ یہ ہے کہ: لوحِ محفوظ میں اولیاء کاملین کا مطالعہ ومشاہدہ کرنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اُن سب کا دیکھنا حدِ تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

محقق علی الاطلاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف اُو را از ابتداء تا انتہاء وبہ بیند کہ چہ تعلیم کردہ است او را پروردگار واِفاضہ کردہ است بروے از علوم واَسرار مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ بہ ضرورت حاصل شوداورا علم بہ نبوّت او وبے شوب وشکوک وظنون قولہ تعالیٰ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهٖ حَسْبَ وَصِلِهٖ وَكَمَالِهٖ''

یعنی جو شخص حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ اور اَحوال کا ابتداء سے لے کر انتہا تک مطالعہ کرے گا وہ دیکھ لے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے کس قدر علم کی نعمت سے نوازا ہے اور خدا کا کتنا بڑا آپ پر اِفاضہ ہوا ہے کہ مَا كَانَ وَمَا

۱ تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۱۷۶

یَکُوْنَ (جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا) کے علوم اور اسرار آپ پر منکشف فرمائے۔۔۔وغیرہ (الی آخرہ)

علم ماکان ومایکون

قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز: المتوفی ۱۲۲۵ھ

آپ فرماتے ہیں: وَجَازَاَنْ یُّقَالَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ فِیْہِ بَیَانُ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ مِنَ الْاَزَلِ اِلَی الْاَبَدِ۔[1]

اور یہ توجیہ کرنا اور کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس سے مراد ذاتِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے اور یا اس سے مراد قرآن مجید ہے، جس میں ازل سے لے کر ابد تک تمام "ماکان ومایکون" داخل ہیں، سب کچھ آپ کو سکھا دیا۔

تفسیر خازن میں علاء الدین بغدادی المتوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں:

وَقِیْلَ اَرَادَ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہ عَلیہ وسلم عَلَّمَہُ الْبَیَانَ یَعْنِیْ بَیَانَ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ لِاَنَّہٗ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلم یُنْبِیُٔ عَنْ خبرِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔[2]

اور ایک قول یہ ہے کہ انسان سے مراد "محمد ﷺ ہیں" اور "بیان" سے مراد "ماکان ومایکون" کا علم وبیان ہے، کیونکہ آپ ﷺ اوّلین اور آخرین اور قیامت تک کی خبریں دیتے ہیں۔

---

۱ قاضی ثناء اللہ مظہری تفسیر ص۱۴۵ ج۹ سورۃ الرحمن

۲ الخازن ص۲۲۴ ج۴

علامہ قرطبی اور بیان ماکان ومایکون:

ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی الجامع لاحکام القرآن میں رقمطراز ہیں: ابن عباس اور ابن کیسان کی روایت ہے:

اَلْاِنْسَانُ هٰهُنَا یُرَادُ بِہٖ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْبَیَانُ، بَیَانُ الْحَلَالِ مِنَ الْحَرَامِ وَالْهُدٰی مِنَ الضَّلَالِ وَ قِیْلَ: مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ ، لِاَنَّہٗ بینَ عن الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَیَوْمِ الدِّیْنِ۔[1]

انسان سے یہاں مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور بیان سے مراد حلال اور حرام اور ہدائت اور گمراہی کا فرق وامتیاز مراد ہے، اور یہ بھی ایک قول ہے کہ بیان سے مراد "بیان ماکان ومایکون" مراد ہے اس لئے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے تمام اولین وآخرین اور قیامت تک کی اَخبار بتائی ہیں۔

حافظ ابن حجر عقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں۔

اَلثَّانِیَۃ وَالْاَرْبَعُوْنَ اِطِّلَاعٌ عَلٰی مَاسَیَکُوْنُ الثَّالِثَۃُ وَالْاَرْبَعُوْنَ اَلْاِطلَاعُ عَلٰی مَاکَانَ عَمَّالَمْ یَنْقُلْہُ اَحَدٌ قَبْلَہٗ [2]

بقول وتشریح علامہ عسقلانی نبی کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اُمورِ غیبیہ ماضیہ ومُستقبلہ کا جاننے والا ہو:

"نبی کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ اُس کو "مایکون" کا علم ہو اور تنتالیسویں صفت یہ ہے کہ اس کو اِس "ماکان" کا علم ہو جو اس سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔"[3]

---

۱ الجامع لاحکام القرآن المجلد السابع عشر ۱۷ ص۱۵۲ ۲ فتح الباری شرح البخاری

۳ "مقام ولایت ونبوت" (از علامہ غلام رسول سعیدی صاحب)

علامہ خرپوتی اور علم ماکان ومایکون

يَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ اَنَّهٗ عَلَيهِ السَّلَامُ كَانَ اَعْلَمَ مِنْهُمْ بِبَعْضِ الْاُمُوْرِ كَالْاُمُوْرِ الْآخِرَةِ وَاَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَاَحْوَالِ السُّعَدَاءِ وَالْاَشْقِيَاءِ وَعِلْمِ مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ بَيَانَ عِلْمِهٖ ثَابِتٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ۔ [1]

یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ حضور ﷺ دیگر انبیاء علیھم السلام کی نسبت بعض اُمور میں زیادہ علم رکھتے ہیں مثلاً اُمورِ آخرت، علاماتِ قیامت، نیک اور بدلوگوں کے اَحوال کا علم اور "مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ" کا علم۔ پھر یاد رکھو حضور ﷺ کے یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ کے قول "عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" سے ثابت ہیں۔

نیز علامہ خرپوتی تحریر فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُفِيْضٌ وَاَنَّهُمْ مُسْتَفَاضُوْنَ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى خَلَقَ اِبْتِدَاءً رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَوَضَعَ عُلُوْمَ الْاَنْبِيَاءِ وَعِلْمَ مَاكَانَ وَمَايَكُوْنَ فِيْهِ ثُمَّ خَلَقَهُمْ فَاَخَذُوْا عُلُوْمَهُمْ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ [2]

کیونکہ حضور ﷺ فیض دینے والے ہیں اور تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو پیدا کیا اور آپ کو انبیاء کے علوم اور "ماکان ومایکون" کا علم عطا کیا۔ پس انبیاء علیھم السلام نے آپ سے علوم حاصل کئے۔

1. علامہ ابن احمد خرپوتی، عصیدۃ الشہدہ ص ۸۱
2. عصیدۃ الشہدہ ص ۸۳

فائدہ

مذکورہ بالا شرح "قصیدہ بُردہ" کے اِس شعر کی ہے:

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

ترجمہ: تمام انبیاء حضور علیہ السلام سے مانگتے ہیں (علم کے) سمندر سے ایک چلو یا (علم کی) بارش سے ایک قطرہ۔" [1]

امام ابو عبداللہ الشہیر بابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۳۷ھ فرماتے ہیں:

"اِذْ لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ اَعْنِيْ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِيٌّ لَاخِفَاءَ فِيْهِ" [2]

حضور ﷺ کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں یعنی آپ ﷺ کا اپنی اُمت کے مشاہدہ کرنے ان کے حالات جاننے ان کی نیتوں، ان کے عزائم وارادوں اور اُن کے دِلوں کے کھٹکوں سے واقف ہونے میں کوئی تفاوت وفرق نہیں، (اور یہ اُمور آپ ﷺ پر اس قدر) واضح اور جلی ہیں کہ ان میں کسی قسم کا خفا اور ابہام موجود نہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:

وَلَمَّا كَانَتِ الْغِشَاوَةُ مُنْقَشِعَةً عَنْ اَعْيُنِ الْاَنْبِيَاءِ نَظَرُوْا اِلَى الْمَلَكُوْتِ وَشَاهَدُوْا عَجَائِبَهٗ [3]

یعنی انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے جب یہ کثافت کے پردے ہٹا دیئے گئے ہیں تو وہ (بلا تکلف) عالمِ ملکوت اور وہاں کے عجائبات کو

1. اقتباس از مقام ولایت ونبوت ص ۱۹۳ از علامہ سعیدی (شارح بخاری ومفسر قرآن "تبیان القرآن" ومسلم)
2. المدخل جلد اول ص ۲۸۹
3. احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۳۶

دیکھتے اور مشاہدہ فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی اتباع ونیابت میں اولیاءِ کاملین کو بھی مشاہدہ کی سعادت حاصل ہے، جن کی تعداد ناممکن ہے وَقَدْ يَطَّلِعُ عَلَى الشَّهَادَةِ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي حَيِّزِ الْاِرْتِضَاءِ۔[1]

انبیاء تو وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے ان کے عوارف، اِدراکات اور مشاہدات کا کیا کہنا، اُن کے خُدام ایسے بھی اولیا ہیں جو حیزِ ارتضاء میں تو داخل نہیں، تاہم اُن کو بھی وہ دِل کی آنکھیں عطا فرمائی گئی ہیں (جو ملک وملکوت کا مشاہدہ کرتی ہیں) اور عالم شہادۃ کے اُمور پر مطلع ہوتی ہیں۔

امام غزالی کا خاص نقطۂ علمی

ہم یہاں پر امام غزالی کے حوالہ سے ایک علمی نقطہ نقل کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ امت کے اعمال خدا کی بارگاہ میں ہر سوموار اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔

اور انبیاء کرام، آباء وَ اُمّھات پر جمعہ کے دن پیش ہوتے ہیں تو وہ ان کے اچھے اعمال دیکھ کر نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ اُن کے چہرے چمک اُٹھتے ہیں۔[2]

معلوم ہوا کہ ہمارے ماں باپ، باپ دادا بھی ہماری نیکیوں اور حسنات کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، رہا مرتبۂ انبیاء وہ تو ہماری نیتوں، اِخلاص، اور نفاق سے بھی بفضلہ تعالیٰ واقف ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۵ھ) کا عقیدہ:

آپ مدارج النبوت فارسی میں لکھتے ہیں "ذکرِ کُن اورا و درُود بفرست بروے صلی اللہ علیہ وسلم وباش درحالِ ذکر گویا حاضراست پیشِ تو درحالتِ حیات

۱ احیاء ص ۸ ج ۴ ۲ احیاء العلوم ص ۲۸۸ ج ۵

می بینی تو اُو را متأدِّب با جلال و تعظیم و ہیبت، واُمید براں کہ وَی صلی اللہ علیہ وسلم می بیند وشنود کلام ترا، زیرا کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم متّصف است بصفاتِ اللہ، ویکے از صفاتِ الٰہی آنست کہ "اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ"۔[1]

صاحب مواہب لدنیہ، شارح بخاری علامہ قسطلانی رح المتوفی ۹۱۱ھ

آپ فرماتے ہیں کہ زائر کو چاہئے کہ وہ روضۂ رسول ﷺ کے محازات میں دوگز کے فاصلے پر بڑے ادب واحترام سے کھڑا ہو کر اپنا نیاز مندانہ سلام پیش کرے اور انتہائی خشوع وخضوع سے اپنی آنکھیں بند کر کے یہ تصور کرے کہ وہ آپ کے حضور میں اس طرح کھڑا ہے جس طرح آپ کی حینِ حیاتِ ظاہریہ میں ادب کا تقاضا تھا۔ اور یہ اعتقاد رکھ کر حاضری دے کہ اُس کی رسول اللہ کو خبر ہے اور آپ ﷺ اس کے قیام کو جانتے ہیں اور اس کے سلام کو اسی طرح اب بھی سنتے ہیں جس طرح آپ ظاہری حیات میں سنتے تھے۔

اِذْ لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَاخِفَاءَ فِيْهِ۔[2]

علامہ قسطلانی قدس سرہ العزیز نے بھی اہلِ اسلام کے اس عقیدہ کی تصریح فرما کر صداقت وحقانیت کا پرچم سربلند فرمایا ہے، یہی چیز صاحب روح البیان اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما نے بیان کی ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

اَلْخَامِسُ وَهُوَ فِي الْاَخْبَارِ بِالْمُغَيَّبَاتِ، قَوْلُهٗ تَعَالٰى عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ خَصَّ الرَّسُوْلَ

۱ مدارج النبوت ص ج ۲ ۲ المواہب اللدنیہ ص ۲۸۷ ج ۲

بالاِطِّلَاعِ عَلَى الْغَيْبِ هٰهُنَا لَيْسَ لِلْعُمُوْمِ بَلْ مُطْلَقٌ اَوْ مُعَيَّنٌ هُوَ وَقْتُ وُقُوْعِ الْقِيَامَةِ بِقَرِيْنَةِ السِّيَاقِ وَلَا يُبْعَدُ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ بَعْضُ الرُّسُلِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اَوِ الْبَشَرِ فَيَصِحُّ الْاِسْتِثْنَاءُ ۔ ۱

یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علمِ غیب کے بارے میں ہے وہ کہتے ہیں: اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا چونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، غیب کا جاننے والا (اللہ) تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں کو۔ جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیوں کر غیب جان سکتے ہیں۔ آئمہ اہلِ سنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں (جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے) بلکہ یہ مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوعِ قیامت مراد ہے کہ (کہ خاص اس غیب کی اِطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اس پر قرینہ یہ کہ اوپر کی آیت میں غیبِ قیامت ہی کا ذکر ہے (تو اس آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر شبہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا اِستثناء فرما رہا ہے کہ وُہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے، اب اگر اِس سے تعیینِ وقتِ قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا، اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقتِ قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔ ۲

۱ جلد دوم ص ۲۵۰ ۲ خالص الاعتقاد ص ۵۵

مُلّا علی قاری اور علمِ لوحِ محفوظ

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ، بارگاہِ رسالت میں عرض فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ! دُنیا و آخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم (جس میں ما کان و ما یکون ہے) حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"كَوْنُهُ عِلْمُهَا مِنْ عُلُوْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُلُوْمَهٗ تَتَنَوَّعُ اِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَ حَقَائِقَ وَدَقَائِقَ وَعَوَارِفَ وَمَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُهَا اِنَّمَا يَكُوْنُ سَطْرًا مِنْ سُطُوْرِ عِلْمِهٖ وَنَهْرًا مِنْ بُحُوْرِ عِلْمِهٖ ثُمَّ مَعَ هٰذَا هُوَ مِنْ بَرَكَةِ وُجُوْدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

ترجمہ: لوح وقلم علوم نبی ﷺ سے ایک ٹکڑا اس لئے ہے کہ حضور کے علم اَنواع (اور) اَنواع ہیں کُلّیات، جُزئیات، حقائق ودقائق وعوارف ومعارف کہ ذات وصفات الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اُس کے سمندروں سے ایک نہر ہے۔ پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے۔

اُمّ القُریٰ شریف میں:

"وَسِعَ الْعَالَمِيْنَ عِلْمًا وَحِلْمًا"

حضور کا علم وحلم تمام جہاں کو مُحیط ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

اس کی شرح میں فرماتے ہیں

"لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِطَّلَعَهٗ عَلَی الْعَالَمِ فَعُلِّمَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ"

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو سب اولین وآخرین کا علم حضور کو ملا جو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔[1]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

میں فرماتے ہیں:

یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ بِمَا سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمَاھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ اَیْ مِنْ نَّبَیءِ الْاٰخِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی۔[2]

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گذشتہ وقائع واُمم جو تم سے پہلے ہو گزریں ہیں ان کی اور جو کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے اس دنیا میں اور عقبیٰ کے تمام ہونے والے واقعات واحوال کی خبر دیتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی قدس سرہ العزیز نے مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا صراحۃً ذکر فرمایا ہے اور "مِنْ اَحْوَالِ اَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی" کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

انصاف پسند اور سنجیدہ طبائع کے لئے دعوتِ فکر ہے اور حق وصواب کے متلاشیوں کے لئے علماء کے یہ تصریحات معلومات کا وافر ذخیرہ ہیں۔

[1] خالص الاعتقاد ص ۳۸/ص ۳۹ [2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۱۲ ج ۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ۔ ملتان

ملا علی قاری اور لوحِ محفوظ:

مرقاۃ میں شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لِلْغَیْبِ مُبَادِیٌ وَلَوَاحِقٌ مُبَادِیْهِ لَایُطَّلَعُ عَلَیْهِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ. وَاَمَّااللَّوَاحِقُ فَھُوَ مَااَظْھَرَ اللّٰهُ تعالٰی عَلٰی بَعْضِ اَحْبَابِهٖ لَوْحَةَ عِلْمِهٖ وَخَرَجَ ذٰلِكَ عَنِ الْغَیْبِ الْمُطْلَقِ وَصَارَ غَیْبًا اِضَافِیًّا، وَذٰلِكَ اِذَا تَنَوَّرَ الرُّوْحُ الْقُدْسِیَّةُ وَازْدَادَنُوْرِیَّتُھَا وَاِشْرَاقُھَا بِالْاَعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالَمِ الْحِسِّ وَتَجْلِیَةِ ذَاتِ الْقَلْبِ عَنْ صَدَاءِ الطَّبِیْعَةِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلَی الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَ فَیَضَانِ الْاَنْوَارِ الْاِلٰھِیَّةِ حَتّٰی یُقَوِّیَ النُّوْرُ وَیَنْبَسِطُ فِیْ فَضَاءِ قَلْبِهٖ فَتَنْعَکِسُ فِیْهِ النُّقُوْشُ الْمُرْتَسِمَةُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَیَطَّلِعُ عَلَی الْمُغَیَّبَاتِ وَیَتَصَرَّفُ فِیْ عَالَمِ السُّفْلِیِّ بَلْ یَتَجَلّٰی حِیْنَئِذٍ الْفَیَّاضُ الْاَقْدَسُ بِمَعْرِفَتِهِ الَّتِیْ ھِیَ اَشْرَفُ الْعَطَایَا فَکَیْفَ لِغَیْرِهٖ۔[1]

یعنی غیب کے (کچھ) مبادی[1] ہیں اور (کچھ) لواحقات[2]، (مبادی وہ غیب ہیں جو سب سے پہلے غیب ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی کنہ ذات اور اللہ تعالیٰ صفات کی کنہ، اور لواحق وہ غیب ہیں جو اللہ نے پیدا کئے ہیں اور وہ ممکن الاطلاع اور جائز الاظہار ہیں مترجم)

پس مُبادی پر تو نہ کسی ملک مقرب کو اطلاع ہو سکتی ہے نہ ہی نبی مرسل کو اور لواحق وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوبوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور اپنے علم کی چمک ڈال دیتا ہے اور یہ غیب مطلق سے خارج اور الگ ہے اور یہ غیب اضافی (عطائی) ہے۔ اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ رُوح قدسی خوب روشن ہو جاتی ہے

[1] انتہی (مرقاۃ)

اور اُس کی نُورانیت اور اِشراق زیادہ ہوتا ہے۔

اس واسطے کہ وہ عالمِ حِس کے اندھیرے سے اِعراض کرتا ہے اور قلب کی ذات کو عالم طبعی کی مَیل (کچیل) سے صاف کر کے روشن کر لیتا ہے اور علم وعمل اور انوارِ الٰہی کے فیضان پر مُواظبت اور ہمیشگی حاصل ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ نور بہت قوی ہو جاتا ہے، پھر اس پر لوحِ محفوظ کے نقوش مُرتَسِمہ مُنعَکِس ہوتے ہیں (سو اُس وقت عارفِ کامل) سب مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں اور عالمِ سُفلی میں تصرّف کرتا ہے، فیاضِ اَقدس جل جلالہ اپنی معرفت کی تجلّی فرما دیتے ہیں جو سب عطیات سے اشرف (واعلیٰ) ہے پھر دوسری چیزوں کا کیا کہنا انتہیٰ [1]

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما:

کی تصریحات ''روح اور غیب'' کے متعلق پیر سیّدنا تاجدارِ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

خلاصہ آنکہ او سبحانہ وتعالیٰ بندگان خود را از کاملین بعد از الحاق بملاءِ اعلیٰ نُورانیت واِشراق عطا فرماید زائد براں کہ بود مَر اُوشاں را در دُنیا، پس می باشند مثل ملائکہ مُتصرّف بالہام واِطّلاع در بنی نوع انسان و مطّلع بر اَقوال واَفعال اُوشاں خاتم المحدثین رضی اللہ عنہ درشرح مقامِ علّیین می نویسند کہ روح را قرب وبُعدِ مکانی مانع ایں دریافت نمی شود ومثال آں در وجودِ انسانی روحِ بصری است کہ ستارہ ہائے ہفت آسمان را درونِ چاہ می تواں دید [2]

[1] اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اُھل بہ لغیر اللہ ص ۱۸۱، افادات حضرت شمس العلماء والفقراء پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز [2] انتہیٰ، اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۸۲

''خلاصہ یہ ہے اللہ اپنے کامل بندوں کو جبکہ وہ ملاء اَعلیٰ کے ساتھ مل جائیں اس قدر نُورانیت عطا فرماتے ہیں کہ وہ دنیا والی نورانیت سے (کئی گنا) زیادہ ہوتی ہے، پس وہ مَلائکہ کی طرح بنی آدم میں الہام اور اِطلاع علی الغیب کے باعث تصرّف کرتے رہتے ہیں اور اُن کے اَقوال واَفعال پر مطلع ہوتے ہیں''

خاتم المحدثین حضرت عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مقام علّیین کی شرح میں فرماتے ہیں:

کہ روح کو جو دریافت اور اِطلاع بنی (نوع) انسان کے اقوال وافعال پر حاصل ہوتی ہے اس میں مکان کا قرب وبعد مانع نہیں ہو سکتا، اور اس کی مثال وجودِ انسانی میں وُہ روح ہے جو بصر پر گرتے ہیں کہ ساتوں آسمانوں کے ستارگاں کو کنوئیں میں دیکھا جا سکتا ہے آہ'' [1]

حضرت حسّان رضی اللہ عنہ اور مسئلہ علمِ غیب:

ہم ان سطور میں اپنے ایمان کی حلاوت اور عقیدہ کی پختگی اور عرفان وایقان کے حصول کی خاطر اُس شخصیت کے چند اشعار قارئین کرام کی نذر کرتے ہیں جن کی ساٹھ سالہ زندگی حالتِ کفر اور ہجو گوئی میں گزری اور پھر جب سعادت اَزلی دامن گیر ہوئی تو حلقۂ اسلام میں آ کر پورے ساٹھ سال تک حضور سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں، قریش کے بڑے بڑے شعراء کا مقابلہ کیا اور اپنی لسانی فصاحت وبلاغت اور قادر الکلامی کے ذریعے بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا اور اَعداءِ اسلام کے چیلنج میں وہ اَشعار پیش فرمائے جو قیامت تک منبر ومحراب اور بزم ورزم کی زینت بنے رہیں گے۔

[1] (ترجمہ اَلآنَ کَمَا کَانَ)

نوٹ: حضرت حسان بن ثابت آپ حضرت علی کے دورِ خلافت میں ۴۰ھ سے قبل وفات فرما گئے اور ایک روایت ہے کہ ۵۰ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں یہ شاعر رسول ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (اَلْاِسْتِعَاب)

آپ فرماتے ہیں:

نبیٌّ یَرَیٰ مَالایَرَی النَّاسُ حَوْلَهٗ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ مَشْهَدِ

وَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ
فَتَصْدِیْقُهَا فِی الْیَوْمِ اَوْفِیْ ضُحَی الْغَدِ [۱]

یعنی نبی ﷺ جو کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھتے و ملاحظہ فرماتے ہیں وہ عام لوگ اپنے اطراف، اردگرد میں نہیں دیکھ سکتے۔ آپ تو وہ ہستی ہیں کہ (ہر مقام) اور مَشْهَدْ میں اللہ کے کلام کی تلاوت اور تعلیم و تعلّم میں مصروف رہتے ہیں۔

اور اگر آپ آج کے دن کوئی غیب کی خبر دیں تو اس کی تصدیق آج ہی کے دن ہو جائیں گی یا کل وقتِ ضُحٰی سے بھی پہلے پہلے۔

یعنی آپ آج اور کل (مَافِی غَدٍ) کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتادیتے ہیں۔

اور یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور کی موجودگی میں پڑھے اگر ان میں کوئی شرعاً خرابی ہوتی تو آپ ہرگز اجازت نہ دیتے۔

الغرض حضور کے اس عاشق کا ایک شعر اُن لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت ہونا چاہیے جو حضور کے عالی مرتبت اور منصبِ نبوت میں ہر وقت کیڑے نکالتے

[۱] شرح دیوان حسان بن ثابت (ص ۱۴۱) طبع بیروت

رہتے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ [۱]

ترجمہ: تو نے محمد عربی کی ہجو (مذمت) بیان کی تو میں نے اس کا جواب دیا اور اس دفاعِ رسول میں عند اللہ بڑی جزا ہے۔

حضور نے سن کر فرمایا: جَزَاءُكَ عَلَی اللّٰهِ الْجَنَّةُ

(تیرا بدلہ تو اللہ کے ہاں جنت ہے)

ہمیں بھی ناموسِ رسول کی حفاظت کی خاطر نمک حلالی کرنی چاہیے اور عظمت و حشمتِ رسول کے لئے کم از کم کلمہ پڑھنے کی حد تک تو اُن کا ادب و احترام کرنا چاہیے۔

اور یہ احترام کا سبق ہمارے اسلاف و بزرگانِ دین ہی نے ہمیں سکھایا ہے۔

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَهٗ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وِقَاءُ [۳]

عینی فی اللوح المحفوظ:

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

زبدۃ الاسرار میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد پاک نقل فرماتے ہیں:

قال رضی الله عنه: یااَبْطَالُ یا اَطْفَالُ! هَلُمّوا وَخُذُوْا عَنِ الْبَحرِ الَّذِیْ لَاسَاحِلَ لَهٗ وَ عِزَّةِ رَبِّیْ اَنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ

[۱] دیوان حسان ص ۶۱ [۲] شرح عبدالرحمٰن البرقوقی [۳] دیوان حسان ۲ ص ۶۲

يُعْرِضُوْنَ عَلَيَّ وَاِنَّ مُوْقَةَ عَيْنِي فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِي بِحَارِ عِلْمِ اللّٰهِ

اے بطلِ حریت کے پاسبانو! اے فرزندو! آؤ اور اس سمندر ناپیدا کنار سے اپنا حصہ لے لو اور مجھے قسم ہے اپنے ربِّ اعلیٰ کی کہ بلاریب تمام سعید اور بد بخت مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھیں (آنکھ کی پتلی) لوحِ کا منظر دیکھ رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علوم کے سمندروں میں غوطہ زن (غواص) ہوں۔[1]

بزرگانِ دین کی وسعتِ نظر کی ایک جھلک:

علامہ جامی علیہ الرحمۃ نے نفحات الانس'' میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کے متعلق لکھا ہے

''وی فرمودہ اند کہ حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان می گفتہ اند کہ زمین درنظر ایں چوں سُفرہ ایست۔ وما می گوئیم ''چوں روئے ناخن است، ہیچ چیز ازنظرِ ایشاں غائب نیست''[2]

آپ فرماتے ہیں کہ عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''کہ اُنکی نظر میں زمین ایک دسترخواں کی طرح ہے''

اور خود خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''ہم کہتے ہیں کہ ساری دنیا اُن کی نظر میں ایک ناخن کی طرح ہے اور کوئی چیز ان کی نگاہ سے غائب (پوشیدہ) نہیں۔''

والعلم نور فی قلب المومن:

علم مومن کے دل میں ایک نور ہے۔

[1] زبدۃ الاسرار شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ

[2] نفحات الانس فارسی ص ۲۶۸ مطبوعہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

وَلْعِلْمُ نُوْرٌ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ مُقْتَبِسٌ مِنْ مَصَابِيْحِ مِشْكٰوةِ النُّبُوَّةِ مِنَ الْاَقْوَالِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْاَفْعَالِ يُهْتَدٰى بِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَاَحْكَامِهٖ، فَاِنْ حَصَلَ بِوَاسِطَةِ الْبَشَرِ فَهُوَ كَسْبِيٌّ وَاِلَّا فَهُوَ الْعِلْمُ اللَّدُنِّيُّ الْمُنْقَسِمُ اِلَى الْوَحْيِ وَالْاِلْهَامِ وَالْفِرَاسَةِ[1]

علم مومن کے دل میں ایک نور ہے جو اقوال اور افعال محمدیہ کی شکل میں مشکوٰۃ (طاق) نبوت کی قندیلوں (چراغوں) سے حاصل ہوتا ہے، اُس کے ذریعہ ہی مومن اللہ کی ذات وصفات، اُس کے افعال اور اُس کے احکام تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اگر وہ علم کسی انسان سے حاصل کرے تو کسبی کہلاتا ہے ورنہ وہ علم وہبی کہلائے گا۔ علم وحی، الہام اور فراست، علم لدُنی کی اقسام میں سے ہیں۔

ایمان کی ترقی، غلبۂ نورانیت کی وجہ سے حقائق الاشیاء، غیوب الغیوب کا انکشاف:

علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری رقمطراز ہیں:

بحث ایمان:

وَالسِّرُّ فِيْهِ اَنَّ الْحُجُبَ كُلَّمَا تَرْتَفِعُ، يَزْدَادُ هٰذَا النُّوْرُ وَيَزْدَادُ الْاِيْمَانُ قُوَّةً وَثَبَاتًا اِلٰى اَنْ يَبْلُغَ الْاَوْجَ ثُمَّ اَنَّهٗ يَتَّسِعُ ذٰلِكَ النُّوْرُ شَيْئًا فَشَيْئًا حَتّٰى يُحِيْطَ بِالْاَجْزَاءِ كُلِّهَا وَالْقُوٰى اَجْمَعِهَا، وَحِيْنَئِذٍ يَنْشَرِحُ الصَّدْرُ لِلْاِسْلَامِ وَيَطَّلِعُ عَلٰى حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَتَتَجَلّٰى عَلٰى

[1] مرقاۃ کتاب العلم ص ۳۲

مُدْرَكَتِهٖ غُيُوْبُ الْغُيُوْبِ، وَيَعْرِفُ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ مَحَلِّهٖ وَيَذُوْقُ مِن وِجْدَانِهٖ مَاكَانَ الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِم السَّلَامُ اَخْبَرُوْا بِهٖ اِجْمَالًا وَتَفْصِيْلًا [1]

اور اُس میں راز یہ ہے کہ جب یہ حجابات (غفلت کے پردے) اُٹھتے ہیں تو یہ نُور (قلب) بڑھتا جاتا ہے اور ایمان میں قوت وثبات کے طور پر اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ نور اپنے عُروج پر پہنچ جاتا ہے، پھر وہ نورِ ایمان تدریجا وُسعت اختیار کر جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ تمام جسمانی قوتوں اور اَعضا پر مُحیط ہو جاتا ہے اور اُس وقت اُسے اسلام کے لئے شرح صدر واقع ہو جاتی ہے اور وہ حقائق اشیاء پر مطلع ہو جاتا ہے اور اُس کی مُدرِکہ (قوتِ ادراک وشعور) پر تمام غیبوں کے غیب کی تجلّی پڑتی ہے اور وہ اپنے محل ومقام پر (مقامِ عبدیت میں رہ کر) ہر چیز کو جانتا پہنچاتا ہے، اور جن اُمور کے بارے میں انبیاء کرام علیہم السلام نے اجمالاً یا تفصیلاً خبر دی ہوتی ہے وہ اپنے وجدان کے مطابق اس کا ثمرہ وذوق (لذّت) حاصل کرتا ہے۔[2]

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء علوم غیبیہ:

علامہ شبیر احمد عثانی فتح الملہم میں ناقل ہیں:

فان قلت:

مَاالتوفيق بَيْنَ الْاٰيَةِ وَبَيْنَ مَااشْتَهَرَعَنِ الْعُرَفَاءِ مِنَ الْاَخْبَارِ الْغَيْبِيَّةِ؟

فالجواب: اِنَّ لِلْغَيْبِ مُبَادِى وَلَوَاحِقُ، فَمَبَادِيْهِ لَايَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ "مقربٌ وَلَانَبِىٌّ مُّرْسَلٌ، وَاَمَّا اللَّوَاحِقُ فَهُوَمَااَظْهَرَ اللّٰهُ عَلٰى بَعْضِ اَحْبَائِهٖ لَوْحَةَ عِلْمِهٖ، وَخَرَجَ ذٰلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ و صَارَ غَيْبًا اِضَافِيًّا، وَذٰلِكَ اِذَا تَنَوَّرَ الرُّوْحُ الْقُدْسِيَّةُ وَازْدَادَ نُوْرِيَّتُهَا وَاِشْرَاقُهَا

[1] فیض الباری شرح البخاری ص۱۶۰ ج اوّل [2] نشتر

بِالْاَعْرَاضِ عَنْ ظُلْمَةِ عَالِمِ الْحِسِّ وَبِتَخْلِيَةِ مِرْءَةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدَاءِ الطَّبِيْعَةِ، وَالْمُوَاظِبَةِ عَلَى الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَ فَيْضَانِ الْاَنْوَارِ الْاِلٰهِيَّةِ حَتّٰى يُقَوِّىَ النُّوْرُ وَيَنْبَسِطُ فِيْ فَضَاءِ قَلْبِهٖ فَتَنْعَكِسُ فِيْهِ النُّقُوْشُ الْمُرْتَسِمَةُ فِى اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَيَطَّلِعُ عَلَى الْمُغِيْبَاتِ [1]

حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی واثبات میں جو آیات وارد ہوئی ہیں مثلاً قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الاالله الاية اور فلايظهر على غيبه احدا الامن ارتضى من رسول کے بارے میں تطبیق کیسے ہوگی علماء عارفین کے امورِ غیبیہ کے متعلق جو مشہور اقوال ہیں اُن میں توفیق ومطابقت کیونکر ممکن ہے؟

اس کا جواب ملا علی قاری نے مرقاۃ میں یُوں دیا ہے:

آپ فرماتے ہیں کہ علم غیب کے چند مُبادی (غیبِ مطلق) اور لواحق (غیب اضافی وغیرہ) ہیں۔ جہاں تک مُبادِی (علم ذاتی، استقلالی) کا تعلق ہے ان پر کوئی مَلکِ مُقرب وَ نبی مُرسَل مطلع نہیں اور البتہ جو غیب کے لواحق ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اَحباء کو اپنے علم کی متعاع و پرتو پر مطلع فرمایا ہے (اس کا نام غیب اضافی یا عطائی ہے نہ کہ غیبِ مُطلق جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے)

اور یہ اس وقت ہے کہ روحِ قدسیہ جب خوب روشن ومنوّر ہو جائے اور عالم محسوسات کے اَعراض وظلمت کدہ سے دور ہو جائے اور دل کا شیشہ طبیعت ومزاج کی زنگ آلودگی سے خالی وصاف ہو جائے۔ علم وعمل پر مواظبت اور انوار الٰہیہ کے فیضان کے باعث اس کی نورانیت اور اِشراق بڑھ جائے، یہاں تک اس کا نور قوی ہو جائے اور اس کے دل کی فضا میں اِنبساط و مطمئن ہو جاتا ہے تو پھر

[1] کذافی المرقاۃ، فتح الملہم ج ا ص۴۲۴

لوحِ محفوظ کے نقوش اس کے قلبِ صافی پر مُنعکس (ضیاء فگن) ہو جاتے ہیں اور یہ (اُس وقت) مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالمِ سُفلی (زمین وغیرہ) میں تصرُّف کرتا ہے بلکہ اس وقت خود فیّاضِ اَقدس (اللہ تعالیٰ) اپنی معرفت کے ساتھ تجلّی فرماتا ہے یہ اللہ کا سب سے بڑا عطیہ ہے جب یہی حاصل ہو گیا تو اور باقی کیا رہ گیا۔

فوائد: لوحِ محفوظ کا علم اولیاء کاملین کے سامنے ہے جس طرح شیشہ کے سامنے صورت مُتمثّل و مُتشکّل ہوتی ہے، اسی نور کی بدولت لوحِ محفوظ کے نقوش اس کے قلبِ صافی کے شیشہ میں منعکس ہوتے ہیں انبیاء کرام اور اولیاء کرام پر غیب کے اسرار ہُویدا ہوتے ہیں اور وُہ اس عالمِ رنگ و بو میں تصرّف بھی کرنے لگتے ہیں۔

یہی مضمون صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ جب میرا بندہ نوافل کی پابندی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اور اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وُہ سنتا ہے، میں اُس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا اور چلتا ہے۔

اَسرارِ لطیفہ کا وُرُود و اِلقاء وادراکِ حقائق کا کشف:

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب

حال علوم وھبیّہ و وارداتِ قلبیہ

''جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضات ومجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ وکدورات طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب وروح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبتِ خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے، اُس وقت قلب پر بلاواسطہ

اسباب ظاہری تحصیل وسماع وغیرہ کے کچھ اسرارِ لطیفہ وعلومِ شریفہ کا ورود واِلقاء ہونے لگتا ہے۔''[1]

فراستِ مومن: اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

اَخْرَجَهُ الترمذی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وُہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔[2]

ف: ''حال فراست صفاء قلب کی بدولت جو کہ مواظبت ذکر اللہ وملازمت تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر وجدانی طور پر حقائقِ واقعات کے مُدرک ہونے لگتے ہیں، اس کو فراست کہتے ہیں، گویا کشف کا ایک شُعبہ ہے۔

حدیث صراحۃً اس کی مُثبت ہے اور حدیث میں نُور اللہ عبارت اسی صفا سے ہے جس کا سبب ذکر وتقویٰ ہے۔''

---

١ الکشف ص ٢٧٣، عَنْ مُهِمَّاتِ التَّصَوُّفِ
٢ ملاحظہ ہو الکشف ص ٢٨٢

باب پنجم

اَقوالِ عُلماءِ کرام اور اُن کے فتاویٰ

دَر

مسئلۂ علمِ غیب

سوال: قران میں ہے: وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ط

اور اُسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا بجز ذات الٰہیہ

کے اور خدا کا یہ فرمان: عالمِ الغیب

فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ.

اللہ ہی عَالِمُ الْغَيْبِ ہے وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

سوال: اِن دونوں آیتوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

جواب: یہ دونوں آیتیں اپنے مفہوم کے اعتبار سے درست ہیں۔ ان میں کوئی تعارض نہیں، پہلی آیت کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، اِستقلالی، اَزلی، دائمی، اَبدی ہے جو ہر طرح کے تغیر، حُدوث، نقص، مُشارکت اور اِنقسام سے پاک ہے، خدا کا علم مُحیط بجمیع المعلومات ہے تمام کُلیات وجُزیات وغیرہ پر مُتضمِن وشامل ہے، اور اس غیب مطلق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

جہاں تک انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کا تعلق ہے انہیں غیب کا علم یقیناً حاصل ہے، اللہ کے علم کے مقابل ان کا علم بہت محدود اور جزیات اور چند قضایا اور واقعات پر مشتمل ہے وہ بھی اللہ کے بتانے اور اعلام سے انہیں حاصل ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

وَحِ لَا يُطْلَقُ أَنَّهُمْ يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ إِذْ لَا صِفَةَ لَهُمْ يَقْتَدِرُونَ بِهَا عَلَى الْاِسْتِقْلَالِ بِعِلْمِهِ وَأَيْضًا هُمْ مَا عَلِمُوا وَإِنَّمَا عُلِّمُوا. وَأَيْضًا مَاعُلِّمُوْ غَيْبًا مُطْلَقًا. الخ[1]

---

[1] مجموعہ رسائل ابن عابدین شامی ص ۳۱۳ ج ۲

اور اس وقت ان پر ''عالم الغیب'' کا اِطلاق نہیں کیا جائے گا کہ وہ (ذاتی) غیب جانتے ہیں، چونکہ اُن کے پاس ایسی کوئی صفت نہیں کہ وہ غیب استقلالی کے حصول پر قادر ہوں اور وہ خود تو نہیں جانتے بلکہ انہیں سکھایا جاتا ہے۔

ثُمَّ اِعْلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ بِبَعْضِ الْغُيُوْبِ مِمَّنْ لَايَسْتَلْزِمُ مُحَالًا بِوَجْهٍ فَاِنْكَارُ وُقُوْعِهٖ عِنَادٌ ۱

بعض غیبوں پر اللہ تعالیٰ کا انبیاء واولیاء کرام کو بتلانا اور مطلع کرنا کسی وجہ سے بھی محال نہیں، ان سے وقوعِ غیب کا انکار کرنا عِناد وتعصب پر مبنی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ علم غیب

اعتراض: اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ اور رسول کو نکاح کا گواہ بنایا تو کیا ایسا شخص کافر ہو جائے گا؟

لِاَنَّهٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ الرَّسُوْلَ اَوِ الْمَلَكَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ ثُمَّ اسْتُشْكِلَ ذٰلِكَ بِمَا اَخْبَرَبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ .....

چونکہ اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ رسول یا فرشتہ غیب جانتا ہے۔ پھر یہ اشکال وارد ہوتا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے مغیبات کی خبر دی ہے۔

ثم اَجَابَ بِاَنَّهٗ يُمْكِنُ التَّوْفِيْقُ بِاَنَّ الْمَنْفِيَّ هُوَ الْعِلْمُ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا الْعِلْمُ بِالْاِعْلَامِ ۲

علامہ شامی نے خود ہی اس کا جواب یہ دیا ہے (اور اس قول میں تطبیق یوں دی ہے) کہ جس غیب کی نفی کی گئی ہے وُہ علم استقلالی (ذاتی غیب) ہے اور جس علم کی اللہ کے رسول نے خبر دی ہے وہ اِعلام (عطاءِ ربانی) اور وحی سے ہے

۱ مجموعہ رسائل ابن عابدین شامی ص۳۱۳ ج۲ ۲ رسائل ابن عابدین ص۳۱۱

اب کوئی معارضہ نہیں رہا۔ ۱

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ: لَايَعْلَمُ ذٰلِكَ اِسْتِقْلَالًا، وَعِلْمَ اِحَاطَةٍ بِكُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ اِلَّا اللّٰهُ وَاَمَّاالْمُعْجِزَاتُ وَالْكَرَامَاتُ فَحَصَلَتْ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ لَا اِسْتِقْلَالًا ۲

اس کا مطلب یہ ہے کہ علم غیب (آنے والے واقعات) کو مستقل طور پر ذاتی حیثیت سے، تمام معلومات کا اِحاطہ کرکے جاننا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور معجزہ وکرامت کے طور پر اللہ کی عطا واِعلام سے اَنبیاء عظام اور اَولیاء کرام بھی جانتے ہیں وہ از خود، استقلالاً (ذاتی طور پر) نہیں جانتے۔

اقول: بحمد اللہ! یہی عقیدہ ومسلک ہمارا ہے اور امام نووی اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی مسلک ہے کہ انبیاء واَولیاء معجزہ وکرامت کے طور پر علوم غیبیہ کو جانتے ہیں، اللہ کا علم استقلالی ہے اور مخلوق کا عطائی۔

فتاویٰ بزازیہ کی عبارت:

اور اس کا مطلب:

''تزوّج بِلَاشُهُوْدٍ وَقَال خدای و رسولِ خدا فرشتگاں را گواہ کردم يَكْفُرُ لِاَنَّهٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ الرَّسُوْلَ وَالْمَلَكَ يَعْلَمَانِ الْغَيْبَ''

یعنی کسی شخص نے گواہوں کے بغیر نکاح کیا اور وہ یوں کہتا ہے کہ میں نے خدا اور رسول اور فرشتوں کو گواہ بنایا تو وہ کافر ہوگیا، اس لئے کہ اُس نے اس بات کا اِعتقاد رکھا کہ رسول اور فرشتے غیب جانتے ہیں۔

۱ فلا معارضة له ۲ فتاویٰ امام نووی ص۲۴۱

نیز بزازیہ میں ہے:

"مَنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ يَكْفُرُ لِاَنَّه ظَنَّ اَنَّ الرَّسُوْلَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ."

یعنی جس نے نکاح کیا خدا اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر، وہ کافر ہو گیا، محض اس لئے کہ اُس نے رسول (ﷺ) کے "عالم الغیب" ہونے کا گمان کیا۔

یعنی خدا کی طرح کا علم غیب دوسرے کے لئے ثابت کرنا کفر ہے جس کو لفظ "عَالِمُ الْغَيْبِ" سے تعبیر کیا جاتا ہے تو یہ آیتِ ھذا کے مطابق بالکل مُتحقق اور مُبرھن ہے کہ ذاتی اور استقلالی علم غیب کا اعتقاد کیا جائے تو پھر کفر لازم آئے گا۔

علامہ آلوسی اور علم غیب اِستقلالی:

یاد رہے کہ علماءِ مُفسّرین بھی آیات الٰہیہ کی تشریح میں جہاں بھی علم غیب کی نفی کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی یہی توجیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علمِ ذاتی، بلاواسطہ کی نفی مراد ہے۔

ملاحظہ ہو روحانی المعانی:

ای بلاواسطۃ = یعنی بغیر کسی واسطے کے۔[1]

تفسیر جلالین کے حاشیہ فتوحات الٰہیہ میں علامہ سلیمان جمل المتوفی ۱۲۰۴ھ فرماتے ہیں۔

اَیْ قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ. فَيَكُوْنُ فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ الْغَيْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَايَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ[2]

میں غیبِ مُطلق کو نہیں جانتا، اس سے مراد یہ ہے کہ غیب بالاستقلال (ذاتی غیب) کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

---

۱ روح المعانی ص ج   ۲ الفتوحات الالٰہیہ ص ج

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

وَفِی الْخَانِیَةِ والخلاصةِ لَوتَزَوَّجَ لِیشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَایَنْعَقِدُ لِاَعْتِقَادِهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ۔[1]

خانیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو گواہ ٹھہرا کر نکاح کیا تو اس کا نکاح صحیح (منعقد) نہ ہوگا، اس کے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ نبی ﷺ غیب جانتے ہیں۔

فتاوئ قاضی خان میں ہے:

رَجُلٌ تَزَوَّجَ اِمْرَءَةً بِغَیْرِ شُهُوْدٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالْمَرْءَةُ خدائے راو پیغمبر را گواہ کردیم قَالُوْا یَکُوْنُ کُفراً لِاَنَّهٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ وَهُوَ مَاکَانَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ حِیْنَ کَانَ فِی الْاَحْیَاءِ فَکَیْفَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔[2]

ترجمہ: ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پس مرد اور عورت نے کہا:

خدا اور رسول (ﷺ) کو ہم نے گواہ کیا، (فقہاء) کہتے ہیں کہ یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ زندگی میں غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں۔[3]

---

۱ بحر الرائق جلد ثالث ص ۸۸   ۲ (الکلمۃ العلیاء ص ۱۱۶ صدر الافاضل)

۳ رد المختار علی در المختار حاشیہ ابن عابدین المتوفی ۱۲۵۲ھ

مطلب فی دعویٰ علم الغیب کے عنوان کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَاَمَّا مَاوَقَعَ لِبَعْضِ الْخَوَاصِ كَالْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ بِالْوَحْيِ اَوِالْاِلْهَامِ فَهُوَ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ فَلَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ ۔[1]

جہاں تک اُس غیب کا تعلق ہے جو بعض خواص، مثلاً انبیاء اور اولیاء نے بذریعہ وحی یا اِلہام بتایا ہے، وہ اللہ کے بتانے سے ہے، اس سے ہماری بحث نہیں۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ حنفیوں کے سردار حضرت علامہ شامی بھی علمِ استقلالی، ذاتی، غیر متناہی ہی مراد لیتے ہیں جو اللہ کی ذاتی صفت ہے اس کے پیشِ نظر فقہاء کے اقوال مثلاً وَفِی البزازیۃ یَکْفُرُ بِادِّعَاءِ عِلْمِ الْغَیْبِ وَبِاِتْیَانِ الْکَاهِنِ وَتَصْدِیْقِهٖ وِفی التَّتَارْ خَانِیَۃِ یَکْفُرُ بِقَوْلِهٖ اَنَا اَعْلَمُ الْمَرُوْقَاتِ اَوْاَنَا اُخْبِرُ عَنْ اَخْبَارِ الْجِنِّ اِیَّایَ آه

صاحب بزازیہ نے اس کی تکفیر کی ہے اور کہا ہے کہ جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی ـــ اور فتاویٰ تتارخانیہ میں بھی یہی چیز ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ مجھے گم شدہ اشیاء کا علمِ غیب ہے یا میں جنّات کے عمل واخبار سے جو مجھے بتاتے ہیں تمہیں بتاتا ہوں، وہ بھی کافر ہوگیا'' ـــ انتہی

اقول: ''اور اگر وہ واقعۃً یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ از خود، بنفسہٖ وہ غیب کو جانتا ہے تو اس کے کفر میں کیا شک ہے'' [2]

علامہ شامی فرماتے ہیں:

وَلَوْلَمْ یَعْتَقِدْ بِقَضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَوْ اِدَّعٰی عِلْمَ الْغَیْبِ بِنَفْسِهٖ یَکْفُرُ آه

۱ شامی ص ۳۲۵ ج ۳ ۲ نشتر

یعنی اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے لئے ''علم الغیب'' کا دعویدار ہے اور اللہ کی قضاء (وعطاء) کا معتقد ہی نہیں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔[1]

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر کی عبارت کا تجزیہ:

(۱) ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الْاَشْيَاءِ اِلَّا مَااَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحْيَانًا، وَذَكَرَالْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحاً بِالتَّكْفِيْرِ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَتِهٖ قَوْلَهٗ تَعَالٰى لَايَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ انتہٰی كذافى المسايرة۔[2]

یعنی انبیاءِ کرام کسی غیب کو نہیں جانتے، مگر اللہ تعالیٰ کے بتانے اور تعلیم سے۔

اور حنیفہ نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبی ﷺ ''عالم الغیب'' تھے وہ کافر ہے، کیوں کہ اس کا یہ عقیدہ نصِ قرآنی ''قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ والارض الغیبَ اِلَّا اللّٰه'' کے خلاف ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں ہیں اُن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی اس کا یہ عقیدہ ہی نہیں کہ بقضاء اللہ / من جانب اللہ / بعطاءِ اللہ سب کچھ خواص کو ملتا ہے یا وہ ذاتی علمِ غیب کا دعویدار ہے تو پھر وہ لازما کافر ہوگا۔

الحمدللہ! علامہ شامی اور دیگر تمام فقہاء کرام رحمھم اللہ علیھم کا اِستدلال اور فتویٰ اِسی اُصول ومنہاج کے مطابق ہے، یعنی ''بالذات اور بالاستقلال'' غیب کا علم کسی کو نہیں۔

۱ فتاویٰ شامی جلد ثالث ص ۳۲۵

۲ شرح کتاب الفقہ الاکبر ص ۲۲۵، مع شرحہ للامام الملاعلی القاری الحنفی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان

عرب وعجم، پاک وہند کے علماء وفقہاء کا یہی مسلک وعقیدہ ہے جس کی تصویب وتائید میں ہم نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے متعدد اقوال پیش کیے ہیں۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی شفا شریف کی شرح میں علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

وَقُوْلُہٗ لَوْکُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرُ مِنَ الْخَیْرِ فَاِنَّ الْمَنْفِیَّ عِلْمُہٖ مِنْ غَیْرِ وَاسِطَۃٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُہٗ عَلَیْہِ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ لَہٗ فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ [1]

یہاں علم غیب کی نفی سے مراد وہ غیب ہے جو بغیر واسطہ (ذریعہ) کے ہو، جہاں تک اللہ کے اِعلام کا تعلق ہے تو یہ مسئلہ آیت ھذا۔۔۔۔ کی بنیاد پر محقق اور مبنی برحق وصداقت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وبعضے از ایشاں گفتہ اند کہ حصر بملاحظہ قیدِ اِصالت است یعنی بالاصالت اِطّلاع برغیب خاصّہ پیغمبراں است واولیاء را اطلاع برغیب بطریقِ وراثت وتبعیت حاصل میشود۔ چنانچہ نورِ قمر مُستفاد از نورِ شمس است (الی ان) سوم آنکہ اِطلاع برلوحِ محفوظ بمطالعہ ودیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است [2]

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ رسول کے ساتھ علمِ غیب کی تخصیص وحصر ("فلا یظھر عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی من رَّسُوْل) (جن سورۃ)

یعنی مگر کسیکہ پسندمی کند وآں کس رسول می باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل

[1] نسیم الریاض ص ۱۵۰ ج ۳ [2] تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ ص ۱۷۶

حضرت جبرائیل وخواہ از جنسِ بشر مثل حضرت محمد وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور اِظہار بربعضے از غیوبِ خاصہ خودمی فرماید (ص ۱۷۳'') کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو بالذات اصالت کے اِعتبار سے اپنے غیبِ خاص پر اطلاع دیتا ہے۔

یعنی بالاصالت (Directly) غیب پر اِطلاع دینا یہ پیغمبروں کا خاصہ ہے اور اَولیاء کرام کو اِطلاع بالغیب بطور وراثت اور تبعیت کے حاصل ہوتی ہے، اس کی مثال یوں سمجھئے جس طرح چاند کی روشنی، سورج کی روشنی سے مستفاد ہے......

تیسری توجیہ یہ ہے کہ لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کا مطالعہ (مشاہدہ) اور جو وہاں پر نقوش "Printed Material" ہیں ان کا دیکھنا بعض اولیاء کے لئے تواتر سے منقول ہے۔

الغرض، شاہ صاحب کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسولوں کو اپنے مخصوص علمِ غیب پر اطلاع دیتا ہے اور ان کی اِتباع وپیروی میں اولیاء کرام کو بھی غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں، لیکن یہ اسطرح ہے جس طرح چاند کی روشنی اس کی اپنی نہیں بلکہ یہ سب فیضان آفتاب کا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کا "علمِ غیب" اَنبیاء ومرسلین کی اِتباع کامل کا ثمرہ وپرتو (Reflection) ہے۔

مسئلہ علم غیب اور پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز سرکار گولڑہ شریف کی تصریح

س: آپ سے اِستفسار کیا گیا کہ حضور ﷺ کو علمِ غیب عطا ہوا یا نہیں اور آپ کو عالمُ الغیب کہا جا سکتا ہے کہ نہیں۔

ج: آنحضرت ﷺ کو علمِ غیب بحسب نصوصِ قرآنیہ اور علم ما کان وما یکون

کا از روئے اَحادِیث نبویہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام من جانب اللہ عطاء ہوا ہے۔ علمِ غیب کلی اور بالذات علی سبیلِ الاستمرار خاصۂ خُدائی ہے عَزَّ اِسْمُہٗ ۔ اور علمِ غیب علی قدرِ الاِعلام وَالعطاء آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلمِ عطائی وَھبی کہا جاسکتا ہے۔ [1]

حقیقت محمدیہ کے جلوے

سراجاً منیراً ﷺ

اور پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ العزیز

ایک شخص نے عرض کی کہ جہاں درود شریف پڑھا جائے کیا وہاں روحِ محمدی تشریف فرما ہوتی ہے۔

حضور قدس سرّہ نے فرمایا:

''کہ روح مبارک کا تشریف لانا اس طرح سمجھنا چاہئے جیسے سورج اپنی جگہ پر قائم ہے، لیکن اُس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے۔ روحانی سفر میں قُرب وبُعدِ عنصری نہیں ہوتا، حقیقتِ محمدیہ جمیع حقائقِ اِمکانی پر مقدم واَعلٰی واَکمل وافضل ہے'' [2]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ''ارشاد الملوک''

ترجمہ: ''امداد السلوک'' میں ہے

''جان لے حق تعالیٰ نے جس طرح آسمانوں کو فرشتوں اور آفتاب وماہتاب کے نور سے منوّر فرمایا ہے، اِسی طرح قُلوب وارواح کو اپنی ذات اور

۱ المُلتجی الی اللہ الصمد عبدہٗ مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑا، فتاویٰ مہریہ ص ۶ (مرتبہ مولانا فیض احمد فیض)

۲ ملفوظات مہریہ ص ۱۲۵

صفات کے اَنوار سے جو ذکر کے سبب اُن میں حاصل ہوجاتے ہیں منوّر فرمایا ہے اور اسمِ ذات یعنی اللہ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا نور قلب کے نور کے ساتھ جمع ہوکر قلب کے اندر ایسی جگہ پکڑ لیتا ہے کہ الگ نہیں ہوسکتا اور یہاں تک ہوتا ہے کہ قلب کی ذاتی صفت بن جاتا ہے۔ [1]

مزید فرماتے ہیں:

''اور ظلمت کے پردے بھی شریعت کی متابعت سے باذن اللہ اُٹھ جاتے ہیں اور جب سارے پردے دور ہوجاتے ہیں تو اللہ والا اور مخلص بن جاتا ہے اور جسم کی اَرضِیّت اور روح کی سَماوِیّت دونوں سے خلاصی پاکر بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچ کر مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ پر قرار پکڑتا ہے۔'' [2]

پھر آپ حضرت فرماتے ہیں:

لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب اَنبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک مُغیبات کا اُن کو ہوتا ہے۔ [3]

علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز

مقالات کاظمی میں ارشاد فرماتے ہیں:

آج تک کسی مسلمان نے ''غیرُ اللہ'' کے لئے مُستقبل اور ذاتی عِلم وقُدرت اور غیر مُقیّد بِالاِذْن تصرُّف ثابت نہیں کیا۔ پھر آپ خواہ مخواہ مسلمانوں پر کُفر وشرک کا اِلزام کیوں لگاتے ہیں اور دوسری تقدیر پر ہم عرض کریں گے کہ غیر مُستقل عطائی بالاِذْن عِلم وقُدرت اور تصرُّف کا اِثبات غیرُ اللہ کے لئے اسی وقت شرک ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی اُسی قسم کا غیر مستقل، عطائی اور مُقیّد بِالاِذْن عِلم وقُدرت اور تصرُّف ثابت کیا جائے، کیونکہ صفاتِ الٰھیہ کا

۱ امداد السلوک ص ۸۷ ۲ امداد السلوک ص ۱۱۲ ۳ شمائم امدادیہ ص ۱۱۰

غَيْرُ اللّٰهِ کے لئے ثابت کرنا ہی شرک ہے۔ اگر غیر مُستقل علم وقُدرت اللہ تعالیٰ کی نہیں تو شرک کیسے ہوگا؟ اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے بھی عطائی اور غیر مُستقل صِفت مانی جائے تو ایسا عقیدہ خود کفر وشرک ہے۔

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا [1]

شاہ محمد اسماعیل دہلوی صاحب

کشفِ ارواح واطلاعِ لوحِ محفوظ:

سرزمین ہند کے مشہور امام الطائفہ شاہ اسماعیل (شہید) لکھتے ہیں کہ

''برائے کشفِ ارواح وملئکہ ومقامات آنہا وسیر اَمکِنَہ زمین وآسمان وجنت ونار واطلاع برلوحِ محفوظ شغل دورہ کند وباستعانت ہماں شغل بہر مقامیکہ اززمین وآسمان وبہشت ودوزخ خواہد متوجہ شد بسیرآں مقام احوال آنجا دریافت کند وباہل آں مقام ملاقات سازو۔ [2]

ترجمہ: کشفِ ارواح اور ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین وآسمان اور جنت ونار کی سیر اور لوحِ محفوظ پر مُطّلع ہونے کے لئے دورے کا شغل کرے پس زمین وآسمان اور بہشت ودوزخ کے جس مقام کی طرف متوجہ ہو اسی شغل کی مدد سے وہاں کی سیر کرے اور اُس جگہ کے حالات دریافت کرکے وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرے، اور بعض اوقات اُن سے بات چیت بھی میسر ہو جاتی ہے۔

اسی طرح سید قطب مصری ظلال القران میں رقمطراز ہیں:

وَهُوَ مَا يَأْذَنُ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْغَيْبِ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِ رُسُلَهُ. [3]

وہ عُلوُمِ غیبیہ جِن کی اجازت اللہ کی طرف سے ہو اس پر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو اطلاع دیتا ہے۔

---

[1] مقالات کاظمی ص۱۴۲/۱۴۶ حصہ سوم، کاظمی پبلیکیشن۔ملتان [2] صراط مستقیم فارسی

[3] ظلال القران ص۲۷۳۸ ج۶

مولانا سیّد مودودی صاحب:

ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اُس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کے لئے) پسند کر لیا ہو'' [1]

مسئلہ علم غیب اور مفتی خیر المدارس کی تحقیق وفتویٰ:

اہل بدعت کے عقائد دوبارۂ علم غیب جو ہمیں معلوم ہوئے ہیں کہ وہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم ما کان وما یکون تسلیم کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ علم جس کا اِثبات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کیا جاتا ہے محدُود ہے اور حادِث ہے اور وہ علم جو صفت باری تعالیٰ ہے وہ قدیم اور لامحدود ہے اور حادث غیر خدا کے لئے ثابت کرنا چاہے وہ کتنا ہی عظیم اور کثیر ہو شرک اور کفر نہیں ہو سکتا۔ علم غیب کُلّی غیر اللہ کے لئے ثابت کرنے کے لئے ماننا پڑے گا کہ ایک لامحدود اور غیر متناہی علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے۔ حضرات بریلویہ اس کے قائل نہیں، اس لئے علماء دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

البتہ اگر کوئی بریلوی بالکل نصوصِ صریحہ کے خلاف رسول اللہ کے لئے اس قسم کا علم غیر مُتناہی جو صفتِ خداوندی ہے، ثابت کرے تو وہ کافر ومُشرک ہوگا۔

بہتر یہ ہے کہ جماعت بریلویہ کے مقتدر علماء سے پہلے اُن کے عقائد کی تحقیق کر لی جائے پھر نہایت ہی غور وفکر کے بعد ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے، تکفیر میں جلد بازی مناسب نہیں۔ [2]

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! دیوبندی عالمِ دین نے حق وصداقت پر فتویٰ دیا ہے رقمہ نشتر)

---

[1] تفہیم القرآن ص ج

[2] فقط واللہ اعلم بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ، مفتی خیر المدارس ملتان ص ۲۰۸، خیر الفتاوی ج۱

فاضل بریلوی امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ الذَّاتِی مُخْتَصٌّ بِالمولٰی سُبْحَانَہٗ وتعالٰی لَایُمْکِنُ لِغَیْرِہٖ وَ مَنْ اَثْبَتَ شَیْئًا مِنْہُ وَلَوْ اَدْنٰی مِنْ اَدْنٰی مِنْ ذَرَّۃٍ لِاَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِیْنَ فَقَدْ کَفَرَ وَاَشْرَکَ [1]

علم ذاتی اللہ عزّ وجلّ سے خاص ہے، اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگر چہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیرِ خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں: لَانَقُوْلُ بِمُسَاوَاۃِ عِلْمِ اللّٰہِ تعالٰی وَلَا بِحُصُوْلِہٖ بِالْاِسْتِقْلَالِ وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَیْضًا اِلَّا الْبَعْضَ [2]

ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاءِ الٰہی سے بھی بعض ہی علم مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

نوٹ: ہم نے بار بار امام احمد رضا کے حوالہ سے متعدد مقامات پر حوالہ جات اس لئے پیش کئے ہیں تا کہ ناظرین کرام نظرِ انصاف سے آپ کی تحریر کردہ تصنیفات کے نہ صرف حوالوں اور اقتباسات سے محظوظ ہوں بلکہ حقیقتِ حال کو پڑھ کر غلط پروپیگنڈے کے گرد و غبار سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور روزِ محشر خدا کی عدالت عالیہ میں سرخُرو ہوں۔

مولانا کرامت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

علم غیب بالذات خداوند تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور اُس کے علم کی برابر کسی کو علم نہیں ہوسکتا۔ جیسا وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اپنی صفتِ علم میں بھی یکتا ہے۔ اگر کوئی اس طرح کے علم میں اُس کا کسی کو شریک بناوے وُہ بے شک مُشرک ہے۔

[1] من الدولۃ المکیۃ، خالص الاعتقاد ص ۲۴ [2] الدولۃ المکیۃ ص (خالص الاعتقاد ص ۲۵)

اور یہی مُراد فُقہاءِ حَنفیہ کی ہے جہاں نفی علمِ غیب غیر سے کرتے ہیں۔ اور جن احادیث سے غیر کا عالمِ بالغیب ہونا ثابت ہے وُہ بِاِطّلاعِ اللّٰہِ تعالٰی بِالْعَرْضِ (عطائی) مُراد ہے۔

اب مُطلق انکار اِثبات دلیلِ جہالت ہے۔ ہمارے حضور پُرنُور فخرِ الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے شک بعض غُیُوبات مِنْ غَیْبِ اللّٰہِ تعالیٰ کا علم ہے، اس کو خداوند تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں بعد خداوند تعالیٰ کے جس قدر آپ کو علم ہے وہ بے شک تمام مخلوق سے خواہ فرشتہ ہو یا نبی یا غوث یا جنّ یا شیطان کوئی بھی ہو، بڑھ کر ہے اور آپ کا کوئی مماثل نہیں اس صفت میں۔

(حَرَّرَہٗ کرامتُ اللّٰہ) [1]

عظیم سکالر، مفسّر و محقق عالم دین
مولانا غلام رسول سعیدی اور مسئلہ علم غیب"

علامہ سعیدی صاحب نے اپنی تصنیفِ لطیف "مقام ولایت و نبوت" میں مسئلہ ھذا کی علمی انداز میں تحقیق فرمائی ہے موصوف رقمطراز ہیں:

"علامہ نسفی "عقاید نسفی" میں لکھتے ہیں: اَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْخَلْقِ ثَلٰثَۃٌ (۱) الحواس السلیمۃ (۲) والخبرُ الصادقُ (۳) والعقل" [3]

ترجمہ: مخلوق کے لئے علم کے تین سبب ہیں:

حواس سلیمہ، خبر صادق اور عقل۔

((1) Five senses (2) True news, Revelation (3) Intellectual Power)

[1] فَتَبَتَ التَّوْفِیْقُ بَیْنَ الْقَوْلَیْنِ [2] تذکیر الاخوان ص ۲۲۰ بقیہ تقویۃ الایمان

[3] نجم الملۃ عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ، بہ حوالہ شرح عقائد ص ۱۰

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ خبر صادق سے جو چیز حاصل ہوگی وہ اس چیز کا علم ہوگی، اس لئے جن خبروں کے ذریعے (مثلاً وحی) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو علم غیب دیا آپ کو ان چیزوں کا علم غیب حاصل ہوگیا، اس لئے آپ کی طرف علمِ غیب کی نسبت صحیح ہوگئی، اور جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے علمِ غیب کی نفی کی اُس کو مُفسّرین کرام اور اکابر علماءِ اسلام نے ''اِستقلال بالذّات اور علٰی وَجہِ الاِحاطہ'' پر محمول کیا ہے، جس کا بطریق مفہوم مخالف (کہ یہ اس باب میں معتبر ہے) صریح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب بالعرض (یعنی عطائی) غیر مُستقل اور غیر مُحیط ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اِطلاق معقول اور مَنقول دونوں طریقوں سے ثابت ہے۔

؎ تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے، رازی نہ صاحبِ کشاف

البتہ حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اِطلاق ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے، کیونکہ عُرف اور شرع میں ''عالم الغیب'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے'' جیسا کہ لفظ ''اللہ عزّ وجل میں ''عزّ وجل'' اللہ کے لئے خاص ہے اور ''محمد عزّ وجل'' کہنا جائز نہیں الخ''۔[1]

---

[1] مقام ولایت ونبوت ص ۳۲

باب ششم

مخالفین حضرات کی عبارات و چند اقتباسات

شاہ محمد اسماعیل صاحب دہلوی

علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب اور شاہ اسماعیل صاحب

تقویۃ الایمان پر تبصرہ:

"تقویۃ الایمان سے زیادہ راضی نہیں ہوں، غالباً ضرورتِ وقت کے ماتحت لکھی تھی"

میں راضی اس لئے نہیں ہوں محض عبارات کی وجہ سے بہت سے جھگڑے ہوگئے ہیں۔[1]

ڈاکٹر قیام الدین احمد ایم اے پی ایچ ڈی، پروفیسر تاریخ، پٹنہ یونیورسٹی۔ انڈیا رقمطراز ہیں:

محمد بن عبدالوہاب کی (کتاب) التوحید اور شاہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان ان بنیادی اُمور پر زور دیتے ہیں متفق الخیال ہیں۔[2]

شاہ محمد اسماعیل دہلوی اور مسئلہ علم غیب

آپ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

"کسی انبیاء اَولیاء امام وشہیدوں کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔"[3]

"سو جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبرِ خدا وہ پانچ باتیں جانتے ہیں یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے، بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں"[4]

---

1 ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۴، مرتبہ سید احمد رضا بجنوری 2 "ہندوستان میں وہابی تحریک ص ۵۷"
3 (تقویۃ الایمان ص ۲۱) (مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوپی) 4 تقویۃ الایمان ص ۲۲

"اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے"

(جواب از علماء دیوبند)   تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان ص ۲۱۸

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی

کی چند عبارات متنازعہ فیہا پیشِ خدمت ہیں

۱۔ "اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے"[1]

(۲) غیب کا دریافت کرنا:

"سو اِس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے، کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں"[2]

(۳) اشراک فی العلم

"یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا، سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرِک ہو جاتا ہے"

اقول: کوئی شک نہیں کہ اللہ کا سا علمِ مطلق ذاتی و اِستقلالی غیر اللہ کے لئے ماننا سب کے نزدیک کفر و شرک ہے چاہے یہ علمِ ذاتی ایک ذرّہ کے برابر ہو یا بہت زیادہ، مقدار وافر میں ہو، ہر طرح شرک ہے۔[3]

---

1 تقویۃ الایمان ص ۱۲ 2 تقویۃ الایمان ص ۱۷
3 راقم الحروف نشتر

(۴) ''خواہ یہ عقیدہ انبیاء واولیاء سے رکھے خواہ پیر وشہید سے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۵) (الی ان قال) پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''۔[1]

اقول: یہاں پر جناب شاہ صاحب سے بڑا تسامح واقع ہوا ہے جو جمہور علماءِ مُفسّرین اور متاخرین ومُتقدِّمین علماءِ اسلام کی تحقیق کے خلاف، بلکہ صراحۃً قرآن وحدیث کی تصریحات کے بھی خلاف ہے مثلاً آپ کا یہ کہنا کہ

''یہ بات ان کو اپنی ذات سے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔''[2]

''خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا''[3]

''اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی اجازت، وحی والہام کے ذریعے جو بھی علمِ عطائی اَنبیاء واَولیاء کو ملا ہے وہ نصوصِ قطعیہ قرآنیہ کے مطابق ہے۔

اور اسی طرح رب تعالیٰ کی تعلیم وعطا اور اس کی بے انتہا مہربانی وعنائت سے جو کچھ بھی ان بزرگوں کو ملا ہے یہ سب اس کی جُود وعطا و بخشش کے طفیل ہے، تصرّف کی قوت بھی من جانب اللہ ہی ہے اگر ایسا عقیدہ رکھا جائے تو یہ عین اسلام اور توراثِ امت کے مطابق ہرگز شرک نہیں۔

(نشتر)

۱ تقویۃ الایمان صفحہ ۸،۹ ۲ تقویۃ الایمان ص ۸ ۳ تقویۃ الایمان ص ۹

(۶) اَنبیاء کا مرتبہ ومقام

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء واولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں۔[1]

(۷) عاجز وبے اختیار

''ان باتوں میں سب بڑے بندے (انبیاء ومرسلین واولیاء کرام) اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار''

''اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی اُن کے اختیار میں دی ہو''

(الی ان قال) ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور ناداں[2]

معاذ اللہ واستغفر اللہ (نشتر)

(۸) غیب کی باتیں

کسی انبیاء واولیاء یا امام وشہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔[3]

(۹) کسی کو اپنے انجام کا پتہ نہیں

''یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دُنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔''

۱ تقویۃ الایمان ص ۲۰ ۲ تقویۃ الایمان ص ۲۰ ۳ تقویۃ الایمان ص ۲۱ ۴ تقویۃ الایمان ص ۲۲

اَقُولُ ''اللہ اللہ خیر سلا'' یہ ہے وہ عقیدہ جو پورے عالمِ اسلام کے عقیدہ پر ایٹم بم بن کر گرا ہے۔

اور یہی خطرناک عبارت ہے جو اُمّتِ مُسلمہ کے حِصار میں شگاف ڈالتی ہے۔ (نشتر)

(۱۰) لاچار محمد ﷺ بے اختیار

''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وُہ کسی چیز کا مختار نہیں۔'' ۱

اَقُولُ: کس قدر بے ادبانہ اور گستاخانہ اندازِ تحریر ہے کوئی غیر مسلم بھی اس عامیانہ، سُوقیانہ اسلوب میں پیغمبرِ خدا ﷺ کا نام لینا گوارا نہیں کر سکتا ہے۔

چہ بے خبر ز مقامِ محمد است

(بندہ راقم الحروف) نشتر

(۱۱) گاؤں کا چوہدری

''جیسا کہ ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمیندار سو اِن معنوں کر ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے'' ۲

(۱۲) کروڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حُکمِ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کی برابر پیدا کر ڈالے۔ ۳

اَقُولُ: دیدہ می گرید، زبان می نالد و دل می تپد

۱ تقویۃ الایمان ص ۳۴ ۲ تقویۃ الایمان ص ۵۳ ۳ تقویۃ الایمان ص ۲۵

مسئلہ اِمتِناعِ النّظیر خاتم النبیین
اور مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بقول حالی رحمۃ اللہ علیہ:

''مولانا فضلِ حق مرحوم مرزا (غالب) کے بڑے گاڑھے دوست تھے اور ان کو فارسی زبان کا نہائت مُعتقد رشاعر مانتے تھے، چونکہ مولانا کو وہابیوں سے سخت مخالفت تھی، انہوں نے مرزا پر نہائت اصرار کے ساتھ یہ فرمائش کی کہ فارسی میں وہابیوں کے خلاف ایک مثنوی لکھ دو، اُن کے بڑے بڑے اور مشہور عقیدوں کی تردید اور خاص کر اِمتناعِ نظیر خاتم النبین کے مسئلے کو زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان کرو، اس مسئلے میں مولانا اسماعیل شہید کی رائے یہ تھی کہ خاتم النبیین کا مثل مُمْکِنٌ بِالذَّات اور مُمْتَنِعٌ بِالْغَیْر ہے ممتنع بالذات نہیں۔ یعنی آنحضرت کا مثل اس لئے پیدا نہیں ہو سکتا کہ اُس کا پیدا ہونا آپ کی خاتمیت کے منافی ہے، نہ اس لئے کہ خدا اُس کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔

برخلاف اس کے مولانا فضلِ حق کی یہ رائے تھی کہ خاتم النبیین کا مثل بھی پیدا نہیں کر سکتا'' ۱

الغرض مرزا غالب نے بالآخر یہ اَشعار لکھ کر پیش کیے جو کسی قدر مولانا کے عقیدہ کے مطابق تھے اور جو کچھ پہلے لکھا تھا اس کی تفصیل ''یادگارِ غالب'' کے صفحہ ۸۰/۷۹ پر ملاحظہ کیجئے۔

۱ ''یادگارِ غالب''

فرماتے ہیں:

منشاءِ ایجادِ ہر عالم یکیست
گر دو صد عالم بود خاتم یکیست
مُنفرِدْ اندر کمالِ ذاتی است لاجرم مثلش محال ذاتی است
زیں عقیدت برنگردم والسلام نامہ را دریں نوردم والسلام ۱؎

(۱۳) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا

''یوں نہ بولے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جاوے گا، سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''

(۱۴) بڑا بھائی:

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ ۳؎

اَقُوْل: یعنی بزرگ سے مراد انبیاء ورُسُلِ عِظام ہیں وہ ہمارے بڑے بھائی کے برابر ہیں اور ہم لوگ عامۃ الناس ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔

معاذ اللہ نبی ورسول کا آخر یہی مرتبہ رہ گیا کہ وہ ہمارے بس بڑے بھائی یا دیہات کے ایک چوہدری کے برابر اور اللہ کی نگاہوں میں چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

(لاحول ولاقوۃ)

۱؎ از ''غالب نامہ'' از مولانا الطاف حسین حالی ۲؎ تقویۃ الایمان ص ۴۸ ۳؎ تقویۃ الایمان ص ۵۰

اَقول: نبی اللہ کی زندگی ''حیاۃ النبی'' ہے

مگر اس بازار کا بھاؤ مختلف ہے سینوں کے ہادی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو یہ فرمائیں کہ ''اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ'' ۱؎

اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ جسدِ انبیاء کو کھائے، فنبیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ: سو نبی اللہ تو زندہ/حیات النبی ہیں ﷺ صرف وعدۂ الٰہی کی تکمیل ''کُلُّ نفسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ'' کے مطابق آپ پر اَجل آئی، موت کا ذائقہ چکھا اور پھر آپ برزخی زندگی میں زندہ ہیں دینوی زندگی کی طرح۔

جب کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق لکھتے ہیں۔

''پس پیغمبر خدا زندہ است بحقیقتِ حیاتِ دنیاوی تا آنکہ روزی دادہ می شود روزیِ حی'' ۲؎

تقویۃ الایمان ص ۵۰ کا یہ بدعتی جملہ بندہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ کس حدیث میں یہ مضمون آیا ہے؟

شاہ محمد اسماعیل صاحب کا عقیدہ

''یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں'' ۳؎

یعنی یہ رسول اللہ نے فرمایا ہے ایسی کوئی حدیث ذخیرہ احادیث میں موجود نہیں یہ نرا افترا ہے (ذاتِ رسول ﷺ پر)

۱؎ مشکوۃ ۲؎ اشعۃ اللمعات ۵۷۲ ج ۱ ۳؎ تقویۃ الایمان ص ۵۰

(۱۵) انبیاء عاجز اور ہمارے بھائی

''اولیاء وانبیاء امام اور امام زادہ، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اُن کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے''۔[1]

(۱۶) اصل مشرک اور بڑا جاہل ہے جو نبی وولی کو شفیع سمجھے

''اکثر لوگ انبیاء واولیاء کی شفاعت پر بہت پھول رہے ہیں (الی ان قال) اور جو کوئی کسی نبی وولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع (شفاعت کرنے والا) سمجھے سو وہ اصل مُشرک ہے اور برا جاہل۔۔۔

اُس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن وفرشتے اور محمد کی برابر پیدا کر ڈالے۔''[2]

مصنفہ مولانا محمد اسماعیل شہید۔ مطبوعہ کتاب خانہ رحمیہ دیو بند یو۔ پی

شاہ اسماعیل صاحب کا نیا عقیدہ۔

(۱۷) ناطقہ سر بگریبان ہے اِسے کیا کہیے!!

''تنزیہِ اوتعالیٰ از زمان ومکان وجہت واثبات، رؤیت بلاجہت ومحاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است، اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد آہ ملخصاً''[3]

اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا، اور اُس کا دیدار بلا کیف ماننا بدعت وضلالت ہے۔

۱ تقویۃ الایمان ص ۵۰ ۲ ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان ص ۲۵
۳ ایضاح الحق ص ۲/۳۵، ۳۶ مطبع فاروقی دہلی

جناب شاہ صاحب نے یہ لکھ کر

بقول امام احمد رضا قدس سرہ العزیز:

''اس میں اُس نے تمام ائمہ کرام وپیشوایانِ مذہب اسلام کو معاذ اللہ بدعتی وگمراہ بتایا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۵۵ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ میں فرماتے ہیں:

عقیدہ ۱۳ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست واورا جہتے از فوق وتحت متصور نیست وہمیں است مذہب اہل سنت وجماعت انتہی

چند فقہاء کی عبارات پیش خدمت ہیں:

بحر الرائق میں ہے:

وَبِاِثْبَاتِ الْمَكَانِ لِلّٰهِ .... وَبِوَصْفِهٖ تعالٰى بِالْفَوْقِ اَوْ بِالتَّحْتِ[1]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يَكْفُرُ بِاِثْبَاتِ المكانِ لِلّٰه تعالٰى[2]

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

اور بحر الرائق میں بھی فَوق (اوپر) تحت (نیچے) یا اثبات مکان وغیرہ صفات اللہ کے لئے ثابت کرنا ممنوع اور عقیدۂ اہل سنت وجماعت کے خلاف تنصیص فرماتی ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان، جہت، فوق اور تحت متصور نہیں اور یہی اہل سنت کا عقیدہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے مرا برآسمان خدای است وبرزمین فلاں یکفر۔ (یکفی بقدر الحاجۃ)

۱ بحر الرائق ص ۱۲۰ ج ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۲ عالمگیری ص ۲۵۹ ج ۲

کتاب تقویۃ الایمان اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ارباب نظر کو دعوتِ فکر ہے

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سُنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدائت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے، آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے، پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اولیاءہ الا المتقون.

اور کتاب ''تقویۃ الایمان'' نہائت عمدہ کتاب ہے اور ردِ شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے الخ''[1]

''فقط واللہ تعالیٰ اعلم''

تقویۃ الایمان کے مسائل

ایک اور سوال کے جواب میں گنگوہی صاحب مدح سرا ہیں:

الف: کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور مُوجِب قُوت واصلاحِ ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔[2]

ب: ''بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اگرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے''[3]

1 ''فتاویٰ رشیدیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی ص ۳۵۰ وص ۳۵۱'' 2 فتاوی رشیدص ۳۵۶

3 فتاوی رشیدص ۳۵۷

قارئین کرام! ہم نے دِل پر پتھر رکھ کر بادِل نخواستہ، معاندین کی چند عبارات (جو متنازعہ فیھا) ہیں، آپ کی معلومات میں اضافہ کرنے کی خاطر پیش کی ہیں تمام عبارتیں جو کہ شانِ رسالت کی تنقیص وتوہین کا باعث ہیں ان کو ارادۃً نظر انداز کیا ہے بوجہ خوفِ طوالت بھی مناسب نہیں سمجھا کہ خواہ مخواہ کتاب کا حجم بڑھ جائے گا اور ہمارا مقصود بھی یہ نہیں تھا اس لئے کہ ہمارے اکابرین علماء کرام نے ان اِختلافی مسائل پر بہت کچھ لکھا ہے اور ہم اتفاق کے داعی ہیں نہ کہ اِفتراق بین المسلمین کے حامی، اور نہ ہی کسی بزرگ کی ذات پر رکیک حملے کرنا ہمارے مقاصد میں شامل ہے۔ کہیں قلم سے ایسے الفاظ یا چند جملے لکھے بھی گئے ہیں تو ان سے مقصود بالذات صرف اور صرف اِصلاح کا جذبہ کارفرما ہے، اپنے دائرہ کار میں رہ کر حسبِ توفیق ''وَمَا اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ'' ہمارا نصب العین ہے۔ ایک اندھے کی جان بخشی کے لئے نماز بھی توڑی جا سکتی ہے، جہاں کہیں غیر ارادی طور پر کسی کو ہماری طرزِ تحریر یا اُسلوبِ بیان سے ذہنی تکلیف پہنچی ہو تو ادب سے معذرت خواہ ہیں اور اِختتام پر یہ کہنے میں اپنی سعادت بھی سمجھتے ہیں کہ ''اَلْحُبُّ لِلّٰہِ والبغض وَلِلّٰہ'' ہی ہمارا مطمح نظر ہے اللہ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وُہ میری کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے اور اس کتاب کو میری نجات اُخروی کا ذریعہ بنائے اور قارئین کرام کو اپنے عقائد ونظریات کے تحفظ اور عقیدہ اہل سنت وجماعت پر استقامت عطا فرمائے۔

وماتوفیقی الا باللہ۔ رقمہ بقلمہ ابوالمحمود نشتر۔ کارڈف ساؤتھ ویلز۔ یوکے

جمعرات بوقت شب ۱۰ بجے آج مورخہ ۸ مارچ ۲۰۰۷ء

مطابق ۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

اب آپ اپنے دِل پر اپنا ہاتھ رکھ کر چند اقتباسات اور بھی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تنازعہ اور مناقشہ کا بازار کیوں گرم ہوا۔ اس کا پس منظر اُن کی زبانی۔ ان کا کلام۔۔۔ ملاحظہ فرمایئے۔

یہ تضاد بیانی رحیرت وگرداب، اِسے کیا کہیں؟

جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور اُن کے تلمیذِ ارشد مولوی جناب خلیل احمد انبیٹھوی صاحب رقم فرماہیں:

''شیطان اور ملک الموت کو یہ وُسعتِ (علم) نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے جس سے تمام نصُوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے''[1]

پھر یہی بزرگ اپنے ہی قلم سے ''اَلْمُھَنَّدْ'' میں لکھتے ہیں:

''نبی کریم علیہ السلام کا علم حِکَم وَ اَسرار وغیرہ کے متعلق تمامی مخلوقات سے زیادہ اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلٰی ہے وُہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرات اُس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ جو یوں کہے شیطان مَلعُون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ پھر بھلا ہماری کس تَصنِیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے۔[2]

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

بعض علوم غیبیہ میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات کے لئے بھی حاصل ہے۔[3]

---

[1] براہین قاطعہ ص ۵۱ (از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) [2] المہند ص ۳۱ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی

[3] حفظ الایمان ص ۸، از اشرف علی تھانوی

مولانا خلیل احمد (انبیٹھوی) صاحب

المہند میں علماء عرب کے سامنے اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں:

''جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید وبکر و بہائمِ ومجانین (جانوروں اور پاگلوں) کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وُہ قطعاً کافر ہے''[1]

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:

''انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات اُمتی بظاہر مُساوی ہوجاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں:[2]

مولوی محمد اسماعیل صاحب (شہید)

آپ فرماتے ہیں:

''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے سو اُس کے بڑے بھائی۔۔۔ کی سی تعظیم کیجئے''۔[3]

آپ مزید فرماتے ہیں:

''انبیاء واَولیاء اِمام زادہ پیر شہید جتنے اللہ کے مُقرّب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی''[4]

جناب مولوی خلیل احمد صاحب کا فتویٰ

''کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خُرافات زبان سے نہیں نکال سکتا۔ اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وُہ دائرۂِ ایمان سے خارج ہے۔''[5]

---

[1] المہند ص ۲۶ (از خلیل احمد انبیٹھوی) [2] تحذیر الناس ص ۱۵ از نانوتوی صاحب [3] تقویۃ الایمان ص ۲۸

[4] تقویۃ الایمان ص ۲۸، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ۔ دیو بند [5] المہند ص ۲۸، مُصدّقہ علماءِ دیو بند

صاحب بُلغۃ الحیران خلیفہ مجاز رشید احمد گنگوہی صاحب استادِ گرامی مولوی غلام اللہ خان صاحب کا نیا عقیدہ، نئی بدعت و اِختراع

''اور اِنسان خود مُختار ہے یا اچھے کریں یا نہ کریں۔ اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے، بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔''[1]

اقول: حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ علیم بذات الصُّدور ہے، وہ تو دِل کے کھٹکوں اور چھپے ہوئے رازوں سے بھی واقف ہے، وہ اپنے قدیم اور ازلی علم سے جانتا ہے کہ فلاں آدمی کیا کام کرے گا۔ یہ عقیدہ تو مُعتزلہ کا ہے کہ خدا کو بندوں کے اچھے یا برے عمل کا اُس وقت علم ہوتا ہے جب وہ کام کر بیٹھیں تو۔

(لاحول ولا قوۃ) (نشتر)

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں

کیا اللہ کا علم بالفعل ہے یا بالقُوّۃ؟

''اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اِختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے''[2]

کیا انبیاء کرام کا مرتبہ ایک چوڑے اور چمار سے بھی ذلیل اور کمتر ہے؟ (معاذ اللہ)

لیجئے یہ اِعزاز بھی ملاحظہ کیجئے:

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلوی رقمطراز ہیں:

''اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''[3]

[1] تفسیر بلغۃ الحیران ص ۱۵۶ [2] تقویۃ الایمان ص ۱۷ [3] تقویۃ الایمان ص ۱۲

(اقول) یاد رہے کہ مخلوق میں ''بڑا'' سے انبیاء مرسلین، اور ان کے بعد اولیاء کرام مراد ہیں۔

یہ ہے وَجاہت اَنبیاء اور منصب رسالت کا توہین آمیز لہجہ، جس کا مسلمان اُمّت سے کوئی تعلّق نہیں جوڑا جا سکتا۔

یہ تصوّر تو ''وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھاً'' کے قطعاً خلاف ہے۔ معاذ اللہ! نبی کو چمار سے بھی ذلیل قرار دینا کیا ایک کلمہ گو مسلمان سے متوقع ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

نبی کا نماز میں خیال بیل گدھے اور بیوی کے ساتھ مباشرت وسوسہ زناء کے تصوّر سے بدتر ہے

''مولانا محمد اسماعیل صاحب ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں

ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ

از وسوسۂ زنا، خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است وصرفِ ہمت شیخ و اَمثالِ آں از معظمین، گو جناب رسول مآب باشند، بچندیں مرتبہ از اِستغراق در صورتِ گاؤ وخر خود ست کہ خیالِ آں با تعظیم و اِجلال بسویدائے دِلِ انسان می چسپد، بخلاف گاؤ وخر کہ نہ آں قدر چسپیدگی میبوذ نہ تعظیم بلکہ مُہان ومحقر میبوذ وایں تعظیم و اِجلال خیال غیر کہ در نماز ملحوظ ومیشود بشرک می کشد:[1]

قابل غور الفاظ

جناب رسالت ﷺ کو جب آپ السلام علیک اَیُّھا النبیُّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہو تو یقیناً آپ کا خیال وتصور آئے گا کہ آپ بارگاہِ رسالت میں وُہی

[1] (صراط مستقیم فارسی ص)

سلام ورحمت پیش کر رہے ہیں جو شبِ معراج میں آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے حضور سے سلام ورحمۃ وبرکاتہ، پیش ہوا تھا۔

جناب دہلوی صاحب کی توحید کا منظر یہ ہے:

کہ حضور علیہ السلام کا خیال۔ بیل و گدھے، بیوی کے ساتھ مجامعت اور زِناء کے تصوّر و خیال سے بھی بدتر ہے۔ لاحول ولاقوۃ

مسلمانو!

شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات ص ۴۵۱ ج ۱ میں تو یہ فرمائیں: ''کہ رسول کریم ﷺ کا تصوّر و خیال اور آپکی شخصیت مبارکہ کو حاضر جان کر سلام پیش کرو۔''

ملاحظہ ہو حوالہ:

(۱) احیاء العلوم: ج اوّل ص ۱۹۹

واحضر فی قلبك النبی ﷺ وشخصه الكريم وقل السلام عليك ايها النبی ورحمة اله وبركاته الخ [۱]

ترجمہ: اے نمازی تشہد پڑھتے ہوئے نبی پاک ﷺ کو حاضر جان اپنے دل میں اور آپ کی شخصیتِ کریمہ کا تصوّر کر کے سلام کہو اسلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

(۲) فتاویٰ شامی

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف شبِ معراج کے واقعہ کی نیت نہ کرے، بلکہ اِنشاء کے طور پر سلام عرض کرے۔

شامی میں ہے: اَیْ لَایَقْصُدُالْاَخْبَارَ وَالْحِکَایَۃَ عَمَّا وَقَعَ فی الْمِعْرَاجِ مِنْہُ [۲]

---

[۱] امام غزالی علیہ الرحمۃ احیاء العلوم ص ۱۹۹ ج ۱

[۲] وثمامۃ فی الدرالمختار فی شرح تنویر الابصار ص ۳۷۷ ج اول، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ پاکستان

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی عبارت کی تشریح وتوضیح کے لئے علماء کا تقرر

جب تھانوی صاحب کی متنازعہ عبارت میں لفظ ''ایسا'' پر علماء اہلِ سنت اور امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے گرفت فرمائی کہ اِس لفظ کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے علم شریف پر دھبہ آتا ہے اور اس میں صراحۃً علم رسول ﷺ کو جانوروں اور پاگلوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ تھانوی صاحب سے مسلسل خط وکتابت ہوئی، رجسٹریاں کی گئیں لیکن بے حسی چھائی رہی، اور جواب ملا بھی تو یہی کہ ''یہ عبارت بے غبار ہے''۔

بالاخر جناب تھانوی صاحب کی خدمت میں اُن کے حمایتی اور خیر خواہ عُلماء نے بھی اِلتجاء کی کہ اس عبارت میں مناسب ترمیم کر دی جائے تا کہ اہانتِ رسول کا شائبہ تک نہ رہے۔

احباب ومریدین کی درخواست

وہ درخواست مُخلصین اَحباب حیدر آباد دکن کی طرف سے تھی جو درج ذیل ہے:

(۱) ایسے الفاظ جن میں مُماثلت عِلمیّت غَیبیّہ مُحمّدیہ کو علومِ مُجانین وَبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادیٔ النظر میں سخت سوئے اَدبی کو مُشعِر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے۔ (اِلیٰ آخرِہ)

(۲) جس میں مُخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔

(۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مُصدّرہ صورت اور ہَیئتِ عبارت کا بحالہٖ و یا بِاَلفاظِہٖ باقی رکھنا ضروری ہو۔

(۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو۔[1]

اور آپ سے احبابِ حیدر آباد کی طرف سے درج ذیل سوال بھی تھے۔ کہ

(۱) حضور اقدس ﷺ کے علومِ غیبیہ جز یہ محمد یہ زید و عمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں؟

(۲) جو شخص اس مماثل کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) علوم غیبیہ جزئیہ محمد یہ کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں؟[2]

علماء کا بورڈ

جن علماء کو تھانوی صاحب کی عبارت / لفظ ''ایسا'' کی تشریح و توضیح کی سعادت میسّر آئی ان کے اسماءِ گرامی یہ تھے۔

(۱) جناب مولوی حسین احمد مدنی صاحب — صدر دار العلوم دیوبند

(۲) جناب مولوی مرتضٰی حسن صاحب — در بھنگی

(۳) جناب مولوی عبد الشکور صاحب — لکھنوی

(۴) جناب مولوی محمد منظور احمد صاحب — سنبھلی

ان علماء نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس عبارت پر جو حاشیہ آرائی کی اس کا مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے:

(۱) جناب مدنی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت ''مولانا'' عبارت میں لفظ ''ایسا'' فرما رہے ہیں، لفظ ''اِتنا'' تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اِتنا ہوتا تو اُس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ

۱ نقل از تغییر العنوان ص ۱ ۲ اِنتھی المکتوب: ''تغییر العنوان'' ص ۲

حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا''[1]

(۲) جناب مولوی مرتضٰی حسن صاحب در بھنگی

اس متنازعہ فیہ عبارت میں لفظ ''ایسا'' کی تشریح ان الفاظ سے فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ ''ایسا'' کا لفظ فقط ''مانند اور مثل'' ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی ''اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔''[2]

اس کا مفہوم اور مطلب یہ نکلا کہ:

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں آتا ہے ''مانند اور مثل'' کے معنی میں نہیں ہے۔

حالانکہ جناب مدنی صاحب نے ''الشہاب الثاقب'' میں یہ توجیہ فرمائی ہے:

الف: اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ ''ایسا'' تو کلمہ ''تشبیہ'' کا ہے[3]

ب: ''غرض سیاقِ عبارت اور سیاق کلام ہر دونوں کو بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعضیت میں ''تشبیہ'' دی جارہی ہے، مقدار بعضیت میں نہیں ہے کہ اعتراض لازم آوے''[4]

اقول: یعنی اس کا مطلب یہ نکلا کہ تھانوی صاحب نے جو لفظ ''ایسا'' لکھا ہے وہ ''اتنا اور اس قدر'' کے معنی میں ہے، جو یہاں مراد ہے یہ توجیہ تو در بھنگی صاحب کی ہے۔ اور مدنی صاحب کے نزدیک لفظ ایسا تشبیہ (مانند اور مثل) کے معنی میں ہے۔

(نشتر)

۱ ملاحظہ ہو الشہاب الثاقب ص ۱۰۲ (مدنی صاحب) ۲ توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۸

۳ ص ۱۰۳ الشہاب الثاقب ص ۱۰۳ (مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔ یوپی) ۴ الشہاب الثاقب ص ۱۰۴

مولوی منظور صاحب سنبھلی کی توجیہ اور مناظرہ بریلی کا پسِ منظر

یاد رہے کہ آج سے تقریباً ۷۲ سال پہلے سرزمین ہند میں بمقام بریلی شریف یو۔پی میں چار روزہ عظیم الشان مناظرہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز (بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام، جھنگ بازار فیصل آباد (لائل پور)) اور مولوی منظور احمد سنبھلی دیوبندی کے درمیان ہوا تھا، فریق ثانی نے اپنی شکست کو ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' کے لباس میں پیش کیا اور بہت سے حقائق کو یارلوگوں نے مسخ ☆ کرکے پیش کیا ہے۔[1]

حالانکہ اُسی زمانہ میں اس مناظرہ کی صحیح روئیداد باسم ''نصرتِ خداداد، مناظرۂ بریلی'' مرتبہ جناب مولانا محمد حامد فقیہ شافعی اشرفی اردو اور ہندی زبان میں شائع ہوچکی تھی بہرحال ہمارا مدعیٰ صرف اس قدر ہے جناب مولوی منظور احمد صاحب نعمانی (مدیر ماہنامہ الفرقان) اور علامہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کے درمیان اِختلافی عبارات پر مناظرہ طے ہوا اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صاحب کی اِس عبارت سے آغاز ہوا، بطور یاد دہانی کے اس عبارت کو ہم دوبارہ لکھ دیتے ہیں: وہ یہ ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ اَمر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعَمر و بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہام کے لئے بھی حاصل ہے الخ''[2]

[1] نوٹ: جس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے کتاب: ''نصرتِ خداداد مناظرہ بریلی'' (مرتبہ مولانا محمد حامد فقیہ شافعی اشرف) میں۔ آپ پر حق واضح ہوجائے گا۔ (مطبع مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے، فیصل آباد)

[2] حفظ الایمان مع بسط البنان ص۸ (طبع کتب خانہ اعزازیہ۔دیوبند) انڈیا (یو۔پی)

مناظرۂ بریلی کی چند جھلکیاں

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی اس لفظ ''ایسا'' علم الخ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میں کئی بارعرض کرچکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے اور ''تشبیہ'' کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے''[1]

مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث)

اِسی لفظ ''ایسا'' کی توضیح میں فرماتے ہیں:

''میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق یوں کہے کہ ''آپ کا علم گدھے ایسا ہے'' تو اس میں لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے ہوگا کہ نہیں؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے تسلیم کرلیا کہ ہاں یہ ''ایسا'' تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی۔

پھر جب میں کہتا ہوں کہ یہی ''ایسا'' کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے، لہذا اس میں بھی توہین، ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔[2]

مولانا سردار احمد صاحب کی طرف سے جوابی تابڑتوڑ حملے اور مولوی منظور صاحب کی مرعوبیت کا زندہ ثبوت

(ا) آپ کا (منظور صاحب) یہ کہنا کہ سائل نے محض اِطلاق لفظ کو پوچھا ہے یہ آپ کا سُفید جھوٹ ہے، سوال میں صراحۃً یہ الفاظ موجود ہیں ''زید کا عقیدہ کیسا ہے''؟ آپ کا یہ کہنا کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے محض اطلاق لفظ کو ناجائز بتایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

[1] بحوالہ: فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۹۷ (مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور) [2] ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ صفحہ ۹۴''

عبارت کا مطلب

تو اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جیسا علم غیب حضور رسول اللہ ﷺ کو ہے، ایسا تو ہر بچہ، ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں، چار پایوں کے لئے حاصل ہے۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس ملعون عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم اقدس کو کیسی ناپاک گالی دی گئی ہے، اسی ناپاک عبارت میں گفتگو ہے، اس پر بحث ہے اسی میں حضور اقدس ﷺ کی شانِ رفیع میں توہین ہے، اسی پر عرب وعجم کے علماءِ اہلِ سنت وجماعت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے'' [1]

مولوی منظور احمد صاحب کی طرف سے لفظ ایسا کی توجیہ: ''بمعنی اتنا اور اس قدر'' ہیں

''گذشتہ روز میں نے اپنی تقریر میں آپ کی ہر بات کا جواب دیا اور آپ نے یہ کہا تھا کہ ''ایسا'' عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ ''ایسا'' اگر اس عبارت میں تشبیہ کے لئے ہو جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں تو بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور یہ کفر ہے، مگر اس عبارت میں ''ایسا'' کا معنیٰ ''اتنا اور اس قدر'' ہیں اور صورت میں توہین لازم نہیں آتی''

''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔'' [2]

ذرا انصاف سے دیکھئے، تھانوی صاحب تو نفسِ حکم کو نہیں مانتے، نہ یہ کہ صرف اطلاق لفظ کو ناجائز بتا رہے ہیں۔

۱ ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی ص ۱۹۸ ۲ ملاحظہ ہو (مناظرہ بریلی ص ۲۴۷)

ہر شخص جس کے سر میں دماغ، عقل کا جلوہ، سینہ میں درد اور دل میں حضور اقدس سرورِ دوعالم ﷺ کی تعظیم ومحبت کا ادنیٰ پَر تو ہے وہ صاف دیکھ رہا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں علمِ غیب کی دو قسمیں کیں۔ ایک کل علم غیب، جس سے کوئی فرد بھی خارج نہ رہے اور دوسری ۲ بعض علمِ غیب اگرچہ وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔ پھر حضور سرورِ دوعالم ﷺ کے لئے کل علم غیب کا حاصل ہونا عقلاً نقلاً باطل بتایا۔ اب حضور سرورِ دوعالم ﷺ کے لئے نہ رہا مگر بعض علمِ غیب، اسی کو منہ بھر کر کہہ دیا کہ

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچے) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع (تمام) حیوانات وبہائم (جانوروں Animals) کے لئے بھی حاصل ہے''

اعتراف حق

مولوی منظور صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتائے اور اس کے ثبوت میں مَیں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی'' [1]

اسی کتاب کے صفحہ ۴۹ پر ہے:

ہم سب متفق ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اَشدّ کفر ہے''

۱ فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۱۸

مزید ارشاد سنئے:

''بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں:

(اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ''حُسَامُ الحرمَین'' میں لکھا ہے)

جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ مُوجِبِ کُفر ہے''۔[1]

جناب تھانوی صاحب کا جواب

سوال نمبر ۳: جو شخص ایسا عقیدہ رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اُس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ نبی آدم ﷺ کی۔[2]

مستند علماءِ کی رپورٹ کا خلاصہ اور نتیجہ ملاحظہ ہو!

چلتا ہوں تھوڑی دیر ہر راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا ذاتی فیصلہ: (نیا فارمولا)

''معترضین کے شبہے کا مَنشا دو امر کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ عبارت ''ایسا'' علم میں ایسا کو تشبیہ کے لئے سمجھ گئے اور علم سے مراد علم نبوی سمجھ گئے حالانکہ یہ مَنشا ہی غلط ہے۔

''لفظ ایسا بقرینۂ مقام ''مطلق بیان'' کے لئے بھی آتا ہے'' انتہٰی[3]

1 ملاحظہ ہو: فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۶۹/۷۰ (مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور)
2 ملاحظہ ہو ''بسط البنان ص ۱۴'' کتبہ اشرف علی تھانوی ماہ شعبان ۱۳۲۹ھ
3 ''تغیر العنوان ص ۲''

دربھنگی صاحب کی رپورٹ:

''واضح ہو کہ ایسا کا لفظ مانند اور مثل ہی کے معنٰی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنٰی ''اس قدر اور اتنے'' کے بھی آتے ہیں''۔[1]

عبارت متنازعہ فیھا میں ایسا بمعنٰی ''اِس قدر'' ہے پھر تشبیہ کیسی؟[2]

مولوی حسین احمد صاحب

(۱) ''حضرت مولانا (تھانوی صاحب) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ ''اتنا'' تو نہیں فرما رہے اگر لفظ ''اِتنا'' ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں (جانوروں یاگلوں وغیرہ) کے برابر کردیا''۔[3]

(۲) ''اس سے بھی اگر قطع نظر کریں تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے''[4]

(۳) ''نفسِ بعضیت میں تشبیہ دی جارہی ہے''

مقدارِ بعضیت میں نہیں ہے کہ اعتراض لازم آوے۔[5]

(۳) جناب منظور احمد سنبھلی صاحب:

جناب کے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا تشبیہ اور مماثلث کے لئے نہیں بلکہ۔۔۔۔ ''اتنا اور اس قدر'' کے معنی میں ہے۔''

(اَقُوْلُ) جس کی تفصیل آپ نے مناظرہ بریلی میں ملاحظہ کی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

1 توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۸ مصنفہ مرتضٰی حسن صاحب 2 (توضیح البیان ص ۱۱)
3 الشہاب الثاقب ص ۱۰۲ 4 الشہاب الثاقب ص ۱۰۳
5 الشہاب الثاقب ص ۱۰۴

ناظرین آپ جج ہیں فیصلہ اور رزلٹ
یعنی اس کا نتیجہ کیا نکلا؟۔۔۔

''ایسا'' کو ''تیسا''

(الف): بقول تھانوی صاحب مریض بیچارہ ''ایسا'' ''مطلق بیان وضاحت چاہتا ہے۔''

(ب): بقول مدنی صاحب ہاں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہے اگر اتنا کے معنی میں ہوتا تو واقعی تھانوی صاحب پر کفر لازم آتا

(ج): دربھنگی صاحب: لفظ ایسا کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے جس کے معنی مانند اور مثل کے ہوتے ہیں اور کبھی اندازہ بیان کے لئے بھی آتا ہے لیکن اس عبارت میں ''اتنا اور اس قدر'' کے معنی ہی متعین ہیں۔

(د): جناب سنبھلی صاحب نے بھی مریض ''ایسا'' کا بغور معائنہ کیا اور انہوں نے بھی یہی رپورٹ ہے کہ ہماری اصطلاح میں لفظِ ''ایسا'' ''اِتنا اور اس قدر'' کے معنی میں متعین ہے۔

فائنل نتیجہ اور رپورٹ

آپ کے سامنے ہے / جیوری کا فیصلہ۔۔۔ ہمیں منظور ہے ہم کون ہوتے ہیں کہ اپنا نامۂ اعمال سیاہ کریں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(نشتر)

جناب تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کی عبارت متنازعہ فیہا پر ''عالمانہ تجزیہ''

سرزمین پاکستان کے مشہور خطیب عالم دین اور مصنف حضرت مولانا

حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام ''تعارف علماءِ دیوبند'' لکھی ہے، جو انتہائی علمی، ادبی اور تحقیقی اضافہ ہے اور مسئلہ ھذا کے علاوہ آپ نے اکابرین علماءِ دیوبند کی عبارات پر بھی بے لاگ تبصرہ فرمایا ہے اُس سے ہم چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:

عنوان ہے: ''ایک اور توجیہہ''

''حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا علمِ غیب سے حضور کا علم مراد نہیں بلکہ بعض مطلق علم غیب مراد ہے۔''

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ توجیہہ بھی بالکل غلط ہے کیونکہ پوری عبارت یہی شہادت دے رہی ہے کہ ایسا علم غیب سے مراد حضور ہی کا علم غیب ہے۔ اس لئے کہ شروع میں ہے: ''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا'' جب حضور کی ذات پر علم غیب کا حکم کرنے میں کلام ہے تو علمِ غیب بھی حضور ہی کا مراد ہوا پھر تھانوی صاحب نے زید سے دریافت کیا تو کس کے علم غیب کو؟ حضور ہی کے، اور کہا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب۔ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے کس کا علم پوچھا ہے؟ ظاہر ہے کہ حضور ہی کا علم غیب دریافت کیا ہے اور حضور ہی کے علمِ غیب کی دو قسمیں کیں بعض غیب یا کل غیب، کل غیب تو خود ہی بعد میں نقلاً وعقلاً باطل کر دیا۔ تو کل غیب کس کے لئے باطل کیا حضور ہی کے لئے۔ اب رہ گیا بعض غیب، تو بعض کس کا علم رہا، حضور ہی کا رہا، اسی کے متعلق تھانوی صاحب نے کہا ''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے الخ

اس عبارت میں کس کی تخصیص کی نفی کی ہے حضور ہی کی۔ جب تخصیص نہ رہی تو مشارکت ومشابہت لازم آگئی اسی لئے کہا ''ایسا علم غیب'' جیسا کہ حضور کو ہے تو ''زید وعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔''

لہٰذا اب لفظ ایسا علم غیب سے مراد کسی اور کا علم غیب ہرگز نہیں ہوسکتا، حضور ہی کا علمِ غیب مراد ہوا اور اسی کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دی۔ تو یہ توجیہہ بھی غلط ثابت ہوئی کہ ایسا علم غیب سے مراد حضور کا علم غیب نہیں بلکہ بعض مطلق علم غیب ہے۔

اور اگر لفظ ایسا تشبیہ کے لئے نہ بھی ہو بلکہ ''اِتنا اور اس قدر'' کے معنی میں ہو تو بھی یہ عبارت کفریہ ہی ہوگی چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب یعنی اتنا اور اس قدر علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے''

ہر اُردو خواں (جاننے والا) سمجھتا ہے کہ اس میں بھی حضور ﷺ کی صریح توہین ہے۔ اس لئے کہ اب اس کا مطلب یہ ہوگیا کہ حضور ﷺ کا علم غیب اتنا اور اس قدر ہے جتنا بچوں، پاگلوں اور جانوروں کا ہے۔ معاذ اللہ، بلاشبہ یہ عبارت کفریہ ہے۔ کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی سخت توہین ہے۔

تھانوی صاحب کے مُعتقدین کہتے ہیں کہ اس عبارت میں صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں ہے تم سمجھے نہیں، وہ حکیم الامت تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان لوگوں کی خدمت میں نہائت ادب سے اِلتماس ہے کہ اگر واقعی آپ لوگوں کے نزدیک یہ عبارت گستاخانہ نہیں اور اس

میں توہین کا شائبہ تک نہیں تو ازراہِ دیانت اصل عبارت اور اُس کے فوٹو میں نہائت ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

اصل عبارت

''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی یہی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہرشخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے''

فوٹو

پھر یہ کہ تھانوی صاحب کی ذات بابرکات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کُل علم۔ اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ایرے غیرے بلکہ نابالغ بچے اور ہر پاگل بلکہ تمام حیوانوں یعنی گھوڑوں اور گدھوں وغیرہ اور ہر چارپائے یعنی کتوں، بلوں، سؤروں وغیرہ کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے[1]

اب تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں!

کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب اور اُن کے علم کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی بالکل بعینہٖ اسی قسم کی عبارت میں حضور ﷺ اور آپ کے علم شریف کی توہین ہے یا نہیں؟ اور آپ کی توہین کفر ہے یا نہیں؟

---

[1] ماخوذ از تعارف علماء دیوبند ص۵۳ تا۵۵

اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت تھانوی صاحب کے متعلق چھپوا کر شائع کردیں۔ مگر حاشا وکلا تھانوی صاحب کے معتقدین ہرگز ایسا نہیں کریں گے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایسا کریں گے تو تھانوی صاحب کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہوگی۔ رہا یہ سوال کہ پھر وہی عبارت، وہی الفاظ حضور اقدس ﷺ کی شان میں بہت بڑی گستاخی کیوں نہیں؟ کیا یہ تھانوی صاحب کے ساتھ عقیدت (اور محبت) اور حضور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت کی کھلی ہوئی دلیل نہیں؟ جو الفاظ تھانوی صاحب نے حضور کے لئے استعمال کئے ہیں بعینہٖ وہی الفاظ تھانوی صاحب کے لئے استعمال کرنا گستاخی ہے کیا تھانوی صاحب کی شان حضور کی شان سے بڑھی ہوئی ہے؟''[1]

معاذ اللہ

مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی اور مسئلہ علم غیب

اِرقام فرماہیں:

''اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب ''عالم الغیب'' ''عالم ما کانَ وما یکون'' اور ''علیم بذاتِ الصدور'' کا مفہوم الگ اور جُدا ہے اور ''اِخبار بالغیب'' اور ''اِنباءِ بالغیب'' ہر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔

دوسری بات کا (آنحضرت ﷺ کے لئے) منکر مُلحِد اور زِندیق، اور پہلی بات کا مُثبِت مُشرک اور کافر ہے۔''[2]

کتاب ھذا کے صفحہ ۷۲ پر ہے:

''علم غیب نبوّت اور رسالت کے لوازم اور خواص میں ہرگز نہیں ہے'' (الی ان) ''علمِ غیب مَنصبِ نبوّت میں داخل نہیں۔''

[1] تعارف علماء دیوبند [2] ازالۃ الریب ص ۷۲

صفحہ ۱۵۴ پر ارشاد ہے:

''یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہوگئی کہ: کسی فرشتۂ مقرب، نبی مُرسل اور آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطائی طور پر بھی کُل مغیبات پر اطلاع نہیں دی تھی، لہٰذا ذاتی اور عطائی کا دُور از کار جھگڑا چھیڑ کر لوگوں کو دھوکا دینا۔۔۔ کل مغیبات کا عطائی طور پر ثابت کرنا جہالت اور اِنتہائی بددیانتی ہے۔''[1]

صاحب الزالۃ الریب مزید لکھتے ہیں:

''ثالثاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو اور دو شقیں ہیں:

(۱) ذاتی ومحیط (۲) تفصیلی

اور ان میں سے کسی پہلو اور شِق کو بھی غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا قطعاً شرک اور یقیناً کفر ہے''[2]

''حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذاتی اور عطائی کا کوئی سوال نہیں اٹھایا، اور مطلق دعوائے علمِ غیب کو کفر قرار دیا ہے الخ''[3]

یہاں بھی ذاتی اور عطائی کا بے بنیاد فرق نہیں چھیڑا گیا کیونکہ یہ فرق فریقِ مخالف حسن معنی میں لیتا ہے یہ اُن کا اپنا خانہ زاد ہے''[4]

[1] ازالۃ الریب ص ۱۵۴ [2] ازالہ ص ۴۴۵

[3] ازالہ ص ۴۵۵ [4] ملاحظہ ہو ص ۴۵۶ ازالۃ الریب

ہمارے معاصر، دیوبندی مکتبِ فکر کے ترجمان جناب مولوی محمد سرفراز خان صاحب کے فتنۂ میزائلز کی ذو میں، ان کے اپنے بزرگ بھی۔۔۔۔ مجروح ہیں

علم غیب کا عقیدہ:

اپنی کتاب ازالۃ الرّیب میں لکھتے ہیں:

(۱) علم غیب اور حاضر وناظر کا عقیدہ ''غیرِ اسلامی'' ہے اور ''نصوص قرآنیہ'' اور ''آحادیث صحیحہ'' اور ''اجماعِ اُمت'' کے خلاف ہے۔

حتی کہ فقہاءِ اَحناف نے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کُفر ہے تو کسی اور کے بارے میں ایسا عقیدہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟[1]

(۲) خلاصہ کلام یہ ہے علم غیب صرف خاصۂ خداوندی ہے ماسویٰ اللہ تعالیٰ کے لئے علم غیب کا دعویٰ تمام علماءِ اسلام کے نزدیک کفر ہے۔[2]

اُمتِ مُسلمہ پر تکفیری میزائیلوں کی یلغار کے نمونے۔۔۔۔

(۱) ''حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ قدیماً وحدیثاً یہ عقیدہ رکھنے والے کی کہ آنحضرت ﷺ کو علمِ غیب (عطائی خداد ادِ علمِ غیب) حاصل تھا بلا تامُّل اور بلا تردید تکفیر کرتے ہیں''[3]

(۲) ذاتی اور عطائی علم غیب

''اگر ذاتی اور عطائی کا یہی دُور از کار بہانہ شرک سے بچانے کے لئے کافی ہے تو بتایئے کہ عیسائیوں کا کیا قصور ہے؟''[4]

---

[1] ازالۃ الریب ص ۴۵۵ [2] ازالۃ الریب ص ۴۵۷

[3] ملاحظہ ہو: ازالۃ الریب ص ۴۶۲ [4] ازالہ ص ۳۵

(۳) صرف ذاتی اور عطائی اور بالذات اور بالواسطہ کے فرق سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا نہ شرک سے بچا سکتا ہے اور نہ کسی طرح سے مستحسن ہے۔[1]

''حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہ قدیما وحدیثا یہ عقیدہ رکھنے والے کی کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب حاصل تھا، بلا تامّل اور بلا تردّد تکفیر کرتے ہیں''۔[2]

اہم اہل سنت کا عقیدہ کیا ہے؟

ہم تمام انبیاء کرام کے عُلوم اور خصوصاً محمد رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کو ''علم خداداد''، ''عطائی''، ''وھبی'' مانتے ہیں، جو کہ نُصوصِ قرآن اور احادیث مبارکہ کے ذخیرہ سے ثابت ہے اور علماء ربانیین کی تصریحات کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ (نشتر)

قارئین کرام

مندرجہ بالا عبارات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں، ہم نے ان پر کوئی تبصرہ قصداً نہیں کیا اس لئے تا کہ آپ تصویر کے دونوں رُخ ملاحظہ فرما کر خود ہی فیصلہ فرمائیں، ان عبارات میں منفی پہلو ہے۔

اس کے بعد۔۔۔۔ تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کیجئے جو مُثبت پہلو ہے۔

قارئین کرام! آپ کہہ سکتے ہیں: اُف! مولوی صاحب کی یہ تضاد بیانی اور اپنے ہی قلم سے خود اپنی تکفیر!!!

---

[1] ص ۳۲ ازالہ [2] ازالۃ الریب ص ۴۶۲ صفدر صاحب

صفدر صاحب فرماتے ہیں:

''ہمارے مدعا ان عبارات سے صرف اس قدر ہے کہ یہ اکابرینِ اُمت اور مُعتبر اور مستند مفسّرین کرام رحمۃ اللہ علیہ بھی صراحت کے ساتھ یہ ارقام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض علوم عطائی طور پر بھی آنحضرت ﷺ کو نہیں دیئے جن میں قیامت کا علم بھی ہے''۔[1]

یہ جملہ دلائل اس امر کو روزِ روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں کہ منصبِ نبوت میں علمِ غیب اور باطنی اُمور پر مطلع ہونا داخل نہیں ہے۔[2]

اب یہ بھی دیکھے، ہر طرف گرداب

جناب محمد سرفراز صاحب صفدر صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

(۱) ''باقی جن حضرات مفسّرینِ کرام نے علمِ غیب اور خفیاتِ الاُمور اور ضمائر القلوب کا ذکر کیا ہے، تو وہ بھی اپنے مقام پر صحیح ہے، کیونکہ بعض اُمورِ غیب اور خفیات الاُمور اور دلوں کے اسرار پر اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا ہے''۔[3]

(۲) اگر اس مقام پر الانسان سے جناب نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی مراد ہو، اور بیان سے ''مَا کَانَ و مایکون'' مراد ہو تب بھی درست ہے، آپ نے ماکان اور مایکون کی بے شمار خبریں بتائیں ہیں۔[4]

(۳) خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علومِ خمسہ میں ہے کہ سعید ہے یا شقی اِس طرح کون کس کا بیٹا، مفتی صاحب (مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو معلوم ہونا چاہئے کہ اور بحث پہلے مفصل گزر چکی ہے کہ

---

[1] اِزَالَۃُ الرَّیب ص۸۳ [2] اِزَالَۃُ الرَّیب ص۸۳
[3] اِزَالَۃُ الرَّیب ص۵۰۷ [4] اِزَالَۃُ الرَّیب ص۵۰۹

''اہلِ حق کا جھگڑا اہلِ بدعت سے علوم خمسہ کے جزئیات میں نہیں ہے وہ تو باذن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور حضرات اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہ کو کشف اور الہام کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں، جھگڑا صرف کُلّیات میں ہے۔''[1]

(۴) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کے جو مبادی ہیں مثلاً تقدیر اور قیامت اور دیگر اُمورِ خمسہ وغیرہ تو اُن پر کسی بھی مُقرب فرشتہ اور نبی مُرسل کو اطلاع نہیں دی جاتی، ہاں جو اس کے لواحق ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ ان بعض نُفوسِ قدسیہ کو اطلاع دے دیتا ہے جن کی علم و عمل کی کیفیت اعلیٰ اور فیضانِ اَنوارِ الٰہیہ کی بنا پر روحانی ترقی بُلند درجہ پر فائز ہوتی ہے، مگر وہ غیبِ مطلق نہیں بلکہ غیبِ اضافی ہے جو صرف اِجمالی طور پر بعض بعض جزئیات پر مُشتمل ہوتا ہے۔

اُمورِ خمسہ کے کلیات اور اسی طرح بے شمار اشیاء یقیناً اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اور بسا اوقات لوحِ محفوظ کا عکس اُن کے قلوب پر پڑتا ہے اور وہ غیب پر مطلع بھی ہو جاتے ہیں۔[2]

فائدہ:

(مَبادِی سے مراد علم مُطلق، جمیع معلومات الٰہیہ ہیں، جو خدا کا ذاتی علم ہے اور لواحق سے مراد علم اِضافی ہے جس کو اصلاح میں اِعلام، اِنباء، وَحی و اِلہام یا عطائی علم غیب باذن اللہ کہتے ہیں) (نشتر)

(۵) ''ہم اہلِ حق کے دلائل پیش کر آئے ہیں کہ کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا، وُہ تو نبوت کے پہلے ہی دِن اپنے ناجی ہونے کا کامل یقین رکھتے تھے۔''[3]

---

[1] ازالۃ الریب ص۵۲۶ [2] (ازالۃ الریب ص۱۵۰) [3] ازالۃ ص۱۹۵

اَحکامِ غیبیہ کا علم

(۶) ''احادیث میں ان پانچ علوم کو مفاتیح الغیب کہا گیا ہے جن کا علمِ کُلّی بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے احکامِ غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا ہے اور ''اَکْوَانِ غیبیہ'' میں سے بہت سے جزئیات کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا، ہاں اَکوانِ غیبیہ کی کلیات اور اصول کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا''[1]

عُلُومِ خمسہ واَولیاءِ کرام:

''ان امورِ خمسہ کا اِحاطہ اور شُمول کے طور پر علم صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، ان میں سے بعض جزئیات کا علم باعلامِ خداوندی بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے الخ''[2]

مکتبِ فکرِ دیوبند کے خیالات یا عقائد قلابازیاں اور علماء کی قلکاریاں

اِدھر یہ دعویٰ ہے کہ علمِ غیب کا عقیدہ رکھنا کفریہ اور غیر اسلامی ہے اور بمصداق ''ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اَور''

یہ قلابازیاں ملاحظہ فرمائیں:

(۷) ''پس معلوم ہوا کہ راسخین فی الاِیمان کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ کو بعض المغیبات کا علم ہوا تھا بہرحال ہمارے نزدیک جناب نبی ﷺ کو وہ علم دیا گیا جو کسی کو نہیں دیا گیا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عِلمُ الاَوّلین وَالآخرین عطا فرمایا ہے اور ماکان و مایکون کا علم آپ کو دیا ہے''[3]

---

[1] ازالۃ الریب ص۳۰۲ — [2] ازالۃ الریب ص۲۰۶

[3] بحوالہ مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی ؒ، ازالۃ الغیب ص۵۲۲

علامہ غلام فرید رضوی صاحب گوجرانوالہ اور عبارت سرفراز گکھڑوی صاحب کا تجزیہ

ہمارے دوست (استاد بھائی) حضرت مولانا غلام فرید صاحب نے جناب سرفراز صاحب کی کتاب کے اس مقام پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ اہلِ علم حضرات کے ذوقِ علمی کے لئے ہم بعینہ نقل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔

سرفراز صاحب کا اقرار

قارئین کرام! مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ:

''احکامِ غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا ہے، اکوانِ غیبیہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا ہے۔''

''اس عبارت میں گکھڑوی صاحب نے وہ چیز تسلیم کرلی ہے جس کا انکار وہ اپنی کتابوں میں کئی بار کر چکے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے (کہ)

مولوی صاحب کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ انبیاءِ کرام کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ اِنباءِ غیب، اِطلاع غیب اور اخبارِ غیب ہوتے ہیں۔ یعنی غیب پر مطلع و آگاہ تو ہوتے ہیں مگر غیب کا علم نہیں ہوتا۔

چنانچہ سرفراز صاحب اپنی کتاب مسئلہ علم غیب وحاضر و ناظر کے ص۶ پر لکھتے ہیں:

''اور علمِ غیب اس کی صفات مختصہ میں سے ایک صفت ہے''

صفحہ 9 پر لکھتے ہیں:

یہ عبارت اپنے مدلوں کے لحاظ سے بالکل روشن ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علمِ غیب حاصل نہ تھا۔

اور ازالہ کے ص ۳۸ پر فرماتے ہیں:

''اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علمِ غیب، عالم الغیب، عالِم ما کان و ما یکون اور علم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار بالغیب اور انباء بالغیب پر مطلع ہونا جدا معلوم ہے''۔[1]

ان عبارات میں علم غیب کا انکار کیا گیا ہے اور اِخبار غیب و انباء غیب پر مطلع ہونے کا اقرار ہے۔

اب غور فرمائیں کہ ان عبارات اور ازالۃ کے ص ۲۰۳ کی نقل کردہ عبارات میں تضاد ہے یا نہیں یقیناً تضاد ہے کیونکہ ص ۲۰۳ کی عبارت میں ''احکام غیب'' کا علم تسلیم کیا گیا ہے اور ص ۳۸ کی عبارت میں غیب کا انکار کیا ہے۔۔۔۔ بلکہ علمِ غیب ماننے والے کو مُشرک و کافر قرار دیا ہے۔ صفحہ ۳۸ پر (منقولہ عبارت کے بارے میں) اب ذرا سرفراز صاحب سے دریافت کریں کہ جب علم غیب ماننا آپ کے بقول شرک وکفر ہے تو پھر ص ۲۰۳ پر احکام غیبیہ اور بہت سے اَکوانِ غیبیہ کا علم مان کر آپ بھی (بقلم خود) مُشرک و کافر ہوئے یا نہیں؟

مزید یہ کہ۔۔۔۔۔۔ یہ جو آپ نے تمام احکام غیب اور بہت سے اَکوان غیبیہ کا علم تسلیم کیا ہے یہ آپ کے نزدیک جُزئی ہے کہ کُلّی، اگر جزئی ہے تو پھر کونسی جزی ہے حقیقی یا اضافی، اگر حقیقی ہے تو یہ ظاہر البُطلان ہے اگر اضافی ہے اور یقیناً اضافی ہے تو کیا جُزی اضافی کو کُلّی نہیں کہا جا سکتا؟ ضرور بتائیں! اور اگر کُلّی ہے تو دِل ما روشن دلے ما شاد!

پھر یہ بھی بتائیں کہ جُزی اِضافی ہونے کی صورت میں یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتی صفت ہے یا عطائی؟ شقِ اَوّل کا بُطلان ظاہر ہے اور شقِ ثانی کی

[1] ازالہ ص ۳۸

صورت میں سوال یہ ہے کہ جب شرک سے بچنے کے لئے عطائی ہونا آپ نے مان لیا ہے تو اب ما کان و ما یکون جو مُتَنَاھِیْ و مَحْدُود ہے اس کو عطائی طور پر ماننے کی صورت میں شرک کیونکر لازم آئے گا؟

الغرض سرفراز صاحب کی عبارات میں تضاد (خلفشار، کنٹراڈکشن) (نشتر) ہے دونوں عبارات میں سے ایک ہی سچی ہو سکتی ہے دوسری کا جھوٹا ہونا لازمی ہے۔

اس صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاں اَکوانِ غیبیہ کی کُلّیات اور اُصول کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

جواب یہ ہے کہ اکوان غیبیہ کی کُلّیت اور اصُول سے مراد اگر علوم غیر متناہیہ (بے شمار، جن کی تعداد کہیں ختم نہیں ہوتی) (نشتر) ہیں تو پھر اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور یہ نزاعی مسئلہ ہی نہیں۔ اور اگر مراد ما کان و ما یکون کے مَشمُولات کی ہر ہر جُزی اور ہَر ہَر فرد ہے تو پھر یہ حضور علیہ السلام کو حاصل ہے، کیونکہ یہ مُتناہی ومحدود ہے، غیر متناہی غیر محدود نہیں ہے۔

ہم سرفراز صاحب سے یہی دریافت کرتے ہیں کہ ما کان و ما یکون کے علم کو آپ غیر متناہی قرار دیتے ہیں یا متناہی، اگر غیر متناہی مانتے ہیں تو دلائل سے عدمِ تناہی کو ثابت کریں اور اگر متناہی مانتے ہیں تو یہ پھر ذاتِ باری کا خاصہ نہ رہا۔ (اور) جو خاصہ نہیں ہے وُہ نبی کے لئے ماننا کیونکر شرک وکفر ہو سکتا ہے۔

یاد رکھئے علمِ غیب ذاتی بلاواسطہ ہی ذاتِ باری کا خاصہ ہے خواہ کُلی ہو یا جُزی۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی ج ص ۱۲ جز عشرون میں تصریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَبِالْجُملَةِ عِلمُ الْغَيْبِ بِلاوَاسَطةٍ كُلًّا اَوْبَعْضًا مَخْصُوْصٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا يَعْلَمُهٗ اَحَدٌ مِنَ الْخُلْقِ اَصْلًا، وَمَتٰى اُعْتُبِرَ فِيْهِ نَفْيُ

اَلْوَاسِطَةِ بِالْكُلِّيَةِ تَعَيَّنَ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الذَّاتِ فَلَا يَتَحَقَّقُ فِيْهِ تَفَاوُتٌ بَيْنَ غَيْبٍ وَّغَيْبٍ [1]

یعنی۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ غیب بلاواسطہ (اور ذاتی واستقلالی) علم خواہ کلی ہو یا جزی یہ مخصوص ہے ذاتِ باری سے اس کو مخلوق میں سے کوئی ہرگز نہیں جانتا اور جب اس میں واسطہ کی کلی طور پر نفی کا اعتبار کیا جائے تو پھر اس کا/ذات کا مقتضی ہونا متعین ہو جائے گا۔ جس میں ایک غیب دوسرے غیب سے متفاوت نہ رہے گا یہ عبارت صریح ہے اس مفہوم میں کہ ذاتِ باری کا خاصہ صرف وہ علم ہے جو بلاواسطہ اور ذاتی اِستقلالی ہوتا ہے خواہ وُہ کلی ہو یا جزئی۔

اب مولوی سرفراز صاحب کو غور کرنا چاہئے کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو چور دروازہ قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح عبارت روح المعانی کی اسی جلد کے صفحہ پر موجود ہے (کہ)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَلَعَلَّ الْحَقَّ اَنْ يُّقَالَ اِنَّ عِلْمَ الْغَيْبِ الْمَنْفِيْ عَنْ غَيْرِهٖ جَلَّ وَعَلَا هُوَ مَا كَانَ لِلشَّخْصِ لِذَاتِهٖ اَیْ بِلَاوَاسِطَةٍ فِيْ ثُبُوْتِهٖ لَهٗ وَهٰذَا مِمَّالَا يُعْقَلُ لِاَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

پھر فرمایا: وَمَا وَقَعَ لِلْخَوَاصِ لَيْسَ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ فِيْ شَيْءٍ ضَرُوْرَةَ اَنَّهٗ مِنَ الْوَاجِبِ عَزَّوَجَلَّ اِفَاضَةٌ عَلَيْهِمْ بِوَجْهٍ مِّنْ وُّجُوْهِ الْاِفَاضَةِ

[1] روح المعانی جلد ۷ ص ۱۲ جز عشرون

ترجمہ: اور حق یہ ہے کہ غیر اللہ سے جس غیب کی نفی کی گئی ہے وہ وہی ہے جو ذاتی بلاواسطہ ہو اور ایسا علم زمین وآسمان میں کسی کے لئے ممکن نہیں ہے اور جو علمِ غیب خواص کو حاصل ہے وُہ ذاتی بلاواسطہ نہیں، بلکہ خداوندِ قدّوس کا فیض وعطا کردہ ہے ساتھ طریقے اِفاضہ کے۔

یہ عبارت بیانگِ دُہل پکار رہی ہے کہ غیر اللہ سے منفی علم عطائی نہیں بلکہ ذاتی بلاواسطہ ہے اور یہ کہ ذاتی کا حصول غیر کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور (حق نشتر) یہ ہے کہ خواص (اولیاء وانبیاء کرام نشتر) کو علمِ غیب عطائے الٰہی حاصل ہے اور قرآن وحدیث میں عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ ذاتی بلاواسطہ ہے۔"[1]

اَقُوْلُ: (راقم الحروف کہتا ہے)

صرف اتنا عرض کریں گے کہ جناب مولوی سرفراز صفدر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، ہم نے "اُن کی کہانی انہی کی زبانی" کے چند اقتباسات پیش کئے ہیں۔ وہ اِس مسئلہ میں غلطاں ہیں اور حیرت وگرداب میں ڈوبے ہوئے ہیں خدا کرے وہ اُس کشمکش اور دورخی پالیسی سے نجات پا جائیں اور مسلکِ اہل سنت وجماعت کی تفاسیر اور تفصیلات کی روشنی میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس پر غور وخوض فرما کر حق کی طرف رجوع کرنے میں بخل سے کام نہ لیں گے اور یہی علماء کا منصب بھی ہے۔

(اللهم اهدنا الى صراط مستقيم)

علماءِ دیوبند کے اکابرین کی چند عبارات ملاحظہ کیجئے:

(۱) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ

○ "علمِ غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے، اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر

[1] اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب۔۔۔ ص ۲۳۳ تا ص ۲۳۶

اطلاق کرتا ایہام شرک سے خالی نہیں''[۱]

- ''پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو صریح شرک ہے''[۲]
- ''اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علمِ غیب تھا صریح شرک ہے''[۳]
- ''پس صاف روشن ہو گیا کہ مُغیبات آپ کو معلوم نہیں اور اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نصِ قرآن کے مشرک ہوا'' الخ[۴]
- ''اور یہ جو کہتے ہیں کہ علمِ غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے''[۵]

''براہین قاطعہ'' مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

شیطان کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے گویا شیطان اعلم من الرسول ہے

ملاحظہ ہو اصل عبارت:

''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلافِ نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وُسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علمی کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''[۶]

''ملک الموت اور شیطان کو یہ جو وسعتِ علم دی، اس کا حال مشاہدہ اور

[۱] کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی (فتاوی رشیدیہ ص ۳۶۰) [۲] (فتاوی رشیدیہ ص ۳۳۳) [۳] (ص ۳۳۳)
[۴] فتاوئ رشیدیہ ص ۳۳۴، مطبوعہ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی [۵] فتاوی رشیدص ۳۵۹ [۶] براہین قاطعہ ص ۳۵

نصوصِ قطعیہ سے معلوم''[۱]

امام احمد رضا کا حرمین طیبین کے علماء کرام سے رجوع

سوال: اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَدُ'' ۱۳۲۴ھ

جواب: حُسَّامُ الْحرمَین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ

امام اہل سنت نے فرقۂ دیوبندیہ کے اکابرین کی عبارات متنازعہ فیھا ۱۳۲۳ھ

علماء حرمین کی خدمت میں ۲۱ ذل الحجہ یوم پنجشبہ کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے پیش کیں اُن میں سے ایک دو عبارات ہم یہاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

الشیخ رشید احمد گنگوہی صاحب کی مُصدقہ کتاب ''البراہین القاطعہ''

''وَھٰذَا نَصُّہٗ الشَّنِیْعُ بِلَفْظِہٖ الْفَظِیْعِ: ''شیطان وملک الموت کو الخ اِنَّ ھٰذِہِ السِّعَۃَ فِی الْعِلْمِ تَثْبُتُ لِلشَّیْطَانِ وَمَلَکِ الْمَوْتِ بِالنَّصِّ، وَاَیُّ النَّصِ قَطْعِیٌّ فِی سِعَۃِ عِلْمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی حَتّٰی تُرَدَّبِہٖ النَّصُوْصُ جَمِیْعًا وَیُثْبَتُ شِرْکٌ''[۲]

وَھٰذَ الَفْظُہٗ فِی التَّقْرِیْظِ: اَنَا اَحْقَرُ النَّاسِ رشید احمد الگنگوہی طَالَعَ ھٰذَاالْکِتَابَ الْمُسْتَطَابَ البراھینَ الْقَاطِعَۃَ مِنْ اَوَّلِہٖ اِلٰی آخرہٖ بِاِمْعَانِ النَّظْرِ اھ

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اور ان کی کتاب ''حفظ الایمان''

تھانوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو بہائم اور مجانین کے ساتھ تشبیہ دے کر سبِّ رسول اور توہینِ پیغمبر کا ارتکاب کیا ہے اور امتِ مسلمہ میں فتنہ وفساد کا آغاز کیا وہ یہی متنازعہ عبارت ہے جو درج ذیل ہے:

[۱] براہین قاطعہ ص ۵۵ (مطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار کراچی) [۲] الفہ تلمیذہ المولوی خلیل احمد انبیٹھوی

آپ فرماتے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا خصوصیت ہے ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے الخ

(الی ان قال)

اور اگر تمام علومِ غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے۔"[1]

عبارة الشیخ اشرف علی تھانوی:

يُقَالُ لَهٗ اَشْرَفُ عَلِيْ تهانوى صَنَّفَ رُسَيْلَةً لَاتَبْلُغُ اَرْبَعَةَ اَوْرَاقٍ وَصَرَّحَ فِيْهَا

بِاَنَّ الْعِلْمَ الَّذِىْ لِرُسُوْلِ اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بِالْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ مِثْلَهٗ حَاصِلٌ لِكُلِّ صَبِيٍّ وَكُلِّ مَجْنُوْنٍ بَلْ لِكُلِّ حَيَوانٍ وَكُلِّ بَهِيْمَةٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ الْمَلْعُوْنُ:

"اِنْ صَحَّ الْحُكْمُ عَلٰى ذَاتِ النَّبِيِّ الْمُقَدَّسَةِ بِعِلْمِ الْمُغِيْبَاتِ كَمَا يَقُوْلُ بِهٖ زَيْدٌ فَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَاذَا اَرَادَ بِهٰذَا اَبَعْضَ الْغُيُوْبِ اَمْ كُلَّهَا؟ فَاِنْ اَرَادَ الْبَعْضَ فَاَىُّ خُصُوْصِيَّةٍ فِيْهِ لِحَضْرَةِ الرِّسَالَةِ فَاِنَّ مِثْلَ هٰذَا الْعِلْمِ بِالْغَيْبِ حَاصِلٌ لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو بَلْ لِكُلِّ صَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ بَلْ لِجَمِيْعِ الْحَيَوَانَاتِ وَالْبَهَائِمِ وَاِنْ اَرَادَ الْكُلَّ بِحَيْثُ

[1] حفظ الایمان ص ۱۰/۱۱ ناشر مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔ یوپی

لَايَشُذُّ مِنْهُ فَرْدٌ فَبُطْلَانُهٗ ثَابِتٌ نَقْلًا وَعَقْلًا آه[1]

الكلم العليۃ لمفتی الشافعیہ ۱۳۲۴ھ

مولانا السید الشریف احمد البرزنجی،

مفتی السادۃ الشافعیۃ بمدینۃ خیر البریۃ علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ

الجواب: النموذج من كلام الحسينى رحمۃ اللہ علیہ:

"اَمَّا قَوْلُ رشيد احمد الكنكوهى المذكور فِىْ كِتَابِهِ الَّذِىْ سَمَّاهُ بِالْبَرَاهِيْنِ الْقَاطِعَةِ اِنَّ هٰذِهِ السَّعَةَ فِى الْعِلْمِ تَثْبُتُ لِلشَّيْطَانِ وَمَلَكِ الْمَوْتِ بِالنَّصِّ وَاَىُّ نَصٍّ قَطْعِيٍّ فِىْ سِعَةِ عِلْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُرَدَّ بِهِ النُّصُوْصُ جَمِيْعًا وَيُثْبَتُ شِرْكٌ الخ

فَهُوَ كُفْرٌ مِنْ وَجْهَيْنِ: اَلْوَجْهُ الْاَوَّلُ اَنَّهٗ صَرِيْحٌ فِىْ اَنَّ اِبْلِيْسَ وَاسِعُ الْعِلْمِ دُوْنَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اِسْتِخْفَافٌ صَرِيْحٌ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالْوَجْهُ الثَّانِىُّ اَنَّهٗ جَعَلَ اِثْبَاتَ سِعَةِ الْعِلْمِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرْكًا. وَقَدْ نَصَّ اَئِمَّةُ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى اَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ كَافِرٌ وَاَنَّ مَنْ جَعَلَ مَاهُوَ مِنَ الْاِيْمَانِ شِرْكًا وَكُفْرًا كَافِرٌ.

وَاَمَّا قَوْلُ اشرفعلى التانوى: اِنْ صَحَّ الْحُكْمُ عَلٰى ذَاتِ النَّبِيِّ الْمُقَدَّسَةِ بِعِلْمِ الْمُغِيْبَاتِ كَمَا يَقُوْلُ بِهٖ زيدٌ: فَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَاذَا اَرَادَ بِهٰذَا؟ اَبَعْضَ الْغُيُوْبِ اَمْ كُلَّهَا، فَاِنْ اَرَادَ الْبَعْضَ فَاَىُّ

[1] ترجمہ حفظ الایمان فی اللغۃ العربیہ

خُصُوصِيَّةٍ فِيْهِ لِحَضْرَةِ الرِّسَالَةِ، فَاِنَّ مِثْلَ هٰذَا الْعِلْمِ حَاصِلٌ لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو بَلْ لِكُلِّ صَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ بَلْ لِجَمِيْعِ الْحَيْوَانَاتِ وَالْبَهَائِمِ الخ فَحُكْمُهٗ اَيْضًا اَنَّهٗ كُفْرٌ صَرِيْحٌ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّهٗ اَمَدَ اِسْتِخْفَافًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَقَالَةِ رشيد احمد السَّابِقَةِ فَيَكُوْنُ كُفْرًا بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى وَمُوْجِبًا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَعْنَتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔[1]

وقال ایضاً فاضل الاجل مولانا الشیخ محمد العزیز ایوزی المالکی المغربی الاندلسی:

وَمِنْ مُعْجِزَاتِهٖ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مَااطَّلَعَ عَلَيْهِ مِنَ الْغَيْبِ وَمَايَكُوْنُ وَ ذٰلِكَ بَحْرٌ لَايُدْرَكُ قَعْرُهٗ وَلَا يُنْزَفُ غَمْرُهٗ مِنْ جُمْلَةِ مُعْجِزَاتِهِ الْمَعْلُوْمَةِ عَلَى الْقَطْعِ الْوَاصِلِ اِلَيْنَا خَبَرٌ مَاعَلَى التَّوَاتُرِ، وَ هٰذَا لا يُنَافِي الْاٰيَاتِ الدَّالَّةِ عَلٰى اَنَّهٗ لَايَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ فَاِنَّ الْمَنْفِي عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، وَاَمَّا اِطِّلَاعُهٗ عَلَيْهِ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ فَاَمْرٌ مُتَحَقَّقٌ فَلَايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. اِنْتَهٰى.

حضور سید کائنات ﷺ اعلم الخلق، علوم الاولین والآخرین کے اعتبار سے افضل ہیں:

کچھ علماء نے شیطان اور ملک الموت کے علم کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ جانا اور اس کی تشریح میں ایسی توجیہ کی، جو امتِ مُسلمہ عقائد کے خلاف اور حضور ﷺ کی شان وعظمت اور آپ کی تعظیم وتکریم اور ادب واحترام کے بالکل خلاف ہے۔[2]

1. حسام الحرمین ص ۱۴۱ مطبوعہ (مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)
2. براھین قاطعہ مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی صاحب

''براھین قاطعہ'' مصدقہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی عبارت ملاحظہ کیجئے

''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعتِ علم نص سے ثابت ہے، فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔[1]

(تنقیح عبارت)

(۱) اس عبارت میں حضور علیہ السلام کے علم اور شیطان کے علم کی مماثلت تو رہی درکنار، افضل الانبیاء کی وسعتِ علمی اور علمِ محیط برائے شیطان کا توازن وتقابل یوں کیا کہ شیطان کو روئے زمین کا جو علمِ محیط حاصل ہے یہ عینِ توحید اور مطابق نصِ قطعی ہے۔

''لیکن یہی علم رسول اللہ ﷺ کے لئے ثابت کرنا شرک نہیں تو کیا ہے، اگر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اس کو چاہے شیطان کے لئے ثابت کریں چاہے ملائکہ اور جنات کے لئے چاہے انسانوں کے لئے، وہ ہر طرح شرک شرک ہی کہلائے گی۔

یہ کہاں کی توحید ہے کہ مخلوق میں مَلَکُ المَوْت اور شیطان کے لئے وہی خدائی صفت ''وسعتِ علمی'' توعینِ توحید ہو اور افضل الانبیاء والمرسلین وملائکۃ المقربین کے لئے اگر یہ عقیدہ رکھا جائے تو وہ خالص شرک کہلائے۔

اور پھر تمام اَحکام شرعیہ، آیتِ مَنْتُوْحَہ قرآنیہ اور اَحادیث نبویہ سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے رسول کے ساتھ ''عداوت ودشمنی'' کا یوں ثابت دینا کہ:

1. براھین قاطعہ ص ۵۵ دار الاشاعت، اردو بازار۔ کراچی

''خود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ الحدیث

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''۔[۱]

حالانکہ شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے اس روایت کی نقل کرنے کے بعد خود ہی فرمادیا تھا:

کہ یہ روایت علماءِ فن کے نزدیک اُصل وحقیقت سے دُور ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''من بندہ اَم ام نمی دانم آنچہ درپسِ دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخنے اصلی ندارد وروایت بداں صحیح نہ شدہ''۔[۲]

یعنی میں ایک انسان ہوں، نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ایسی ہے جس کی کوئی (سند) اصل (Reality) نہیں، اور یہ روایت صحیح نہیں۔

مفتی کفایت اللہ اور مسئلہ علم غیب

ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

جواب: آنحضرت ﷺ کو حضرت حق جل شانہ نے تمام مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا تھا اور بے شمار غُیوب کا علم بھی دیا تھا، لیکن باوجود اس کے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا، سمجھنا درست نہیں۔ کیونکہ عالم الغیب ہونا صرف حق تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، کوئی نبی، رسول، فرشتہ اس صفت میں باری تعالیٰ کا شریک نہیں وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوْ۔[۳]

---

[۱] ملاحظہ ہو براھین قاطعہ ص ۵۵ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی دیوبندی [۲] مدارج النبوۃ جلد اول ص ۷، مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۷ [۳] کفایۃ المفتی ص ۷۷ ج ۱، محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ نیز ملاحظہ ہو ص ۸۷ دہلی

آپ مزید لکھتے ہیں:

''اور ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا علم حق تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ہے، مگر باوجود اس کے حضور ﷺ عالم الغیب نہ تھے کیونکہ علمِ غیب کے معنی یہ ہیں کہ وہ بغیر واسطۂ حواس اور بغیر کسی کے بتائے حاصل ہو، اور حضور ﷺ کا تمام علم حضرت حق تعالیٰ کے بتانے سے حاصل ہوا ہے اس لئے نہ وہ حقیقۃً علم غیب ہے اور نہ حضور کو عالم الغیب کہنا درست ہے''۔[۱]

فائدہ: نبی کو بعطاء الٰہی غیب دان کہہ سکتے ہیں اللہ کی تعلیم سے جو علمِ غیب ہمارے نبی کو حاصل ہے، اس پر لفظ غیب کا اطلاق درست ہے، جیسا کہ علماء کرام اور اکابرین کی عبارات آپ نے سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرمائی ہیں۔

فتدبّر: (رَقمۂ نشتر)

---

[۱] کفایۃ المفتی ص ۱۵۷

اختتام

ماحاصل الکلام:

پیارے قارئین کرام!

احقر نے دیانت داری اور شرعی ذمہ داری کے تحت کتاب وسنت، اقوال علماءِ مفسرین ومحدثین اور فتاویٰ علماءِ راسخین کی روشنی میں محض مخلوقِ خدا کی راہنمائی اور سلیم الطبع حق شناس نفوس کی اِصلاح و بھلائی کے لئے اس کتاب کو لکھا ہے۔

کسی بھی مکتبِ فکر کے عالمِ دین کی توہین ہرگز مقصود نہیں اور نہ ہی یہ علماء کا شیوہ ہے کہ وہ کسی بھی حزبِ مخالف کے مُقتدر فرد یا افراد، عالم و علماء کی شان میں سُوقیانہ و گستاخانہ کلمات کہیں ایسا کرنا اپنے مشرب کے قطعاً خلاف ہے۔

ہاں اِظہارِ حق کی خاطر بعض دفعہ علماء کی عبارات اور اُن کے اقوال پر تنقیح کرنا، یہ اہل صدق کی پہچان اور علماءِ ربانیین کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

وقت کا اہم تقاضا ہے کہ ہم اسلام کی ہمہ گیر تعلیمات اور پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر مسلکِ حقہ اہل سنت وجماعت کی پاسبانی کرتے ہوئے، اپنے اکابرین کے عقائد ونظریات، بزرگانِ دین، صوفیاء عظام کی تحقیقات، ان کے ملفوظات اور ارشادات کی روشنی میں ملتِ اسلامیہ کی صحیح راہنمائی کریں۔ دینی اُمور میں قوم کی صحیح خطوط پر راہنمائی کرنا یہ انبیاء ومرسلین کا مشن رہا ہے۔

یہی وہ جذبہ تھا جس کے تحت احقر نے یہ نقوش آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اس کٹھن راہ کے طے کرنے میں، بشری تقاضوں کے مطابق قلمی، لسانی، ادبی، فکری اور علمی کوتاہیوں سے میں اپنے آپ کو مبرّا نہیں سمجھتا تاہم انسان خطاو نسیان سے مرکب ہے امید ہے کہ اہل علم اغماض چشم فرماتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے مستفید فرمائیں گے۔

اگر راہِ صواب میں سچائی کی روشنی میسّر آئے تو بندہ کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔

میں اپنی اس دینی کاوش میں کس قدر کامیاب ہوا ہوں، اس کا انحصار تو قارئین کرام پر ہے۔

تاہم اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ میری کسی علمی فروگذشت پر مطلع ہوں تو جذبۂ خیر کے تحت آگاہ فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

فقط والسلام

حررہٗ عبدہٗ المذنب شاہ محمد کان اللہ لہٗ

(المدعو بابی المحمود نشتر) کارڈف۔ یو۔ کے

و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین یا رب العالمین.

۵/مئی ۲۰۰۸ء

کتابیات (مراجع وماخذ)

نام کتاب (تفاسیر)	مصنف	التوفی
قرآن مجید		
۱۔(انوار المنزیل) تفسیر بیضاوی	عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی	۶۸۵ھ
۲۔تفسیر کشاف	علامہ محمود بن عمر زمخشری	۵۳۸ھ
۳۔تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن)	محمد بن احمد مالکی قرطبی	۶۶۸ھ
۴۔ تفسیر خازن (لباب التاویل)	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	۷۲۵ھ
۵۔ تفسیر الجلالین	حافظ جلال الدین سیوطی شافعی	۹۹۱ھ
۶۔ تفسیر الدر المنثور	علامہ جلال الدین سیوطی شافعی	۹۹۱ھ
۷۔ مدارک التنزیل	علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی	۷۱۰ھ
۸۔تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین شافعی	۷۷۴ھ
۹۔احکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص حنفی	۳۷۰ھ
۱۰۔تفسیرات احمدیہ	علامہ احمد جیون جونپوری (مطبع کریمی بمبئی)	۱۱۳۰ھ
۱۱۔تفسیر المنار	علامہ محمد رشید رضا مصری	۱۳۵۴ھ
۱۲۔حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی	محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی	۹۵۱ھ
۱۳۔ تفسیر جمل (الفتوحات الالٰہیہ)	شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل	۱۲۰۴ھ
۱۴۔ تفسیر الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی	۱۲۲۳ھ
۱۵۔تفسیر فی ظلال القرآن	سیّد محمد قطب مصری	۱۳۸۵ھ

نام کتاب (تفسیر)	مصنف	التوفی
۱۶۔تفسیر فتح القدیر	علامہ محمد بن علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۷۔تفسیر روح المعانی	سیّد محمود آلوسی حنفی بغدادی	۱۲۷۰ھ
۱۸۔تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی	۱۱۳۷ھ
۱۹۔تفسیر طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری	۳۳۱ھ
۲۰۔تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	۶۰۶ھ
۲۱۔تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی حنفی مجددی	۱۲۲۵ھ
۲۲۔تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
۲۳۔احکام القرآن	محمد بن عبداللہ المعروف بابی بکر الجصاص الرازی	۵۴۳ھ
۲۴۔تفسیر البغوی (معالم التنزیل)	محی السنۃ ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی	۵۴۳ھ
۲۵۔ خزائن العرفان	سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (صدر الافاضل)	۱۳۵۷ھ
۲۶۔حاشیۃ القرآن	علامہ شبیر احمد عثمانی	۱۳۶۹ھ
۲۷۔معارف القرآن	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
۲۸۔نور العرفان	مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی گجراتی	۱۳۹۱ھ
۲۹۔تفہیم القرآن	مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی	۱۳۹۹ھ
۳۰۔ضیاء القرآن	جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری	۱۴۱۸ھ
۳۱۔التبیان	غزالی دوراں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی	۱۴۰۶ھ
۳۲۔الاتقان فی علوم القران	حافظ علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۳۔احسن التفاسیر	ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی تشریح وتفسیر: حافظ صلاح الدین یوسف سلفی	
۳۴۔ترجمہ قرآن	مولانا فتح محمد جالندھری	
۳۵۔ترجمہ قرآن	کنز الایمان: امام مولانا شاہ احمد رضا خان قادری	۱۳۴۰

نام کتاب (تفسیر)	مصنف	التوفی
٣٦۔صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	٢٥٦ھ
٣٧۔صحیح المسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	٢٦١ھ
٣٨۔جامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	٢٧٩ھ
٣٩۔سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	٢٧٥ھ
٤٠۔سنن النسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	٣٠٣ھ
٤١۔"اَلْمُصَنَّف"	الحافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی	٢٣٥ھ
٤٢۔سنن ابن الماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	٢٧٣ھ
٤٣۔مشکوٰۃ المصابیح	امام ولی الدین تبریزی	٧٤٢
٤٤۔دلائل النبوۃ	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی	٤٣٠ھ
٤٥۔حلیۃ الاولیاء	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی	٤٣٠ھ

اسماء کتب شروح احادیث

٤٦۔فتح الباری شرح البخاری	حافظ شہاب الدین احمد عسقلانی	٨٥٢ھ
٤٧۔عمدۃ القاری ″ ″	حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی	٨٥٥ھ
٤٨۔ارشادالساری ″ ″	علامہ احمد قسطلانی	٩١١ھ
٤٩۔فیض الباری ″ ″	علامہ محمد انورشاہ کاشمیری	١٣٥٢ھ
٥٠۔مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	علامہ علی بن سلطان محمد القاری المکی	١٠١٤ھ
٥١۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	١٠٥٢ھ
٥٢۔شرح الطیبی	علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی	٧٤٣ھ
٥٣۔عون المعبود شرح ابوداؤد	شیخ شمس الحق عظیم آبادی	
٥٤۔فتح الملہم شرح المسلم	علامہ شبیر احمد عثمانی	١٣٦٩ھ
٥٥۔مرآۃ شرح مشکوٰۃ	مفتی احمد یار خان نعیمی	١٣٩١ھ
٥٦۔شرح مسلم (اردو)	علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ	

نام کتاب	مصنف	التوفی
٥٧۔شرح مسلم شریف نووی	علامہ یحییٰ بن شرف نووی	٦٧٦ھ
٥٨۔ عرف الشذی	علامہ محمد انورشاہ کاشمیری	١٣٥٢ھ
٥٩۔المواہب اللدنیہ	علامہ احمد القسطلانی	٩١١ھ
٦٠۔الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی	٥٤٤ھ
٦١۔المواھب اللدنیہ شرح الزرقانی علی	امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی	١١٢٢ھ
٦٢۔شرح الشفاء	امام ملا سلطان بن علی قاری	١٠١٤ھ
٦٣۔النبراس	سعدالدین تفتازانی	٧٩١ھ
٦٤۔مدارج النبوت فارسی	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	١٠٥٢ھ
٦٥۔نسیم الریاض	علامہ احمد شہاب الدین خفاجی	١٠٦٩ھ
٦٦۔المنقذ من الضلال	امام محمد بن محمد غزالی	٥٠٥ھ
٦٧۔احیاء علوم الدین	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی	٥٠٥ھ
٦٨۔المدخل	امام ابوعبداللہ محمد بن محمد الشہیر بابن الحاج المالکی الفاسی	٧٣٧ھ
٦٩۔شرح المقاصد	علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	٧٩١ھ

فتاویٰ

٧٠۔فتاویٰ امام نووی	امام یحییٰ بن مشرف نووی	٦٧٦ھ
٧١۔فتاویٰ بزازیہ	علامہ شہاب الدین بن بزاز کردری	٨٢٧ھ
٧٢۔فتاویٰ قاضی خان	حسین بن منصور اوزجندی	٥٩٢ھ
٧٣۔بحرالرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم	٩٧٠ھ
٧٤۔مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ شامی حنفی	١٢٥٢ھ
٧٥۔ ردالمحتار	سیدمحمد آمین ابن عابدین شامی	١٢٥٢ھ

نام کتاب	مصنف	المتوفی
۷۶۔الدُّرالمختار	علاء الدین محمد بن علی ابن محمد حصکفی حنفی	۱۰۸۸ھ
۷۷۔فتاویٰ الرضویہ	امام احمد رضا خان بریلوی	۱۳۴۰ھ
۷۸۔فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوھی	۱۳۲۳ھ
۷۹۔فتاویٰ خیریہ	مفتی خیر المدارس ملتان	
۸۰۔کفایۃ المفتی	مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی	
۸۱۔فتاویٰ مہریہ	اعلیٰحضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی	۱۹۳۹ء
۸۲۔مکتوبات امام ربانی	امام احمد سرہندی، مجدد الف ثانی	۱۰۳۴ھ
۸۳۔المسامرہ شرح المسایرہ	کمال الدین محمد بن محمد ابی الشریف الشافعی علیہ الرحمۃ	۹۰۵ھ
	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھمام الحنفی علیہ الرحمۃ	۸۶۱ھ
۸۴۔شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری	مرتبہ: عبدالرحمٰن البرقوقی بیروف	۴۰۔۵۰ھ
۸۵۔الابریز	الصوفی الکامل عبدالعزیز دباغ مصری	
۸۶۔تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
۸۷۔شرح فقہ اکبر	علامہ ملا علی القاری المکی	۱۰۱۴ھ
۸۸۔نور الانوار	علامہ احمد جیون جونپوری	۱۱۳۰ھ
۸۹۔امتناع النظیر	علامہ مولانا فضل حق خیرآبادی	۱۲۷۸ھ
۹۰۔نفحات الانس	علامہ مولانا عبدالرحمٰن جامی	
۹۱۔زُبدۃ الآثار	شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی	۱۰۵۲ھ
۹۲۔الطاف القدس	شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶ھ
۹۳۔ الحدیقۃ الندیہ	عبدالغنی نابلسی حنفی	
۹۴۔الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ	امام احمد رضا بریلوی	۱۳۴۰ھ

نام کتاب	مصنف	المتوفی
۹۵۔انباء المصطفیٰ	مولانا شاہ احمد رضا خان	۱۳۴۰ھ
۹۶۔ملفوظات	مولانا شاہ احمد رضا خان	۱۳۴۰ھ
۹۷۔تعارف علماء دیوبند	مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی	
۹۸۔الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ	مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی	۱۳۷۶ھ
۹۹۔ صراط مستقیم (فارسی)	شاہ محمد اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ
۱۰۰۔تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ
۱۰۱۔ایضاح الحق	شاہ محمد اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ
۱۰۲۔شمائم امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی	
۱۰۳۔امداد السلوک	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی	
۱۰۴۔مقالات کاظمی حصہ سوم	علامہ سیّد احمد سعید کاظمی ملتان	
۱۰۵۔حفظ الایمان مع بسط البنان	مولانا اشرف علی تھانوی	
۱۰۶۔تذکیر الاخوان مع تقوالایمان		۱۲۴۶ھ
۱۰۷۔ہندوستان میں وہابی تحریک	ڈاکٹر قیام الدین پی ایچ ڈی۔انڈیا	
۱۰۸۔ملفوظات محدث کشمیری	مولوی سیّد احمد رضا بجنوری	۱۳۵۲ھ
۱۰۹۔غالب نامہ	مولانا الطاف حسین حالی	۱۹۱۵ء
۱۰۰۔التکشف عن مہمات التصوف	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۱۱۱۔ بوارق الغیب	مولوی محمد منظور نعمانی سنبھلی	
۱۱۲۔حسام الحرمین	امام مولانا احمد رضا خان قادری	۱۳۴۰ھ
۱۱۳۔ خالص الاعتقاد	امام مولانا احمد رضا خان قادری	۱۳۴۰ھ
۱۱۴۔انباء المصطفیٰ	امام مولانا احمد رضا خان قادری	۱۳۴۰ھ
۱۱۵۔ اعلاء کلمۃ اللہ فیما اھل بہ لغیر اللہ	اعلیٰحضرت تاجدار گولڑوی	۱۳۵۶ھ

نام کتاب	مصنف	التوفی
۱۱۶۔ براھین قاطعہ	مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی	
۱۱۷۔ ازالۃ الریب	مولوی محمد سرفراز خان گکھڑوی	
۱۱۸۔ اثبات علم الغیب	مولانا غلام فرید رضوی ہزاروی	
۱۱۹۔ ''مناظرۂ بریلی''	مرتبہ مولانا محمد حامد فقیہ الشافعی	
۱۲۰۔ مقامِ ولایت ونبوت	علامہ غلام رسول سعیدی	
۱۲۱۔ المفردات فی غرائب القران	حسین بن محمد راغب اصفہانی	۵۰۲ھ
۱۲۲۔ المحیط المحیط (عربی)		
بطرس البستانی (بیروت)		
۱۲۳۔ مصباح اللغات	مولانا عبدالحفیظ بلیاوی	
۱۲۴۔ المنجد (عربی)	لوئیس معلوف	

حضرت علامہ نشتر صاحب کی

شہرہ آفاق تصانیف

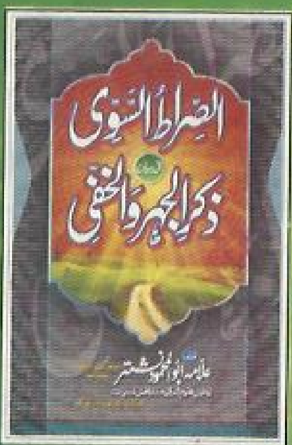

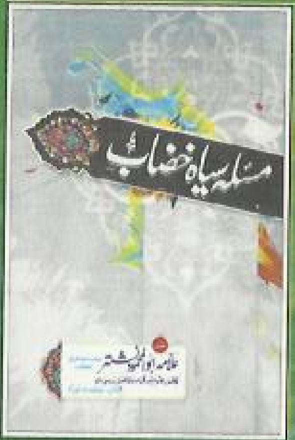

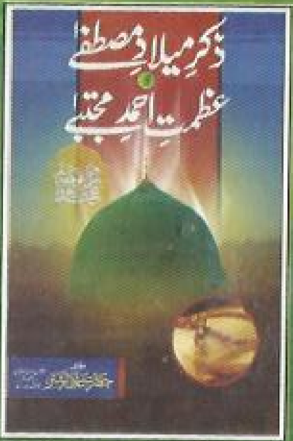

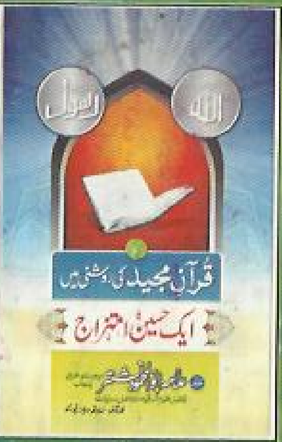

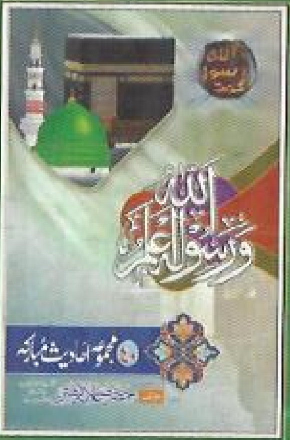

ISBN 669253316-3

92 0334 8530181 - 4

الرضا اکادمی العالمی

59-Shirley Road, Roath Park,
Cardiff S. Wales Cf23 5HL. UK